

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں ڈاؤن لوڈ کرنے کے ٹیگزام پر ان چینل و گروپ کو جوائن کریں

<https://telegram.me/Tehqiqat>

<https://telegram.me/faizanealahazrat>

<https://telegram.me/FiqahHanfiBooks>

<https://t.me/misbahilibrary>

آرکائیو لنک

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

https://archive.org/details/@muhammad_tariq

[_hanafi_sunni_lahori](https://archive.org/details/_hanafi_sunni_lahori)

بلوگسپوٹ لنک

<http://ataunnabi.blogspot.in>

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 ارشاد امام جعفر صادق
 رجال کشتی مشق

ہماری کوئی حدیث قبول نہ کرو جب تک وہ قرآن کے مطابق نہ ہو۔

فقیہ فقیر جلد اول

باب اول: ○ تائید کا فقہ جعفریہ
 باب دوم: ○ مسائل فقہ جعفریہ اور ان کا رد

تالیف، منظر اسلام شیخ الحدید ملا محمد علی

مکتبہ نوریہ حسینیہ، جامعہ شریعت، ہمدان، ایران
 لاہور، پاکستان
 ۲۷۶۶۶۸

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب۔۔۔ رفقہ جعفریہ جداول

مصنف۔۔۔ محقق الاسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی

جامعہ رسولیہ شمس ازیہ بلال گنج لاہور

[illegible]

قیمت _____ روپے

مطبع — — — — — حامد جمیل پرنٹرز لاہور

سن طباعت جنوری ۱۹۸۹ء

الانتساب

میں اپنی اس ناپختہ تالیف کو قدوة السالکین حجتہ الواصلین
پیری و مرشدی حضرت قیلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ
اللہ علیہ سرکار کینیا ذوالہ شریف اور نگہدار ناموس اصحاب رسول
محبت اولاد قبول سپر طریقت راہبر شریعت حضرت قبلہ
پیر نید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کینیا ذوالہ شریف
کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف
نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے
ذریعہ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد

محمد علی منشا اللہ

الْأَهْدَاءُ

میں اپنی یہ ناپچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، مہربان
 مہمانانِ رحمتہ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب
 ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب والعجم حضرت
 قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع
 مدینہ طیبہ، خلیفہ اعلیٰ حضرت امام المصنف مولانا احمد رضا
 ناناسی صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں
 حدیۃ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دعامسے فقیر نے اس
 کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

۱۔ اگر قبول افتہ زبے حروف شرف

محمد علی مدظلہ

نقشہ

محقق ابن محقق، شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور



جامعہ رویہ شیرازیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب فاضل
درجہ نظامی ہیں۔ درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین ان کا شغل ہے۔
مطالعہ بھی وسیع ہے اور مختلف مکاتب فکر کے عقائد و نظریات اور ان
کے دلائل پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان کی تالیف ضخہ جعفریہ ایک نہایت دقیق
علمی مواد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کا ایک جزو حضرت علی اور خلفاء
ثلاثہ حبیب الرحمن والرضوان کے درمیان خوشگوار تعلقات کے کچھ اوراق پر نظر ڈالی
ہے جسے پڑھ کر اس کتاب کی عظمت، افادیت اور دلائل و براین کی رفعت
کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب ایک اچھی، مفید، جامع اور مدلل
کوشش ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مولف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے
اور عوام و خواص کے لیے یہ کتاب ہدایت و مہمظت کا سبب بنے۔



سید محمد احمد رضوی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف
گنج بخش روڈ لاہور - ۱۴، اگست ۱۳۸۶ھ

تقریظ

شیخ الحدیث، التفسیر جامع العقول والمنقول اتا ذی المکرّم حضرت مولانا
علامہ غلام رسول صاحب فیصل آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام على سيد الانبياء وامام المرسلين وآله وصحبه اجمعين :

ما بعد :

میں نے شیعہ مذہب (تحت جغیرہ) کا سہ ہفتامات سے بنور مطالعہ کیا، فاضل
مزہف نے محنت شاقہ سے نیکو کتب سے شیعہ مذہب کے عقائد بڑی تفصیل
سے کتب کے مقتضی کئے، مطابق ذکر کیے۔ اپنی غرض سے ان میں کچھ
افراط و تفریط میں لی اتنا لکھ کر کے عقائد بڑی تفصیل سے باطل کیے اور
ان کو بیت عبکوت سے زیادہ کمزور ثابت کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں
کے عقائد میں شدید تضاد ہے اور انہی کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام
علیہم السلام کی شان میں آداب سے تجاوز کیا گیا ہے۔ ازل سے آخر
تک اس کے مطالعہ سے شمس المنار کی طرح شیعہ مذہب کی حقیقت کھل
جاتی ہے۔ گویا اثنا عشریہ کی کتب ہی اس مسلک کے بطلان کی قنادی ہیں
مولیٰ کریم مرفوف کو احسن جزا دے کہ انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی سے
اہلسنت وجماہت کا ہم ضرورت کو پودا کیا اور عوام پر عظیم احسان فرمایا آمین

غلام رسول رضوی

تقریر

مفسر قرآن علامۃ العصر، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد الہیسی مدظلہ
(بہاولپور)

شیعوہ فرقہ کے رد میں جامع کتاب لکھنے کا پروگرام فقہ الہیسی نے اس وقت بنایا جب
سنی کالافنس ٹوبہ بیک سنگھ دارالسلام کی ایک نجی مجلس میں قرآن اسلام والفت حضرت
عابد قر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے ذمہ داری لے کر کاش کوئی مدیدان ہوتا جو شیعوہ
ذہب کے ایک ایک عقیدہ اور مسئلہ کی قلعی کھولے۔ اس کے بعد اگرچہ میری چند کتب
اس میں وضاحت پر منظر عام پر آئے مگر انہوں نے فقہ اپنے پروگرام میں کلی طور
پر عیاں نہ ہو سکا اور نہ حضرت خواجہ کی دلی تمنا برآئی۔

لیکن شیعوہ ذہب کے رد میں فقیر کی دیگر کتب کی اشاعت نہ ہونے پر اب کوئی
تعلیق نہیں، جب نہ ضل حیل شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی دامت برکاتہم
وآلہم و سلم جعفریہ کی تصنیف میں منہم پایا، اب یہ کمکتا ہوں کہ علامہ موصوف نے
نواب قر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو اور میرے پروگرام کی تکمیل کر دی ہے کہ نہ کہ
علامہ موصوف نے تحقیقی اور مفصل کتاب لکھی ہے کہ جس میں ایک ایک شیعوہ عقیدہ کے رد میں
درجہ ذیل شیعہ کتب سے حجتیں فرمائی ہیں، اس کتاب کے کچھ ابواب فقیر نے پڑھے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت علامہ
نے اپنے ہر دعویٰ و اثبات قرآن اور حدیث کتب شیعہ سے کیا ہے اور یہ اہلسنت کی ایک بڑی
خداست کو پرکھ دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کو اس کی جتنی بڑا اعطا فرمائے آمین۔

محمد فیض احمد الہیسی الرضوی خفر بہ (بہاولپور) ۱۴ شعبان ۱۴۳۷ھ

تقریظ مناظر اسلام مولانا عبدالنواب صدیقی اچھوی

اہل تشیع ایسا چالاک فرقہ ہے جو اسلام کا ببادہ اوڑھ کر شجر اسلام کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے۔ ہر دور میں علماء حق نے ان کی سرکوبی کئے لیے نعرہ جہاد بلند کیا۔ آج کے دور میں اس فرقہ نے کرو فریب کا نیا جال بچھایا ہے۔ اور طرح طرح کے جھوٹے دلائل سے عظمتِ صحابہ کو داغدار کرنا چاہا ہے۔

اہل سنت کی طرف سے ایک ایسی کتاب کا وجود جس نے آنا ضروری تھا جو شیعوں کی ایک دلیل کو لے کر اس کی تردید کرتی۔ اور فی الوقت ان کے نئے نئے دلائل کا منہ توڑ جواب پیش کرتی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد علی کاوازم دہلوی نے اس کتاب پر عظیم حسان ہے کہ انہوں نے یہ کچی پوری کر دی۔ اور ایک کے بجائے تین کتدیں تالیف فرمادیں جن کی جلدیں مجموعی طور سے ”مددیں۔ یقیناً یہ کتابیں علماء سے لے کر مناظرین تک سب کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی تعانیت کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ

محمد عبدالنواب صدیقی
فادم آستانہ عالیہ مناظر اعظم لاہور

تقریر

پیر طریقت شہباز شریعت حضرت علامہ الہی بخش لاہور

اُستاذ العلماء بنظر اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا الحاج

الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ العالیہ ناظم علی جامہ رسولی شہر ازیہ

جلال گنج لاہور کا وجود اس قحط الرجال کے دور میں علامے سلف کی ایک چلتی پھرتی تصویر ہے۔ آج سے چند سال چنیترا ہمارے تصور میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ قدرت ان سے ایک عظیم الشان کام لینے والی ہے۔ تباہ عالم کے مضعفات اور شواہد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ بعض اوقات بہت افراد مل کر ایک تاریخی کارنامہ سر انجام دیتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات فرد واحد ایک ایسا ممیہ العقول کا زنامہ سر انجام دے دیتا ہے۔ کہ بہت سے افراد مل کر بدلوں تک بھی وہ کام مکمل نہیں کر سکتے۔ اور اسی کارنامہ صدیوں تک زند و تابند رہتا ہے عقائد و مذاہب پر تحقیق و تدقیق کا سلسلہ شروع سے جاری ہے۔ بلکہ روز بروز وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔ اختلافات و اعتراضات کے دمار سے ہمیشہ بہتے بہتے ہیں۔ دلائل و براہین کے ساتھ ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ دلائل و براہین ہی کسی کی عظمت و شخصیت کا پتہ بتاتے ہیں۔ شیعوہ مذہب ابند اس سے ہی تشریح طلب رہا ہے۔ شیعوہ مذہب کا بانی کون تھا۔ اس کے عقائد و نظریات کیا تھے۔ اور پھر شیعوہ مذہب میں اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور رسول کی اولاد و ازواج اور صحابہ کرام کے متعلق جو شیعوہ لوگوں کی دہر پٹ عقائد تھے ان کے مذاہب میں جو بات فقط ان کی کتابوں سے ہی دیئے جاسکتے تھے ان میں عظیم کام لیے

ایک عظیم محقق کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے کلام علامہ موصوفؒ سے یہ نہایت متعقباتنا ساز
سے قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا اس درویش صفت انسان نے گوشہٴ تنہائی میں بیٹھ کر
کتابوں کی دنیا میں سفر کرنا شروع کیا عقل و فکر کے پیمانوں سے علم و حکمت کے خزانوں کی
تلاش شروع کی۔ نہایت کامیابی کے ساتھ قیمتی ذخائر کو تلاش کیا۔ شیعہ مذہب کی
عمارت کے بڑے بڑے ستونوں کو ان کی کتابوں سے اتنے مضبوط دلائل کے ساتھ
گراتے چلے گئے ہیں کہ شیعہ صاحبان بھی اگر دیانتداری سے اس کا مطالعہ کریں تو
انہیں فاضل مصنف کا احسان مند ہو کر اپنے عقائد و نظریات پر نظر ثانی کرنے کی
بنامیت پاکیزہ دعوت دی گئی ہے۔ تحفہ جعفریہ کی پانچ ————— عقائد جعفریہ کی
پچھ اور فقہ جعفریہ کی چار جلدیں ————— ہزاروں کتابوں کے
مطالعے سے بے نیاز کر دیتی ہیں یہ حقیقت بالکل سچا ہے کہ اس سے پہلے بھی
ایسی بڑی بڑی عظیم کوششیں کی گئیں۔ تحقیق کے بڑے بڑے خزانے زائل و غائب
اور تحفہ اشاعشریہ کی صورت میں ہمارے سامنے آئے۔ مگر مجھے یہ کہنے میں
کوئی باک نہیں ہے کہ میرے خیال کے مطابق کسی زمانہ میں بھی اتنی محقق اور مفصل کتاب
ردِ روا فض میں نہیں لکھی گئی! اور یقیناً کہتا ہوں کہ اگر آج حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب زندہ ہوتے تو یقیناً فاضل مصنف کو دعاوار
مبارک باد دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد علی صاحب
کو عمر راز فرمائے۔ ان کا سایہ اہل سنت و جماعت پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ اور ہم سب
کو ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

تأثرات مشائخ عظام شیخ العرب والعجم علامہ فضل الرحمن صاحب (مذیہ منورہ)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

والله اعلم بالصواب

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بِكَ رَحْلًا وَاحِدًا خَرَلَكَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَصَّنِي هَذِهِ الْأُمَّةَ الْمُحَمَّدِيَّةَ - بِالْعِلْمِ وَالْعَمَلِ
وَعَمَلِهَا مَرَجَعًا لِلْعِبَادِ - وَحِفْظًا لِلشَّرِيعَةِ الْمُطَهَّرَةِ مِنْ أَهْلِ
الرَّيْبِ وَالْعِصْيَانِ - وَتَوْعِيضًا إِلَى حَقِّهِ وَنِقَادِ - وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ
عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُولِهِ سَيِّدِنَا وَحَبِيبِنَا وَشَفِيعِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِصْطِفَاهُ مِنْ بَيْنِ سَائِرِ خَلْقِهِ وَرِسَالَتُهُ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ فَعَلَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَارِكْ قَامَ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ
وَعَبْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي - أَدْرِكُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي ثَلَاثًا - وَاصْطِفَاةُ
فَرَسَتِهِ وَصَحَابَةُ الْكُجُومِ - لِأَنَّ كَالشَّعْشَعِ - وَمِنْهُمْ مَنْ شَرَعَهُ اللَّهُ
بِرِيَادَةِ الْفَضْلِ وَالْمُرَامَةِ لِلْخُلَفَاءِ الرَّاسِدِينَ - وَبَاقِي الْعَشِيرَةِ
الْمُسِيرَةِ وَغَيْرِهِمْ - رَهْوَانِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أجمعين - وَبَعْدَ أَقْدِيمِ
سَيِّدِي الْخَيْرِ لِعَصْلَةِ الْأُسْتَاذِ الْكَبِيرِ فَدَوِّهِ السَّائِلِينَ زِيَادَةَ الْمُحَقِّقِينَ
وَالْمُدَقِّقِينَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَلَى حِفْظِهِ اللَّهُ عَلَى إِهْدَائِهِ الْكَلْبَ إِلَى الْعِلْمِ
وَضَعْفِهَا لِحُجْرَتِهِ هَذِهِ الْأَسْطَر - حَرَّاهُ اللَّهُ عَنِ وَعَنِ الْإِسْلَامِ وَالْمَدِينَةِ
حَدِّ الْحَرِّ - إِيحَى مَدِطَالَمِي مَوَاطِنَهُ الَّذِي دَلَّهَا مِنْ عَدُوِّهِ
وَأَسْمَعْنِي قَرَارَهُ بَعْضُ الْمُحِبِّينَ مِنْ أَحِبَّائِهِ مُنْقَرَعَةً مِنْ كِتَابَةِ [سَعْدِ
مَدِينَتِ الْمَرْوَةِ لِعَمَّانْدِ الْخِدْمَةِ مَرَّةً] وَكَلَّدَ التَّجَمُّعَ الْجَمْعِيَّةَ مِنَ الْمَوْلَدِ
الْأَوَّلِ وَالْمَوْلَدِ الثَّانِي

وَعَمَّانِ عَمَّانِهِمُ الْعَاسِدِ



سنة ربيع ثانی
محرم الحرام
فیصل الرحمن بن محمد بن شیخ الإسلام القادری
فلقد لعزیز السعودی من ۹۲-۹۱-۹۰-۸۹

والجمعة أن فضيلته يشعق السطر والتعدي في مثل محموداته
الصحة التمنية في سبل إخراج هذه المجموعة الليرة السالف رزها
والقوى عال - لأنها دائرية معارف رسته - في مؤلفاته التمنية المولاه
والى جعلها سهلة التناول - لكل من بشره الله لمعرفه ربه الخبير
وسنة يته الماردى الى أعم سبل - وقد أكرت في صحبه احليل
عده الحمه العظمه - والإحسان العميق - بما يند من شهر رطل
ويغنى حبيب في تحصى مسروعه الذى هو الأول من نوعه بهذا التمه
الذخيرة - وما يويه ورثه في كل باب منها من فصول وصور - رى
رثه من آيات قرآنية كريمة - أدرجه في عبارات لطيفة مستفيدة من
أكار العلماء في بيان فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
وما حب في حفهم من حشبي الإعتقاد - ولزوم سبل السداد -
وإن أحسن القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
وإدراج له وذريته - فمدبرك من التفاق - ومن ذكرهم بنسب
مجموع غير سبل ومن المعلوم أن فضل النبي صلى الله عليه وسلم
سار منه في فضل أصحابه - الذى هو مقتضى عن فعله - فلذلك
الذرية الظاهرة فضلهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم
وهذا يتضح أن أصل الفضل - فضل الذرية - وفضل الصغار
هو رسول الله صلى الله عليه وسلم - وهما فرق من أصل واحد



سنة ۱۴۰۶ هـ

فصل الأربعين في شرح الدين القاري

هذا الكتاب المشهور - ص ۹۰ -

فمنها حصل لأحد هما من مدح أو ذم - لأنه أن يتعدى على الآخر
فصله الثاني على من فرق بولد بعضهم - وفعارات الغض
وإن عادي أحدهما لم يتفعه بولد الآخر وكان عدو الله
ورسوله - وأعوذ فأقول لقد خُفِيت مؤلفات وصلته -
من نسبي جميل - وفرت مدح - علاوة على ما حظي به
من تمارير جهالة العام والدس - وتقدير المنسايح والعلماء
العالمين وقدش فصله المؤلف ماورد من دلالة الواضحة
أن خبر هذه الأمة بعد نبينا أبو تار الصدوق ثم عمر القاري
ثم عثمان بن عثمان ثم أسد الله على ابن أبي طالب ثم من بعد
الثلاثة أصحاب السور الخمسة مرصوا الله عليهم أجمعين
هد ما ظهر على قلب وجري به لسان - حررته وقت السحر
وأما مشر كما أمانة عليه من التسلسل الذهبية المأثر
إلى هنا - وهكذا يكون العلم والعمل يتعاضد وجه الله ورضوانه
أسأل الله الكريم رب العرش العظيم أن يبارك في امرئ - و
أن يحزله المنيعة - بحضرة فضله وكرمه وحنانه في جميع الدعا
وصلى الله على سيدنا محمد وآله الطيبين وعلى آله وأصحابه الطاهرين

حرر في ۱۲ - ۱۱ - ۱۴۰۶ هـ
مؤلفه ۱۷ - ۱۱ - ۱۴۰۶ هـ
محل الرجوع فصله الشيخ
صاحب الدين القاري الملقب
فصله المبرور
عفا الله عنه

ترجمہ تاثرات

شیخ العرب والعجم عُمدة الاتقياء مہربان مہمانان مصطفیٰ علیہ التیجۃ والثنا

علامہ محمد فضل الرحمن رحمۃ اللہ علیہ

نخلف الرشید شیخ الشیوخ حضرت مولینا ضیاء الدین حسار حمۃ اللہ علیہ ساکن

مدینہ شریف - زادہا اللہ شرفا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو ہدایت فرما دے تو یہ تیرے حق میں سرخ رنگ کے جالندوں کے حاصل ہونے سے کہیں بہتر ہے (یعنی یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑی ہے)۔
تمام ترخریاں اس اللہ پاک کے لیے کہ جس نے اُمت محمدیہ کو باعمل علماء کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور انہیں عام لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا اور شریعت مقدسہ پر گمراہ اور اس کے دشمنوں کے گمراہ حلقوں کے خلاف ممانعت کی کہ کھڑے ہوئے اور انہیں شریعت پاک کی مخالفت کھڑے کھوٹے کی پر کھ کونے کی ذمہ داریاں سونپی۔

اور بے انتہا اللہ کی رحمتیں اور ان گنت سلام اس کے مخصوص بندے اور عظیم الشان رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوں جو ہم سب کے آقا و مہتمم

اور شفاعت فرمائیے والے میں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق اور حضرات انبیاء کرام سے ممتاز بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

”بیشک میں تم میں دو بھاری اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی عمرت یعنی اہل بیت۔ میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں“

یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی قرابت یعنی رشتہ داری کو تمام قاباتوں سے برگزیدہ فرمایا۔ اور آپ کے صحابہ کو ممتاز فرمایا جو ہدایت کے تابندہ ستارے ہیں، نہیں بلکہ روشن سورتج ہیں۔ اور ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے فیضیت اور کرامت میں حصہ وافر عطا فرمایا۔ جیسا کہ عفا کے راشدین، عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نازل ہو۔

بعد ازاں میں فاضل کبیر، استاد و عظیم، قزوینی، زبدۃ المتقین و ائمہ متین جناب مولانا محمد علی صاحب (اللہ اُن کی حفاظت فرمائے) کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ راقم المعروف کو اپنی تالیفات کردہ کتاب میں بطور ہدیہ عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور اسلام و مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔ میں نے اُن کی تالیفات میں سے شیعہ مذہب المعروف تحفہ جعفریہ کی پہلی اور دوسری جلد کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا اور کئی ایک جگہوں سے مجھے اپنے دوستوں سے سننے کا اتفاق ہوا۔ جن سے مذہب شیعہ کے فاسد عقیدوں کی ذیخ کئی کی گئی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل علامہ کی قیمتی منت اور اس عظیم مجموعہ کی تالیف اور تکمیل پر کی گئی اُن خشک منت لائق صد شکر اور احسان ہے اور حق تو یہ ہے کہ یوں کہا

جائے کہ ان کی کتابیں دینی علوم کا خزانہ ہیں اور ان سے متعدد کامل کرنا ہر اس شخص کے لیے بہت آسان کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دینِ نبی کی معرفت آسان کر دی ہو اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی سنتِ پاک کا سمجھنا آسان کر دیا ہو۔

میں نے مصنف موصوف کی شخصیت میں عظیم ہمت اور گہرا اخلاص پایا۔ جس کا ثبوت ان کی اس تصنیف کے بارے میں لگا تار شب بیداری اور ان تھک محنت سے ملتا ہے اور پھر مزید یہ کہ اس کتاب کی ترتیب اور تقسیم ابواب اور مسند کی علیحدہ فصل سے ملتا ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے قرآنی آیات کو بہ مناسب مقام کی زینت بنایا۔ صحابہ کرام کے فضائل کے سلسلہ میں اکابر علماء کی گراں قدر اور فیضی رساں عبارات اس کتاب میں درج کی اور ان حضرات کے ساتھ حسنِ اعتقاد کے سلسلہ میں جو تحریرات لازم تھیں انہیں کتاب کی رونق بنایا اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے متعلق جو عقائد کارستہ مستقیم تھا اُسے مضبوطی سے تھامنے کے لیے ضروری حوالہ جات سے کتاب و مزین کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، ازواج اور آپ کی آلِ پاک کے بارے میں اچھی گفتگو کا انداز اختیار کیا وہ شخص نفاق سے بچ گیا۔ اور جس شخص نے ان حضرات کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں وہ سیدھے راستے سے علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی فضیلت اور بزرگی ہی صحابہ کرام کی فضیلت اور بزرگی میں موجزن ہے۔ کیونکہ ان کی فضیلت آپ ہی کے شجرہ فضیلت کی شاخ ہے۔ اور یہی معاملہ آپ کی آلِ پاک میں موجود ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام اور آپ کی آلِ پاک کی فضیلت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ لہذا ان دونوں میں سے جس کی بھی تعریف یا مذمت کی گئی یقیناً وہ

دوسرے کو بھی شامل ہوگی سوائے اُن کی محنت اُس شخص پر کہ جس نے اُن میں سے بعض کے ساتھ دوستی اور دوسرے بعض کے ساتھ عداوت کر کے تفریق کی۔ تو اگر کسی نے اُن دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا تو اُسے دوسرے کی محبت ہرگز نفع نہ دے گی۔ اور وہ شخص اشد اور اُس کے رسول کا دشمن ہوگا۔

میں اپنے موضوع کی طرف واپس آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مصنف مذکور نے اپنی اس عظیم الشان تصنیف میں عبارت سلیس اور فن فصاحت اور بلاغت کے معیار کے مطابق لکھی علاوہ ازیں اس کتاب کی عظمت اُن تقاریر سے بھی عیاں ہے۔ جو علم و دین میں ممتاز علماء ہیں اور حضرات مشائخ کرام اور باہل علماء کی تعریفی تحریرات سے اس کتاب کی عظمت عیاں ہے اور اس تالیف کی فضیلت اس واضح دلیل سے بھی ظاہر ہے کہ حضور مدظلہ والسلام کے بعد آپ کی امت میں سب سے بہتر ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان ابن عفان پھر شیر خدا علی ابن طالب پھر اصحاب شوریہ ہیں۔

یہ چند کلمات جو میرے دل میں اُسے اور میری زبان سے ادا ہوئے میں نے انہیں سحری کے وقت قلم بند کیا اور میں اس سنہری تالیفات پر مطلع ہو کر انتہائی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اور اسی طرح علم و عمل اللہ تعالیٰ کو خوشنودی اور رضامندی کی تلاش کے لیے ہونا چاہیے۔ عرضِ عظیم کے مالک اللہ کریم سے میں مصنف کی عمر میں برکت کا طلب گار ہوں اور وہ خواست گزار ہوں کہ وہ اپنے محض فضل و کرم اور احسان سے انہیں ثواب جزیل عطا فرمائے یقیناً میرا رب دعا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے اور ہمارے آقا خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

الغنی الی اللہ تعالیٰ

فضل الرحمن بن فضیلہ الشیخ

ضیاء الدین القادری المدنی

تاثرات

پیر طریقت راہبر شریعت افتخار نقشبندیت
 قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین
 آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوالہ شریف (گو جرانوالہ)



اس خادم اہل بیت و صحابہ (واقف المحروف سید محمد باقر علی الکی دیرینہ تلمذ تھی جوئے
 محبان اہل بیت المعروف شیعہ فرقہ کی تردید میں ایک مفصل اور مام قہم کتاب ہونی چاہیے
 اس مقصد کے لیے میں نے چند بار علماء کی میٹنگ بلائی مگر کسی نے اس کام کی حامی
 نہ بھری۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے ہمارے آستانہ کے خادم علامہ محمد علی صاحب کو اس
 طرف متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے قلم سے تین ضخیم کتابیں تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ
 فقہ جعفریہ مضبوط تحریر میں آگئیں جن کی مجموعی طور پر گیارہ جلدیں ہیں۔ اس میں کسی شخص کو کوئی
 شک نہیں کرے گا۔ میں تحقیق کا انمول خزانہ ہے۔ میرے تاثرات ان کتابوں کے متعلق
 اس قدر شکر آمیز ہیں کہ لفظوں سے انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ میرا تو اپنے سب
 اراد مندوں کو حکم ہے کہ جس کے پاس بھی کچھ مالی گنجائش ہے وہ یہ کتابیں
 خریدے جو تمام علمائوں کو میرا یہی مشورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت قبول
 فرمائے اور ہمارے آستانہ کے روحانی اجداد کی شفاعت عطا فرمائے۔ آمین شہین
 سید محمد باقر علی شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ
 حضرت کیدیا نوالہ شریف (مجمع گو جرانوالہ)

تعارف مصنف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد
تخلیق کائنات کے ساتھ ہی خالق کائنات نے جب بنی آدم کو عزت و
شرافت کا تاج بخشا تو اسے پردہ عدم سے منصفہ شہود میں لاکر سطح زمین پر آباد فرمایا
پھر ہر دور و ہر عہد میں دینی امور کی رشد و ہدایت اور دنیوی ضروریات کی فلاح و بہبود
کا راستہ دکھانے کے لیے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام، عظیم المرتبت اولیاء کرام علیہم
الرحمۃ اور متبحر علمائے دین مبعوث و مقرر فرماتا رہا۔ ان عظیم ہستیوں نے نوع انسانی
کو صراطِ مستقیم کی تئیں و تبلیغ فرمائی اور انہیں شرک و کفر اور گمراہی کی بھیانک تاریکیوں سے
نکال کر ان کے سینوں کو نور علی نور اور معرفت خداوندی سے معمور فرمایا اور یہ حضرات صلاحیانِ حق
کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوئے۔

چودہ سال ہوئے، خلاقِ عالم نے سلسلہ نبوت تو اپنے محبوب خاتم النبیین صلی اللہ
علیہ وسلم پر ختم فرمادیا۔ جب سید کائنات ختمی مرتبت نے بظاہر دنیا سے پردہ فرمایا تو
اس وقت سے آج تک اولیاء اور علماء ہی ہیں جو پیامِ حق بندگانِ حق تک پہنچاتے
سب سے ہیں اور تاقیامت پہنچاتے رہیں گے۔ ان ہی عظیم عسینِ اُمت میں سے ایک استادِ اعلا
استاذی المحرم حضرت الحاج حافظ علامہ مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث
و ناظم اعلیٰ دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ ہلال گنج امیر روڈ لاہور ہیں۔ آپ بیک وقت
الادبیت کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک مجتہد عالمِ دین، حق گو مجاہد، شیریں لسانِ خطیب
ایک مہربان و متفق استاد اور اعلیٰ درجہ کے محدث ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد وسیکڑوں

ست بتاؤد ہے جو ملک کے طول و عرض میں ہر صے سے مسلک اہل السنۃ اجماعت کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ راقم الحروف بھی ان کے مجلس کے خوش چینوں میں سے ایک ادنیٰ سا غلام ہے۔

حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ، مذہبِ سنی، حنفی، بریلوی، مشرب، نقشبندی ہیں، ساکن لاہوری و مولد انجرائی ہیں۔

بقدر استاذی الحرم نے کم و بیش اسی سال تک، اردو اعلیٰ ضلع یا لکھنؤ کی مرکزی جامع مسجد شاہ جہاں میں فرائض خطابت انجام دیے۔ اس مسجد کی بنیاد حضرت امیر نعت قیام پیر سید جہاں علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمہ اللہ نے رکھی تھی۔ اس مسجد میں خطابت کے دوران عوام کے اجتماع کا یہ حال ہوتا تھا کہ جامع مسجد کے وسیع ہال اور صحن کے علاوہ گلیوں، بازاروں، دکانوں اور مکانوں کی چیتوں پر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا۔ جب آپ اپنی تقریریں قرآن مجید کی آیات اپنے مخصوص لہجہ میں تلاوت فرماتے تو مجمع جہوم جہوم اٹھتا تھا۔

پیدائش استاذی الحرم مولانا اسحاق محمد علی صاحب مدظلہ العالی ۱۹۳۳ء میں موضع حاجی محمد مضافات شہر لاہور میں تحصیل کماریاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں آپ کے والدین کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ خود فرماتے ہیں، ”جب میری عمر سات برس کی ہوئی اور کوشش بنی حال تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت تنگدستی کا دور دورہ تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ جو کہ ایک ولیہ کا مہر تھیں اور روزانہ ایک ہزار روکت نوافل ادا کرتی تھیں، نے محسوس فرمایا کہ ہم اپنی کفالت نہیں کر سکتے۔ لہذا فیصلہ فرمایا کہ اپنے بیٹے محمد علی کو کسی دینی مدرسہ میں داخل کرایا جائے تاکہ علم دین حاصل کریں اور اسی سبب اللہ تعالیٰ ہمارے دن پھیر دے۔ لہذا آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو پکڑ کر شریعت ضلع گجرات کے ایک مدرسہ میں داخل کروا دیا مگر مسموع سرپرستی

نہ ہونے کی وجہ سے آپ چار پانچ سال تک مختلف مدارس میں گھومتے رہے اور اس عرصہ میں صرف قرآن مجید نافرہ ہی ختم ہوا۔

بعد ازیں جب آپ گھر واپس تشریف لائے تو خیال کیا کہ اب کسی طرح والدین کی خدمت کرنی چاہیے گھر سے نکلے اور لاہور پہنچ کر ہر مہینہ پورہ کے قریب بھائی جہد چھاؤنی میں ملازم ہو گئے اور اس طرح بذریعہ ملازمت کچھ عرصہ تک والدین کی خدمت کرتے رہے۔ ۱۹۲۷ء میں جب تقسیم ہند ہوئی تو آپ واپس اپنے گاؤں حاجی محمد ضلع گجرات چلے آئے

تعلیم و تربیت | چونکہ والدہ محترمہ کا دلی ارادہ علم دین پڑھانے کا تھا اور آپ اکثر اوقات اس کی دعا بھی فرماتی رہتی تھیں۔ اسی نتیجہ تھا کہ آپ کے دل میں علم دین کے حصول کی تڑپ اس شدت سے پیدا ہوئی کہ جب آپ خیال فرماتے کہ ساری عمر یونیورسٹی گزر جائے گی، تو آنکھوں سے آنکھوں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ ایک دن والدہ صاحبہ سے اجازت چاہی تو انہوں نے خاموش بیٹے کی تحقیق فرمائی۔ کیوں کہ وہ جانتی تھیں کہ ان کے والد اور بھائی اجازت نہیں دینگے۔ اور پھر ایک دن آپ بلا کسی اطلاع کے گھر سے نکلے اور میانہ گوندل ضلع گجرات پہنچ گئے۔ وہاں ایک مسجد میں حافظ قاضی غلام مصطفیٰ صاحب پنن وال ضلع جہلم قرآن مجید حفظ کراتے تھے آپ بھی ان کے حلقہ درس میں داخل ہو گئے اور ایک سال میں پندرہ ہائے حفظ فرمائے۔ وقفہ ایک دن خیال آیا کہ نذر کا زمانہ ہے اور حالات معروض ہیں والدین کیسے نہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ ان کا بیٹا کیسے شہید ہو گیا ہے جس کی آج تک کوئی اطلاع نہیں آئی۔ لہذا آپ نے والدین کو ایک خط اپنی خیر و مافیست کے متعلق لکھا مگر اس میں اپنا پتہ درج نہ فرمایا۔ صرف یہ تحریر کیا کہ میں زندہ و سلامت ہوں اور بخیر و مافیست ہوں۔ فکوشش کی زحمت گوارہ نہ فرمائی۔ قرآن پاک مکمل حفظ کر کے خیر گھر واپس آجاء لگا

یہ خط جب پہنچا تو حقیقتاً والدین آپ کی زندگی سبایوں ہو چکے تھے۔ والدین آخر والدین ہوتے ہیں برداشت نہ کر سکے۔ خط پر موبہنا ڈپو کی مصروفیت کو والد صاحب وہاں پہنچ گئے اور تلاش کرتے کرتے میاں گوندل تشریف لے آئے اور ملاقات ہوئی تو گھلے لگا کر بہت دیر سے لندا واپس گھر لے آئے۔

چند دن گھر پر گزارنے کے بعد پھر وہی اشتیاق حصول علم موجزن ہوا۔ آپ پھر بھاگے اور موضع گوہر مضافات منڈی بہاؤ الدین پہنچے۔ وہاں آپ کو ایک نایت ہی مہربان اور تجربہ کار استاد مل گئے جن کا اسم گرامی حافظ فتح محمد صاحب تھا۔ وہ آپ کو اپنے مدرسہ اجروال لے گئے اور بڑی محنت و جانفشانی سے قرآن مجید مکمل کرایا۔ قرآن حکیم مکمل حفظ کرنے کے بعد آپ گھر تشریف لے آئے۔

میلان مع کو دیہکتے ہوئے گھر والوں نے مزید علوم دینیہ حاصل کرنے کی اجازت سے دی اور آپ دارالعلوم جامعہ محمدیہ بھکھی شریف ضلع گجرات میں داخل ہو گئے۔ دارالعلوم کے شیخ الحدیث اور ناظم اعلیٰ علامۃ العصر جامع العقول و المنقول حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب نے بڑی شفقت فرمائی اور آپ کو حضرت مولانا علامہ بشیر احمد سرگودھی مرحوم کے سپرد فرمادیا۔ انہوں نے آپ کو قافیہ کیمرالی، نحو میر اور شرح مائۃ عامل وغیرہ ابتدائی کتب پڑھائیں۔

تلاشِ مرشدِ کامل | دورانِ تعلیم مرشدِ کامل کی تلاش ذہن میں آئی تو اپنے اتادِ مکرم حضرت علامہ مولانا حافظ محمد سید احمد صاحب خطیب اعظم

علی پور چٹھہ کی معیت میں آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف حاضر ہوئے۔ راج علیا کی قیادۃ العارفین قبلہ پیر سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیز، اکمل و اعظم خلیفہ مجاز، سلطان العارفین، قطب زماں، اعلیٰ حضرت قبلہ میاں بشیر محمد صاحب شرق پوری رحمہ اللہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا "آپ حافظ قرآن ہیں" پھر جواب سے پہلے خود ہی

فرمایا: "ہاں آپ حافظ قرآن تریں" پھر فرمانے لگے "آپ کس لیے آئے ہیں؟" آپ نے عرض کی حضور! اللہ اللہ! یہ کہنے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت خواجہ پیر سید نور الحسن رحمہ اللہ بنادی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ پہلے بھی ایک دفعہ یہاں آئے تھے۔ آپ نے عرض کیا ہاں حضور! حاضر ہوا تھا۔ حضرت صاحب کے اس عارفانہ کلام کا دل پر نہایت گہرا اثر ہوا۔ اس واقعہ یہ تھا کہ جب آپ آجروال میں قرآن مجید حفظ کر رہے تھے تو اس گاؤں کا ایک چوہدری شیر محمد راجہ آپ کو ساتھ لے کر حضرت کیڈنا نوالہ شریف حاضر ہوا تھا اسلئے میں دوران گفتگو چوہدری صاحب نے آپ سے پوچھا کہ حافظ صاحب! بھلا مرشد کیا ہونا چاہیے؟ آپ نے فرمایا کہ ایسا جسے کم از کم اتنی خبر ہو کہ کوئی آنے والا عقیدت سے آ رہا ہے۔ جب یہ دونوں صاحب حاضر بارگاہ ہوئے تو جمعہ شریف کا دن تھا۔ حضرت صاحب غلطہ کے لیے ممبر پر رونق افروز ہوئے۔ آیت قرآنی۔ ہوالذی ارسل رسولہ بالہدی الخ تلاوت فرمائی۔ دوران تقریر آپ نے فرمایا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیروہ ہوتا ہے جسے خبر ہو کہ مرید آ رہا ہے مگر دوستو! آزمائش اچھی بات نہیں ہوتی۔ ظنوا المؤمنین خیرا (مومنوں کے متعلق حُسن ظن رکھو) حدیث پاک پڑھی اور وعظ ختم فرمایا۔ غلطہ کے اختتام پر اشارہ فرمایا کہ اسے یعنی آپ کے ساتھی کو پیچھے کر دو کیوں کہ چوہدری صاحب وارثی منہ سے تھے۔

اگلی صبح اجازتیں ملنے لگیں۔ سب لوگ اجازتیں لے لے کر رہا رہے تھے سب سے آخر میں آپ کی باری آئی تو حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جو لوگ رہ گئے ہیں ان کو کہہ دو! چلے جائیں۔ میری طبیعت خراب ہے۔ پھر کبھی آجائیں۔ اس طرح قبلہ اساذی المکرم کے دل میں یہ بات راسخ ہو گئی۔ شیخ کامل یہی ہیں اور بہر صورت ان سے اکتساب فیض کرنا چاہیے لیکن حضرت قبلہ عالم نے بڑی کوشش کے بعد قبول فرمایا اور اپنے معلقہ ارادت میں داخل کیا۔ پھر فرمانے لگے کہ حافظ صاحب! کون کون نہ کیا کرو ہمہ

پڑھا کرو، پھر سبق یاد کیا کرو۔ برکت ہوگی۔ اصل بات یہ تھی کہ جن دونوں حضرات اتاذی المکرم
 قاتلہ کچھ کھسوالی پڑھتے تھے تو رات کو اٹھ کر صرف کی گردانیں منہ بند کر کے ناک کے راستہ
 دہرایا کرتے تھے جس کو حضرت شیخؒ نے ”کوں کوں“ سے تعبیر فرمایا۔ یہ آپؒ کا کشف
 بالمعنی تھا۔ اس کے بعد حضرت قبلہؒ نے فرمایا ”حافظ صاحب! جلدی ”گھٹی“ مارنا“ یعنی
 جلدی آنا۔ آپؒ اگلے جمعہ تیس میل پیدل چل کر دو گاہہ شیخ پر پہنچے تو حضرت شیخؒ نے
 آپؒ کا وظیفہ مکمل فرمادیا اور یہی فرمایا ”حافظ صاحب! اب کی بار بہت جلدی ”گھٹی“
 مارنا“ یعنی بہت جلدی آنا۔

استاذی المکرم نے اگلے جمعہ کو حاضر ہونے کا ارادہ کیا مگر اس سے پہلے ہی
 حضرت شیخ کیلانی اس دار فانی سے پردہ فرما گئے۔ یہ سارا واقعہ حوت بحوث قتبہ
 استاذی المکرم نے خوب بیان فرمایا۔

تکمیل علم بعد ازاں استاذ گرامی حضرت مولانا علامہ محمد علی صاحب تہذیب العالی دارالعلوم
 حذب۔ حنف بابوریہ داخل ہوئے اور بحر العلوم ات ذاللا ساتھ جامع معقول و
 منقول علامہ زمان حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی فیصل آبادی کے سامنے
 زانوئے تلمذ تہ کیا۔ حضرت مولانا قبلہ رضوی صاحب نے نہایت جانفشانی بکمال محنت
 و شفقت سے پڑھایا اور آپؒ نے انہیں سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ استاذی المکرم
 اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جتنی محنت اور محبت میرے ساتھ قتبہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب
 نے فرمائی ہے اس کی شاید ہی کیس مثال مل سکتی ہو۔

علیم درسیہ سے فراغت کے بعد آپؒ نے اور فیل کالج لاہور سے نمایاں
 حیثیت سے فاضل عربی کا امتحان پاس فرمایا پھر حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب
 رضوی کی وساطت سے محدث اعظم پاکستان حضرت قبلہ مولانا علامہ سر دار احمد صاحب
 قدس سرہ العزیز سے اکتساب حدیث کے بعد سند حدیث حاصل کی۔

۱۹۶۳ء میں ہلال گنج امیر روڈ لاہور میں ایک قطعہ زمین خرید کر ایک دارالعلوم کا قیام دینی امور کی بنیاد رکھی اور اپنے محکم و محترم استاد قبلہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی دام ظلہ العالی کے نام نامی کی نسبت سے اس ادارہ کا نام دارالعلوم جامعہ مولانا شیرازیہ رضویہ تجویز فرمایا۔ اس وقت اس دارالعلوم میں شعبہ حفظ القرآن تجوید و قرأت، اور کس نظامی، دورہ حدیث اور دورہ تفسیر القرآن نہایت محنت اور جالتاً سے پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ آپ کی مساعی جیلہ کا ہی نتیجہ ہے کہ وہ دارالعلوم جس کا اجراء ایک چوٹی سی کنیا سے ہوا تھا۔ آج ایک عظیم الشان بلند و بالا عمارت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ دینی طلباء کے لیے ہر قسم کے قیام و طعام کا تسلی بخش انتظام کیا گیا ہے اور سینکڑوں اندرونی و بیرونی طالبان دین متین اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

ادارہ بنو ز تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ دُعا ہے خدائے ذوالجلال اپنے حبیب باکمال کے حبیب اس دارالعلوم کو دن و گنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور نشانِ نبی کے لیے چمڑ علم و عرفان بنائے سکھے آمین۔

والدین | استاذ محترم مصنف کتاب ہذا کے والد گرامی جناب غلام محمد صاحب اگرچہ دینی علوم سے شناسا نہ تھے۔ مہم ہر دریات دین کو خوب سمجھتے تھے اور اپنے دور کے قطب کامل قدوة السالکین حضرت عبد خواجہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ مجاز اعلیٰ حضرت قبلہ عالم خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ سے ان کا روحانی تعلق تھا۔ وہ ایک پرہیزگار شب زندہ دار خوب خدا میں چشم گریاں رکھنے والے اور یاد خدا میں ہمہ وقت مشغول قلب کے مالک تھے۔ ان کا معمول تھا کہ آدمی رات کے بعد بستر سے اٹک ہو جاتے اور بقیہ رات سربسود گزار دیتے۔ اور ان کے نالہ نیم شبی کی دنگل از آواز رات کے سکوت کا جگر پاش پاش کر دیتی تھی۔ گھر والے انہیں دیکھتے کہ وہ اندھیری رات میں سرسبد سے میں دکھ کر زار و قطار رو

رہے ہیں۔ یقیناً وہ ایک جنتی انسان تھے۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لَا يَلِجُ النَّكَارَ رَجُلٌ
بَعِيٌّ مِنْ خَشِيَةِ
اللّٰهُ حَتَّى يَعُوذَ الْكَافِرُ،
فِي الصَّرِيعِ۔
وہ شخص دوزخ میں داخل نہ ہوگا
جو اللہ کے خوف سے روئے۔
تا آنکہ دوزخ واپس جہنم میں
چلا جائے۔

ان کا معمول تھا کہ وہ رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز مسجد میں جا کر ادا کرتے۔ اللہ نے انہیں بڑی دگداز آواز بھی دی تھی۔ تو جب وہ تہجد کے بعد یاد خدا اور خشیت الہی پر مشتمل اشعار اپنی جان گداز آواز میں پڑھتے اور ساتھ آہنی کرتے تو اس پاس کے مکانات والے لوگ بھی اس واضح آواز کو سنا کرتے۔ اور یہ سلسلہ تادم سحر جاری رہتا۔ مصنف علام نے بھی چونکہ اسی ماحول میں تربیت پائی تھی تو ان پر بھی اس کا گہرا اثر ہوا اور ہم نے ان کے شبانہ معمولات کو بھی اسی رنگ میں ڈھلا ہوا دیکھا ہے بلکہ آپ کے اکثر تلامذہ اور اولاد میں بھی تہجد کے لیے رات کے کچھلے پہر بیدار ہونے کی عادت موجود ہے۔

اسی طرح مصنف غلام کی والدہ ماجدہ کا حال بھی اس سے فزوں تر ہے۔

عالم شباب ہی میں خانوادہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک معمر اور از حد پرہیزگار خاتون فاطمہ بی بی رحمہا اللہ ساکنہ موضع بانیاں گجرات سے ان کا تعلق قائم ہوا۔ اور اس کا یہ فوری اثر ہوا کہ انہوں نے مسلسل تین سال اندھیری کو ٹھہری میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے گزار دینے۔

پھر ان کی ساری عمر ترک دنیا میں گزری۔ کبھی نیا کپڑا نہ پہنا۔ البتہ جو پوشش بھی زیب تن کیا وہ اُجھلا اور پاکیزہ ہوتا۔ روزانہ غسل کرنا ان کا معمول تھا۔ آپ کی والدہ حد سے زیادہ دریا دل اور سنجیدہ تھیں۔ جو ہاتھ میں آیا راہ خدا میں لوٹا دیا۔ عبادت کا یہ حال تھا کہ

چوبیس گھنٹوں میں تقریباً بارہ سو تک نوافل ادا کیا کرتیں۔ انہوں نے تقریباً سو سال عمر پائی اور وفات سے چند روز قبل تک یہی معمول رہا کہ کھڑے ہو کر رات بھر عبادت میں گزار دیتیں۔ اور ہزار سے بارہ سو تک نوافل ادا کرتیں۔

جب مصنف علام نے لاہور میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ ر ہلال گنج لاہور قائم کیا اور قرآن و حدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا تو آپ کی والدہ تقریباً ۱۹۷۳ء میں آپ کے پاس لاہور آ گئیں۔ پھر ہم نے خود دیکھا ہے کہ وہ طلباء و جامعہ سے قرآن کریم کا ثواب جمع کرتیں اور روزانہ تقریباً پانچ سے دس تک قرآن کریم جمع ہو جاتے اور وہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ختم شریف دلاتیں۔ روزانہ پھل وغیرہ تقسیم کرتیں۔ حتیٰ کہ "مامی گیارھویں والی" ان کا نام پڑ گیا۔ طلباء جامعہ سے از حد شفقت کیا کرتیں۔ جس سے قرآن کا ثواب یقیناً اسے کچھ نوازا بھی کرتیں۔ آج جب دادی اماں کی شفقتیں یاد آتی ہیں تو آنکھ پر نم ہو جاتی ہے۔

ان کی وفات کا یہ عالم ہے کہ نماز ظہر کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت مصنف کو ہاتھ کے اشارہ سے بلایا اور طلباء میں پیسے تقسیم کرنے کا اشارہ کیا پھر نفاہت کی وجہ سے لیٹے ہوئے نماز ادا کرنا شروع کی۔ ہاتھ اٹھا کر سینے پر باندھے اور ساتھ ہی روح نفس حقصری سے پڑا ذکر لگتی۔ سن وصال ۱۹۸۳ء ہے۔

وصال کے بعد جب انہیں نہلانے کا وقت آیا مشہور واقعہ ہے کہ خاندان کی عزتوں نے جو ہنار ہی تھیں محسوس کیا کہ دادی اماں کا دل دھڑک رہا ہے۔ انہیں خطرہ لاحق ہو گیا کہ دادی اماں کہیں زندہ تو نہیں مگر آپ تو واقعی وصال فرما چکی تھیں۔ مگر وہ ان کا قلب ذکر تھا جو ہنوز مصروف ذکر خدا تھا۔ لاہور چوہدری کے قریب میانہ قریبستان میں ان کا مزار پر انوار ہے۔ ان کے وصال پر انہیں ایثار ثواب کے لیے قرآن کریم کا اسی قدر ثواب جمع ہوا کہ حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی قبر کی ہر اینٹ کے عوض

ایک حُرّان پڑھا گیا ہے۔ قبر کی مدّشیں تقریباً ایک ہزار تھیں۔

اس پر ہینرگارا و شب زندہ دار مال کی تربیت کا استاد گرامی حضرت مصنف کے قلب و باطن پر واضح اور گہرا اثر دیکھنے میں آیا ہے۔

حضرت مصنف کے خاندان میں اور بھی کئی ایسے کالی لوگ گزرے ہیں۔ چنانچہ استاد گرامی کے ارشاد کے مطابق ان کی ساس صاحبہ ایک ولیہ کاملہ تھیں ان کی وفات پر انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ سحری کا وقت تھا کہ وہ اچانک زور زور سے پکارنے لگیں کہ سبحان اللہ سبحان اللہ وہ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی لگی کے موڑ سے نمودار ہو کر تشریف لارہے ہیں۔ اور مجھے فرما رہے ہیں۔ صر

عزت نوریاں تھیں و دھپا دیں بے ساڈے دل آویں۔

پھر عالم بے ہوشی میں ہی مصرعہ ان کا ورد زبان رہا اور چند دن بعد ان کا وصال ہو گیا۔ تب ان کے وصال کے بعد حضرت مصنف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مذکورہ مصرعہ کے ساتھ شعر کو مکمل کرتے ہوئے یوں دوسرا مصرعہ ملایا۔

عزت نوریاں تھیں و دھپا دیں بے ساڈے دل آویں

جنت دے دروازے کھلے کیوں دیراں مہن لاویں

آپ کی اولاد میں سے سب بڑے بیٹے مولانا قاری حافظ محمد طیب

اولاد صاحب ہیں۔ جو ایک مستند عالم دین۔ فاضل علوم دینیہ فاضل قرأت

سبعہ اور فاضل عربی ہیں۔ اور متعدد ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے چند ایک

کے یہ نام ہیں

۱۔ ترجمہ الریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرہ چار جلدوں میں (عشرہ مبشرہ صحابہؓ

کے مناقب و محامد پر مشتمل حضرت محب طبری رحمۃ اللہ کی مشہور آفاق کتاب

کار و توجہ)

۲۔ شرح الشاطبیہ دو جلدوں میں (قرائتِ سبعہ کے متعلق امام شاطبی رحمہ اللہ کی مشہور زمانہ کتاب جسے قصیدہ لامیہ بھی کہتے ہیں کا ترجمہ و تشریح)۔

۳۔ الدعا بعد مسلوٰۃ الجنائزہ۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کے حوازی پر قرآن و حدیث کے دلائل کا بیش بہا خزینہ جو ۲۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۔ جشن میلاد قرآن و حدیث میں۔ حوازی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مین سو سے زائد صفحات پر مشتمل قرآن و حدیث کے دلائل کا انمول مجموعہ۔

مولانا محمد لیب صاحب آج کل انگلینڈ میں تبلیغِ دین کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں ان کی تقریر و تحریر میں حضرت مصنف کا اندازِ بیان اور زورِ استدلال نمایاں جھلکتا نظر آتا ہے۔

مولانا محمد لیب صاحب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا حافظ رضائے مصطفیٰ اور حافظ احمد رضا حفظہ قرآن کے بعد درسِ نظامی میں زیرِ تعلیم ہیں۔ جبکہ مولانا حافظ رضائے مصطفیٰ موم درسیہ کے آخری سال میں زیرِ تعلیم ہونے کے ساتھ ایک منجھے ہوئے اور شیریں لسان مقرر بھی ہیں۔ سب سے چھوٹے صاحبزادے حافظ محمد رضا قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔ حضرت مصنف کی چھوٹی صاحبزادی بھی قرآن کریم کی حافظہ ہیں۔ خدا اس گلشنِ علم کو ہمیشہ پربہار رکھے۔

اولاد کی تربیت و تعلیم کے انداز بھی بتلا رہے کہ حضرت مصنف گہرا دینی شغف رکھتے ہیں اور اپنی اولاد کو اپنا سچا جانشین بنا چاہتے ہیں۔ جبکہ موجودہ دور کے علماء میں یہ جذبہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑا قومی المیہ ہے کہ جلیل القدر علماء کی اولاد علمِ دین سے نا آشنا نظر آتی ہے۔ ایسے دور میں حضرت مصنف کا وجود علماء کے لیے قابلِ تقلید ہے۔

اخلاق و عادات | حضرت مصنف جہاں انگنت خوبیوں کے مالک ہیں۔ وہاں ان کی ایک بڑی قابلِ عمل اور قابلِ تقلید

صفت والدین اور اساتذہ کبے پایاں احترام و اطاعت بھی ہے۔ استاد محترم کو جس قدر ہم نے اپنے اساتذہ کے سامنے موڈب اور سراپا احترام پایا ہے اس کی مثال کم ہی نظر آتی ہے۔ جبکہ والدین کے لیے حق اطاعت کی بجا آوری اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ آپ ہر جمعرات کو جامعہ کے طلباء سمیت اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے جاتے ہیں۔ اور پورا قرآن کریم ختم کر کے ایصال ثواب کرتے ہیں، علاوہ ازیں سارا ہفتہ طلباء سے ثواب جمع کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر جمعرات کو قبر انور پر اسے کرہ ایک قرآن کریم جمع ہو جاتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و اولیاء اور مسلمین مرحومین خصوصاً والدہ ماجدہ کا ختم شریف دلاتے ہیں۔ زندگی میں والدہ کا جو وظیفہ مقرر کیا تھا وہ اب بھی اسی طرح اپنی کاپی میں درج کرتے ہیں۔ بلکہ جیسے جیسے ہنگامی بڑھتی ہے اور گھروالوں کا خرچہ بڑھاتے ہیں۔ والدہ ماجدہ کا بھی خرچہ بڑھاتے ہیں۔ جو طلباء پر خرچ کرتے ہیں جیسے کہ والدہ خرچ کیا کرتی تھی اور اس کا ثواب والدہ کو پہنچاتے ہیں۔

دوسری بڑی خوبی اور اعلیٰ ترین صفت عشقِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو آپ کو بار بار کشاں کشاں مدینہ طیبہ لے جاتا ہے اور اب تک آپ سات مرتبہ دربار رسالتِ مہتاب صلی اللہ علیہ وسلم پر عافری کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ اور ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں۔ کہ وہ گھر ہی آئے کہ آنکھیں روضہ رسول کے دیدار سے ٹھنڈی ہو جائیں یوں تو حضرت مصنف کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں سے

چند حید تلامذہ

کر رہے ہیں۔ تاہم ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی بطور مشتے از خروابے صحت ذیل میں

۱۔ حضرت علامہ مولانا محمد امجد صاحب آف گجرات پچالیہ۔ جو آج کل لاہور

بال گنج میں خطیب اور جامعہ شہر قیوم شریف ضلع شیخوپورہ میں شعبہ درس نظامی

میں صد مدرس ہیں۔

۲۔ مولانا علامہ محمد وسعت صاحب کوہی۔ جو انگلینڈ کے شہر کاونٹری میں حضرت علامہ مولانا عبدالوہاب صدیقی خلیف الرشید مناظر اعظم حضرت مولانا محمد عمر اچھر وی کے قائم کردہ علوم اسلامیہ کے مشہور مرکز جامعہ اسلامیہ میں شعبہ درس نظامی میں صد مدرس ہیں۔

۳۔ مولانا قاری محمد برغزدار صاحب مہتمم جامعہ کریمہ جلال گنج لاہور رب فاضل مدرس نظامی ہونے کے ساتھ قرأت سبہ عشرہ کے جید اساتذہ میں سے ہیں۔ اور لاہور میں حفظ و قرأت کے ایک دقیق ادارہ جامعہ کریمہ کے مہتمم ہیں۔

۴۔ مولانا احمد علی صاحب مرزا پوری۔ بخشن پورہ شہر میں معروف تدریس ہیں۔
۵۔ حضرت مصنف کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا قاری حافظ محمد علی صاحب جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

۶۔ مولانا صوفی محمد نوس صاحب جو جامعہ دسویہ شیرازی میں حضرت مصنف کے زیر سایہ شعبہ درس نظامی میں معروف تدریس ہیں۔

اور فقیر خود بھی اسی گمشدہ کا ایک خوش چین ہے۔ فقیر نے حضرت مصنف کے سامنے زانو تلمذ کر کے درس نظامی کی تکمیل کے بعد آپ کی توجہ اور امانت سے فاضل عربی اور فاضل تنظیم مدارس کو کورس پاس کیا اور ایم اے تک عمومی علوم حاصل کئے اور اب آپ کی توجہ سے انگلینڈ میں معروف تبلیغ اسلام ہوں۔

خدا تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

احقر۔ حافظ محمد صابر علی صاحب رضوی ایم اے

خطیب مکہ مسجد بولٹن سٹی۔ انگلینڈ

وجہ تصنیف

از قلم مُصنّف

۱۹۵۴ء میں جامع مسجد مکہ ماحولان نزد چوک رنگ محل لاہور میں راقم کا بطور خطیب تقرر ہوا۔ قریب چوک نواب صاحب اندرون کوچی گیٹ لاہور میں اہل تشیع کا عرصہ سے بہت بڑا گڑھ بنے۔ اس وجہ سے کافی عرصہ تک اس فرقہ کے لوگوں سے مدِ بیڑ رہی اور اکثر اوقات ان سے بحث و مباحثہ بھی ہوا۔ ۱۹۵۷ء میں خدائے کریم نے حرمین شریفین کی زیارت نصیب فرمائی۔ سفر چوں کہ خوشی کا تھا اس لیے واپسی پر راستہ ایران تھی۔ واپس آتے ہوئے ایران سے مذہب شیعہ کی معتبر کتب کثیر تعداد میں خریدیں۔ کافی عرصہ تک ان کتب کا بغور مطالعہ کیا۔ شانِ صحابہ اور مقاماتِ اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین، ان کے آپس میں تعلقات اور دیگر بہت سے مسائل کے بارے میں بڑا گراں مایہ مراد حاصل ہوا۔ اب تو اس بحث و مباحثہ میں مزید اضافہ ہو گیا اور ایک دفعہ تو اہل تشیع کے نامور مقرر و مناظر مولانا محمد اسماعیل شیعہ سے کٹرہ ولی شاہ میں محدثِ مناظرہ پیش آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح عطا فرمائی۔

اس کے بعد میرے ساتھی علمائے مجذہب شیعہ کے بارے میں ایک مفصل کتاب تحریر کرنے کی طرف توجہ دلائی اور پر زور مطالبہ کیا کہ میں اس عظیم بوجھ کو اٹھاؤں۔ ان کا کہنا تھا کہ شیعہ مذہب کی حقیقت و واقفیت سے بہت کم علماء واقفیت رکھتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا یہ ذہنی اور کتابی سرمایہ و ذخیرہ تمہارے تک ہی محدود رہے اور غنوق خدا اس کے غامدہ منظمہ سے محروم رہے مگر چوں کہ درس و تدریس کی ذمہ داریوں اور

اور العلوم کے انتظامی امداد کی وجہ سے لمحہ بھر کی بھی فرصت نہ تھی۔ غلظتِ انہ بارگاہوں کو اٹھانے کی ہمت نہ کر سکا۔

اسی دوران پھر زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینۃ الرسول علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں عاشقِ رسول پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، شیخِ العرب والعجم حضرت علامہ ضیاء الدین صاحبِ مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قدم بوسی سے مستفید و مستفیض ہوا۔ آپ نے میرے لیے بہت سی خصوصی دعائیں فرمائیں۔ پھر آپ کے تحت جگر نورِ نظر، عالمِ نبیل، فاضلِ جیل حضرت مولانا قبلہ فضل الرحمن صاحب مدظلہ العالی سے تعارف ہوا۔ تقریباً دو ماہ آپ کی رفاقت و صحبت میں مدینہ پاک گزارنے اور کوچہ بے محبوب کو آنکھوں میں بسانے کا موقع ملا۔ واپسی کے وقت جب انہی کی وساطت سے حضرت مولانا علامہ ضیاء الدین صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو حاضر ہوا تو باوجودیکہ آپ پر مرض کی شدت تھی پھر بھی میرے لیے آپ نے بہت سی دعائیں فرمائیں اور سب سے خصوصی دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے در اقام کو مفید کتب تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آخر میں اٹھتے وقت بڑی شفقت و عنایت کے ساتھ کچھ کتابیں اور اپنی دستارِ مبارک بطور یادگار عطا فرمائی۔ پاکستان پسینے پر اقام نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب ضرور ایک کتاب لکھوں گا۔ کیوں کہ جسے بڑے اولیاء اور علماء کی دعائیں میرے ساتھ ہیں۔ جب کتاب کی دو جلدیں لکھ چکا تو ان کا مسودہ لے کر آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف پیری و مرشدی جناب قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحبِ زیب و سجادہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف کی خدمت پاک میں حاضر ہوا۔ آپ نے دربارِ پاک کے سامنے بیٹھے بیٹھے ان کا اجمالی خاکہ ملاحظہ فرمایا اور خوشی سے جھوم اُٹھے۔ فرمایا مولوی صاحب! دعائیں تو پہلے ہی آپ کے لیے کہتے رہے ہیں مگر اب تو ہمیشہ آپ کے لیے خصوصی دعائیں کرتے رہیں گے اور اور حضرت قبلہ عالم کیلانی رحمہ اللہ کا سرسِ پاک جو آپ اپنے مدرسے میں سالانہ منفقہ کرتے

ہیں، اس میں ہمیشہ شریک ہوتے رہیں گے اور ان شار اللہ کبھی ناغہ نہیں ہوگا۔ یہ سب
 پچھ اس لیے ہے کہ آپ نے عظمت صحابہ، مقامات اہل بیت، شانِ غنائے راشدین
 اور ان حضرات کے آپس میں خوشگوار تعلقات کو بادلِ لائل واضح اور نمایاں کرنے کی کوشش
 رسمی فرمائی ہے اور معاندین کے اعتراضات کے منہ توڑ جوابات دیے ہیں اسیہ میری
 پرانی دلی تمنا تھی جس کو تم نے پورا کر دیا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ ہمارا ایمان ہے کہ مومن
 کو جو کچھ بھی فیض حاصل ہوتا ہے۔ سب صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے واسطہ و وسیلہ
 سے ہوتا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی کو بھی صحابہ کرام کے وسیلہ کے بغیر کچھ نہیں
 مل سکتا۔

تو جب میں نے قبلہ عام کے ان الفاظ کو سنا جو اپنے اپنی مقبول دعاؤں اور
 نیتیں وعدوں سے مجھ پر انعامات فرماتے تو میرا ایک عقدہ حل ہو گیا وہ یہ تھا کہ میرے دل
 میں بسا اوقات خیال پیدا ہوتا کہ اتنا مل اور مضبوط علمی ذخیرو مجھ ایسے نایاب تجربہ کار آدمی کے
 ہاتھوں کیسے جمع ہو گیا لیکن آج مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ پیری و مرشدی حضرت صاحب
 قبلہ کی پرانی دلی تمناؤں اور آپ کے روحانی تہفہات کا نتیجہ ہے۔

آخر میں فقیر بارگاہ ایزد متعال میں دست بدعا ہے کہ حضرت صاحب قبلہ کا روضہ
 یہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رہے اور آپ کے آستانہ عالیہ کی رُوح افزا براریں ہمیشہ
 پائندہ و تابندہ رہیں اور طالبانِ حق اس شہزادہ معرفت سے سیراب ہوتے رہیں۔ آمین

محمد علی عطار اللہ عزہ

خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلی نوالہ شریف دناغم و مستم جامعہ سولہ شیر ذیہ غفہ
 بلال گنج لاہور

فہرست مضامین

فقہ جعفریہ جلد اول

۵۲	باب اول تاریخ فقہ جعفریہ	۱
۶۱	فقہ جعفریہ کے ایک اہم ستون زرارہ کے فضائل	۲
۶۲	دوسرے ستون محمد بن مسلم کے فضائل	۲
۶۴	دوئوں کے مجموعی فضائل	۴
۶۶	شیعان علی کے ایک عظیم مجتہد اور راوی جابر بن یزید کا ذکر	۵
۶۹	فقہ جعفریہ کے بے اصل ہونے پر دلائل	۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۶۹	<u>دلیل اول:</u>	۷
۶۹	(شیعہ راویوں پر ائمہ اہل بیت کی پھٹکار)	۸
۶۹	زرارہ بن امین پر امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے لعنت کی	۹
۷۳	ابو بصیر لیث البختری کا امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے متعلق سوئے ظن۔	۱۰
۷۵	محمد بن مسلم کا مختصر خاکہ۔	۱۱
۷۶	برید بن معاویہ پر امام جعفر صادق نے لعنت کی۔	۱۲
۷۸	جابر بن یزید جعفی صرف ایک مرتبہ امام جعفر سے ملی سکا۔	۱۳
۸۱	ان چار پانچ کے علاوہ دیگر بہت سے ان کے ساتھی بھی وضعِ حدیث میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔	۱۴
۱۰۰	<u>دلیل دوم:</u>	۱۵
۱۰۰	(شیعہ عوام لاکھوں میں ہونے کے باوجود بقول ائمہ ناقابلِ اعتبار)	۱۶
۱۱۲	<u>دلیل سوم:</u>	۱۷
۱۱۲	(ائمہ ہمیشہ دین کو چھپانے کا حکم دیتے رہے۔)	۱۸
۱۱۹	<u>دلیل چہارم:</u>	۱۹
۱۱۹	(روایات کی صحت بقول قرآن ائمہ سے موافقت پر موقوف ہے اور قرآن تخریف شدہ ہے۔)	۲۰

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۲۶	ایک فریب اور اس کا جواب۔	۲۱
	مقام تعجب۔	۲۲
۱۳۷	باب دوم مسائل فقہ جعفریہ اور ان کا رد	۲۳
۱۳۹	کتاب الطہارۃ	۲۴
	پانی کے چند مسائل:	۲۵
	مسئلہ ۱:	۲۶
۱۴۰	ایک بڑے ٹکے میں کتے کے پیشاب وغیرہ کرنے سے پانی پاک رہتا ہے۔	۲۷
۱۴۲	ایک شبہ اور اس کا ازالہ۔	۲۸
۱۴۴	مسئلہ ۲:	۲۹
	کنوئیں میں ٹوکرا بھر نجاست پڑنے سے بھی کچھ حرج نہیں۔	۳۰
۱۴۸	مسئلہ ۳:	۳۱
	کنوئیں میں شراب غون اور خنزیر وغیرہ گر پڑیں تو صرف میں دل نکال دو۔	۳۲

صفحہ نمبر	مضمون	پر شمار
۱۴۹	مسئلہ ۴:	۳۳
۱۵۲	خنزیر کی کھال سے بنے ہوئے ڈول سے نکالا گیا پانی پاک ہے	۳۴
۱۵۲	مسئلہ ۵:	۳۵
۱۵۴	جس پانی سے استنجاء کیا گیا ہو وہ پانی پاک ہے۔	۳۶
۱۵۴	مسئلہ ۶:	۳۷
۱۵۶	استنجاء میں استعمال شدہ پانی کپڑے پر گر پڑے تو حرج نہیں	۳۸
۱۵۶	مسئلہ ۷:	۳۹
۱۶۱	تھوک سے استنجاء جائز ہے۔	۴۰
۱۶۱	مسئلہ ۸:	۴۱
۱۶۱	گرمے اور خچر کا بول اور لیزہ پاک نہیں ہے۔	۴۲
۱۶۱	مسئلہ ۹:	۴۳
۱۶۳	تھے زرد پانی اور کچیلو بھی پاک ہے۔	۴۴
۱۶۳	مسئلہ ۱۰:	۴۵
۱۶۳	رودی اور مذی بھی پاک ہے۔	۴۶
۱۶۳	مسئلہ ۱۱:	۴۷
۱۶۴	دورانِ نماز اگر مذی اور رودی بہہ کراٹریوں تک آجائے تو بھی نماز درود قائم ہے۔	۴۸
۱۶۴	مسئلہ ۱۲:	۴۹
	جنابت کے غسل میں استعمال شدہ پانی پاک ہے۔	۵۰

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	مسئلہ ۱۳:	۵۱
۱۶۹	ہوا خارج ہونے پر وضو اس وقت جاتا ہے جب اس کی آواز اُسے یا اس کی بوناک میں پہنچے۔	۵۲
۱۷۲	قابل توجہ:	۵۳
۱۸۱	سنیو نکھیں کھولو۔	۵۴
۱۸۳	نامی کا معنی سخی کیوں ہوا! اس کی تحقیق۔	۵۵
۱۹۰	شرمگاہ کے ستر کے کچھ مسائل	۵۶
۱۹۱	مسئلہ ۱۴:	۵۷
	ران کا پردہ نہیں۔	۵۸
۱۹۲	مسئلہ ۱۵:	۵۹
	۴۰۔ پردہ صرف قبل اور دبر کا ہے۔ اُن میں سے صرف قبل کا پردہ کرنا پڑتا ہے۔ دبر خود ہی پردے میں ہے۔	۶۰
	مسئلہ ۱۶:	۶۱
۱۹۳	۶۲۔ صرف قبل پر پردہ کافی ہے امام جعفر نے بھی اتنا ہی پردہ کیا ہے۔	۶۲

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۹۴	مسئلہ ۴:	۴۳
	قبل اور دُبر کا پردہ ہاتھ رکھنے سے ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ بیوی کا ہو۔	۴۴
۱۹۶	مسئلہ ۵:	۴۵
	شرمگاہ پر چرچا لپٹا لپٹا ہوا پردہ ہو جاتا ہے۔	۴۶
۲۰۳	فقہ جعفریہ میں وضوء اور غسل کے چہند مسائل	۴۷
۲۰۳	مسئلہ ۱:	۴۸
	عورت کی دُبر میں دُٹی کرنے سے نہ اس کا روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی غسل واجب ہوتا ہے۔	۴۹
۲۰۴	مسئلہ ۲:	۵۰
	اڑنے والے تمام جانوروں کی بیٹ پاک ہے۔ نیز حلال جانوروں اور چوپایوں کا گوشت اور پیشاب پاک ہے۔	۵۱
۲۰۹	مسئلہ ۳:	۵۲
	سجدۂ تلاوت کے لیے وضوء کی ضرورت نہیں۔	۵۳
۲۱۵	مسئلہ ۴:	۵۴
	خون اور پیپ وغیرہ سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔	۵۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۶	۱۰ ایک فریب اور اس کا ازار	۲۱۸
۷۷	تھوک اور دو قطرے سے استنجا ہوتا ہے۔	۲۲۰
۷۸	اپنے گھر کی خبر لیجئے۔	۲۲۲
۷۹	وضوء سے متعلقہ چند مباحث۔	۲۲۴
۸۰	وضوء میں پاؤں کا مسح نہیں دھونا واجب ہے۔	۲۲۴
۸۱	شیعوں کے ترجمہ قرآن کے مطابق بھی پاؤں دھونے کا حکم، مسح کا نہیں۔	۲۲۶
۸۲	قرآن کریم میں مسح کی حد بندی کہیں نہیں کی گئی تو اس آیت میں کیوں۔	۲۲۷
۸۳	ہر دور میں وضوء کے اندر پاؤں دھونے پر ہی علماء کا اتفاق رہا ہے اور پاؤں خشک رہنے پر بقول نبی جہنم کی وعید ہے۔	۲۲۹
۸۴	اہل تشیع کے وضوء کی ترتیب۔	۲۳۲
۸۵	اہل سنت کی ترتیب وضوء نبی اور علی والی ترتیب ہے۔	۲۳۳
۸۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضوء کی ابتداء ہاتھ دھوئے اور انتہاء پاؤں دھونے پر کرتے تھے۔	۲۳۶
۸۷	تقلید و آیات میں خیانت کا اعتراف	۲۳۷

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۴۱	اگر اہل سنت والی ترتیب وضو میں غلطی ہو جائے تو اسے دہر کرنا چاہیئے۔ امام جعفر صادق	۸۸
۲۴۵	فقہ جعفریہ میں پاکی اور ناپاکی کے چند مسائل	۸۹
۲۴۶	تھے یعنی الٹی میں نکلا ہوا مواد پاک ہے۔	۹۰
	غری اور ودی پاک ہے۔	۹۱
۲۴۷	بیگنی ہوئی ہندیا سے ”روسٹ“، چوہا برآمد ہو تو شور باگرد اور بوٹیاں کھاؤ۔	۹۲
۲۴۸	چوہا اور کتا اگر تیل یا گھی میں گر پڑے تو کچھ حرج نہیں۔	۹۳
۲۴۹	ہر جانور بلکہ سور بھی جب تک زندہ ہے پاک ہے۔	۹۴
۲۵۱	فقہ جعفریہ میں تیمم کے چند مسائل	۹۵
۲۵۱	منہ میں سے صرف پیشانی اور بازؤں میں سے صرف ہاتھوں کا تیمم کافی ہے۔	۹۶
۲۵۰	باب اذان	۹۷
۲۵۳	آذان میں سے زیادتی کرنے والا گناہ گار ہے۔	۹۸

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۷۰	شیعوں میں سے ایک نعمتی فرقہ مفوضہ نے اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ عَلَيْنَا الْخ کے الفاظ بڑھائے۔	۹-۹
۲۷۷	ایک اعتراض	۱۰۰
۲۸۰	بے وضوء جنبی اور سوار شخص بھی اذان دے سکتا ہے۔	۱۰۱
۲۸۳	کتاب الصلوٰۃ نماز کے متعلق فقہ جعفریہ کے چند مسائل	۱۰۲
۲۸۳	مسئلہ ۱:	۱۰۳
	دوران نماز بچے کو دودھ پلانے سے عورت کی نماز نہیں ٹوٹتی	۱۰۴
۲۸۶	مسئلہ ۲:	۱۰۵
	دوران نماز بیوی یا لونڈی کو سینے سے لگانا جائز ہے۔	۱۰۶
۲۸۸	مسئلہ ۳:	۱۰۷
	دوران نماز آکناسل سے دل بہلانا جائز ہے۔	۱۰۸
۲۹۰	مسئلہ ۴:	۱۰۹
	نجس ٹوپی اور موز پہننے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے۔	۱۱۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۱۱	حالتِ نماز میں سُنی پر نیت کرنا۔	۲۹۲
۱۱۲	نماز باجماعت کی تاکید اور اس کے ترک پر وعید اور اہل تشیع کا کردار	۳۰۲
۱۱۳	بے نماز گتے اور خنزیر سے بُرا ہے۔	۳۰۳
۱۱۴	ستر قرآن جلانے سے دفعہ بیت المہور کو مہوم کرنے اور ستر مرتبہ اپنی ماں سے جھگڑنے سے بھی ترک نماز کا گناہ زیادہ ہے۔	۳۱۳
۱۱۵	حضرت علی کی پابندی نماز باجماعت۔	۳۱۴
۱۱۶	ایک مخالطہ اور اس کا جواب۔	۳۱۵
۱۱۷	فقہ جعفریہ میں اوقاتِ نماز میں ایک بڑی تنقیص	۳۲۱
۱۱۸	قرآن کریم اور کتب اہل سنت سے اوقاتِ نماز کی تعیین	۳۲۱
۱۱۹	<u>استراض:</u>	۳۲۶
۱۲۰	ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو تو اہل سنت بھی جمع کرتے ہیں۔	
۱۲۱	<u>استراض:</u>	
۱۲۲	عرفات میں ظہر و عصر اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو سنی جمع کر کے پڑھتے ہیں	۳۲۶
۱۲۳	فقہ جعفریہ میں سیاہ لباس میں نماز کا حکم۔	۳۵۲
۱۲۴	ایک ضروری بحث:	۳۵۸

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۵۸	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ باندھ کر نمازیں کھڑے ہوتے تھے۔	۱۲۵
۳۶۰	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کی اقتداء میں بہت سی نمازیں ادا کیں۔	۱۲۶
۳۶۷	ائمہ اہل بیت امراء کے پیچھے نماز پڑھ کر و طاعتے نہیں تھے۔	۱۲۷
۳۶۲	بحث	۱۲۸
۳۶۲	بکالت قعدہ (التحیات) الخ پڑھنا اور اس کا ثبوت۔	۱۲۹
۳۷۵	کیا التحیات الخ اہل سنت کے تشہد میں شامل ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں؟	۱۳۰
۳۷۶	(التحیات) للہ الخ کے الفاظ خود ائمہ اہل بیت سے ثابت ہیں۔	۱۳۱
۳۸۰	گستاخی کی انتہاء۔	۱۳۲
۳۸۲	نماز تراویح کی بحث:	
۳۸۲	(حقیقہ اہل تشیع) نماز تراویح بدعت سینہ ہے جو عمر رضی اللہ عنہ نے پیدا کی	۱۳۳
۳۸۳	اگر یہ بدعت ہے تو اسے صحابہ نے کیوں نہ مٹایا۔	۱۳۴

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۸۴	اگر نبی از تراویح بدعت سیدہ تھی تو اسے حضرت علی نے اپنے دور میں ختم کیوں نہ کیا۔	۱۳۵
۳۸۶	حضرت علی رضی تو زندگی بھر حضرت عمر کے اس عمل کی تعریف کرتے رہے (کتب تشیع سے)	۱۳۶
۳۸۸	اعمال بیت بھی رمضان میں تراویح پڑھتے تھے۔	۱۳۷
۳۹۶	نماز جنازہ کے چند مسائل فقہ جعفریہ سے	۱۳۸
۳۹۷	مسئلہ ۱:	۱۳۹
۳۹۷	بوقت مرگ اور بوقت غسل میت کے پاؤں قبہ کی طرف کر دو۔	۱۴۰
۳۹۹	مسئلہ ۲:	۱۴۱
۳۹۹	بوقت مرگ میت کے منہ سے منی نکلتی ہے۔	۱۴۲
۴۰۲	میت کے منہ یا آنکھوں سے نکلنے والی منی کی تشریح۔	۱۴۳
۴۰۳	میت کو ہاتھ لگانے والے پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔	۱۴۴
۴۱۰	عجیب منطق۔	۱۴۵
۴۱۱	کفن میت:	۱۴۶
۴۱۵	فقہ جعفریہ میں میت کو غسل دینے کا طریقہ۔	۱۴۷

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر
۱۴۸	بردریانتی پر مبنی ایک اعتراض	۱۴۸
۱۴۹	میت اکیلی ہو تو اس سے شیطان کیسے ہے۔	۱۴۹
۱۵۰	نہ از جنازہ بے وضوء اور مبنی بھی پڑھ سکتا ہے۔	۱۵۰
۱۵۱	نہ از جنازہ کے لیے ستر عورت بھی ضروری نہیں۔	۱۵۱
۱۵۲	سنی کی نہ از جنازہ اول تو پڑھی نہ جائے اور اگر پڑھنی ہی پڑھ جائے	۱۵۲
	تزمیت کے لیے استغفار کی جگہ لعنت کی جائے	
۱۵۳	میدان جگ میں پڑی ہوئی نعشوں کے درمیان مسلمان اور کافر	۱۵۳
	کا اقیاز کس طرح کیا جائے۔	
۱۵۴	عجیب منطق۔	۱۵۴
۱۵۵	نہ از جنازہ پڑھانے کا اولین حق دار عاکم وقت ہے۔	۱۵۵
۱۵۶	اعتراض اور اس کا جواب۔	۱۵۶
۱۵۷	نہ از جنازہ کے لیے پانچ تکبیریں ضروری ہیں اور چار کہنے والے	۱۵۷
	منافق ہیں۔	
۱۵۸	پانچ تکبیروں پر شیعوں کے دلائل	۱۵۸
۱۵۹	دلیل اول:	۱۵۹
۱۶۰	دلیل دوم:	۱۶۰
۱۶۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کبھی چار اور کبھی پانچ تکبیریں کہنا۔	۱۶۱

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴۵۶	شیعوں کا نماز جنازہ میں ہاتھ اٹھانے کی حقیقت۔	۱۴۲
۴۵۲	نماز جنازہ میں تکبیرات کی تعداد معتین نہیں ہے۔	۱۴۳
۴۶۹	پانچ تکبیروں پر شیعوں کی تیسری دلیل۔	۱۴۴
۴۷۱	فقہ جعفریہ میں بچے کی نماز جنازہ ضروری نہیں۔	۱۴۵
۴۷۳	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول شیعہ اپنے صاحبزادے ابراہیم کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔	۱۴۶
۴۸۳	بے وقوفی کی اعلیٰ مثال۔	۱۴۷
۴۸۵	اہل تشیع کا اپنی قبروں کو متوازی بنانا اور اس کی حقیقت۔	۱۴۸
۴۹۲	کتاب الزکوٰۃ	۱۴۹
۴۹۲	فقہ جعفریہ میں سکے کی صورت کے علاوہ سونے چاندی پر زکوٰۃ واجب نہیں (زیادات پر زکوٰۃ نہیں)	۱۵۰
۴۹۵	فقہ حنفی میں سونے چاندی پر وجوب زکوٰۃ کے دلائل	۱۵۱
۵۰۱	کتاب الصوم	۱۵۲
۵۰۱	عورت کے ساتھ دھڑی فی الدبر سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔	۱۵۳
۵۰۲	میٹھی اور بیوی کا تھوک نکلنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا	۱۵۴

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۵۰۸	کیا یہ جھوٹ نہیں۔	۱۷۵
۵۱۰	کتاب الحج	۱۷۶
۵۱۰	فقہ جعفریہ میں غیر مختون کا حج باطل ہے۔	۱۷۷
۵۱۳	عورت محرم کے بغیر حج کر سکتی ہے۔	۱۷۸
۵۲۱	فقہ جعفریہ میں اپنی یا اپنی اولاد کی شادی کرنا حج سے اہم ہے۔	۱۷۹
۵۲۳	فقہ جعفریہ میں شیطان کو کنکریاں مارنے میں رعایت۔	۱۸۰
۵۲۶	سیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ پیر سید باقر علی شاہ صاحب	۱۸۱
	سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف کا نورانی بیان	



مکتبہ نوریہ حنیہ کے نئے
پیشے کشرے

الدُّعَاءُ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ

نماز جنازہ کے بعد دعا کے جواز پر
قرآن و حدیث کے مضبوط دلائل
کا ذخیرہ

مضفہ :- قاری محمد طیب
ناشر

مکتبہ نوریہ حسینیہ
جامعہ رسولیہ شیرازہ
بلاال گنج • لاہور

نوٹ - ۲۲۷۲۲۸

باب اول

تالیخ فقہ جعفریہ

”فقہ جعفریہ“ کے اپنے امتیازی نام کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسے یا تو خود سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں تیار کیا گیا ہو گا۔ یا آپ کے ہمد میں اس کی ترتیب و تدوین کا سلسلہ شروع ہوا ہو گا۔ لہذا اس اعتبار سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور اسی امر کی کتب شیعہ تصریح بھی کرتی ہیں مثلاً اصول کافی ص ۹۶۲ کی درج ذیل عبارت دیکھیں۔

اصول کافی

ثُمَّ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ أَبُو جَعْفَرٍ وَكَانَتْ الشَّيْعَةُ
قَبْلَ أَنْ يَكُونُوا أَبُو جَعْفَرٍ وَهُمْ لَا يَمُرُّونَ مَنَاسِكَ
مَحَلِّهِمْ وَحَلَا لَهُمْ وَحَرَامُهُمْ حَتَّىٰ كَانَ
أَبُو جَعْفَرٍ فَفَتَحَ لَهُمْ وَبَيَّنَّ لَهُمْ مَنَاسِكَ
حَلَالِهِمْ وَحَلَا لَهُمْ وَحَرَامُهُمْ حَتَّىٰ
صَارَ النَّاسُ يُخَالِفُونَ إِيَّاهُمْ مِنْ
مِنْ بَعْدِ مَا حَلَّلُوا مُبَحَّنًا حُبُون

الحی النّاس۔

(اصول کافی ص ۴۹۶)

ترجمہ:

پھر امام محمد بن علی ابو جعفر تشریف لائے۔ اور شیعیان علی ان کی آمد سے قبل احکامات حج اور حلال و حرام کو قطعاً نہ جانتے تھے۔ انہوں نے اگر طریقہ حج اور حلال و حرام کو خوب بیان کیا۔ یہاں تک کہ اب اور لوگ (غیر شیعہ) ان معاملات و مسائل میں اہل تشیع کے محتاج ہو گئے۔ حالانکہ ان سے پہلے خود شیعہ ان لوگوں سے مسائل معلوم کرنے کے محتاج تھے۔

حوالہ مذکور سے صاف ظاہر ہے کہ امام صادق رضی اللہ عنہ کے دور سے قبل ”فقہ جعفریہ“ کا وجود نہ تھا۔ اب یہی بات ذرا دوسرے انداز میں ملاحظہ ہو۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے ۷۰/ ذی الحجہ ۱۱ھ مطابق ۳۲ء میں انتقال فرمایا۔ یہ تاریخ ”تاریخ الامم“ ص ۳۱۰ باب پنجم میں مذکور ہے۔ یعنی پہلی صدی مکمل طور پر اور دوسری صدی کا ابتدائی حصہ اس فقہ سے واقف تھا۔ جب اس کا وجود ناپید تھا۔ تو پھر اس دور میں اس کا حکومتی طور پر نفاذ قطعاً محال ثابت ہوا۔ یہی وہ دور ہے۔ کہ جس میں خلافت راشدہ اور خلافت بنو امیہ کا عمل درآمد رہا۔ لہذا یہ تاریخ حقیقت ہے۔ کہ پہلی صدی ہجری میں ”فقہ جعفریہ“ کا نہ وجود تھا اور نہ ہی اس کا کہیں نفاذ تھا۔

ادھر یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے ساتھ ساتھ اس کی تکمیل بھی فرمادی۔ خود قرآن شہید

اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَسْمَعْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي عِنْدِي اَجَاسٍ مِّنْ نَّاسٍ
 تمہارے لیے تمہارے دین کو اکمال عطا فرمادیا۔ اور اپنی نعمت کا تم پر
 اتمام کر دیا۔ تکمیل دین کے اس مرحلہ پر حلال و حرام، جائز و ناجائز گویا عبادات
 و معاملات اور عقائد تمام کی تکمیل کو دی گئی۔ یہ سب کچھ بتلانے کے بعد حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خطوط پر موجود معاشرہ کا قیام بھی فرمایا۔ ان اصولی
 خطوط پر خلافت راشدہ کے دور میں تمام مہاجرین و انصار نے عمل کیا۔ اور
 انہی اصول و ضوابط پر حضرات اہل بیت کرام بھی پابند کرتے رہے۔ کسی
 ایک نے بھی سہو و انحراف نہ کیا۔ اس دور میں یہ تمام حضرات ایک جیسی
 نمازیں پڑھتے رہے۔ ایک طرح کا حج کرتے اور اسی طرح دیگر معاملات و
 عبادات میں کامل یکسانیت اور ہم آہنگی تھی۔ خلفائے ثلاثہ کی اقتداء میں
 حضرت علی المرتضیٰ اور حسین کریمین کا نماز جیسی اہم عبادت ادا فرمانا اسی
 یگانگت کی ناقابل تردید مثال ہے۔ کسی ایک مسند مرفوع اور صحیح حدیث
 سے یہ ثابت نہیں۔ کہ ان میں سے کسی نے نماز پڑھتے ہوئے اپنے امام
 کی مخالفت کی ہو۔ یعنی امام نے نماز ہاتھ باندھ کر اور مقتدی نے چھوڑ
 کر پڑھی ہو۔ اور یہ بھی ہرگز تبرکات ثابت نہیں۔ کہ ان کی اقتداء میں پڑھی گئی
 نمازیں ان حضرات نے پھر لوٹائی ہوں۔ یہی حقیقت خود طلبا باقر مجلسی،
 بحار الانوار میں نقل کرتا ہے۔ کہ کسی شخص نے حسین کریمین سے پوچھا کہ آپ
 مروان بن حکم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں۔ تو کیا آپ کے والد گرامی،
 خلفائے ثلاثہ کے پیچھے نمازیں پڑھنے کے بعد گھر میں اکرام نمازوں کو لوٹایا
 کرتے تھے۔

بحار الانوار

مَا كَانَ أَبُوكَ يُصَلِّي إِذْ أَسْجَعُ إِلَى الْبَيْتِ فَقَالَ
لَا وَاللَّهِ -

(بحار الانوار جلد ۱ ص ۴۰ طبع قدیم)

ترجمہ:

یعنی کیا آپ کے والد ان نمازوں کو گھر میں آکر پڑھایا کرتے تھے۔ جو انہوں نے خلفائے ثلاثہ کی اقتداء میں ادا کی ہوتی تھیں؟ فرمایا خدا کی قسم! ہرگز ایسا نہ کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام اس مقدس دور میں ایک ہی دین اور مسلک کے پابند اور کار بند تھے۔ اور ان میں عملی طور پر باہم کوئی اختلاف نہ تھا۔ جو حلال تھا وہ سبھی کے نزدیک حلال تھا اور جو حرام تھا اسے تمام حرام ہی سمجھتے تھے۔ اور یہی احکام ان حضرات نے آنے والوں کی طرف منتقل کیے۔ اب قارئین اصول کافی کی اس عبارت کو پھر سے پڑھیں۔ یعنی یہ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے قبل کوئی شیعہ حلال و حرام اور مسائل حج سے واقف نہ تھا۔ بلکہ ان باتوں میں وہ دوسرے لوگوں کے محتاج تھے۔ اس سے خوراک قرار کیا جا رہا ہے۔ کہ حلال و حرام کا امتیاز تھا۔ اور اہل تشیع انہیں پوچھنے ان لوگوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ جو شیعیان علی نہ تھے۔ پھر جب ان کے اپنے حلال و حرام و احکام حج جاری و ساری ہوئے۔ تو اب انہیں اپنے گھر میں سے ہی سب کچھ ملنے لگا۔ لیکن اس مقام پر یہ وہم دور کر دینا چاہیئے۔ کہ مقتدین حضرات سے ہٹ کر

حلال و حرام کا ایک نیا مسلک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے گھڑا ہو گا۔ نہیں
ہیں بلکہ شیعہ کتب یہ ثابت کرتی ہیں کہ امام موصوف نے صرف حلال و حرام
کی حدود سے لوگوں کو آگاہ فرمایا۔ اس سے بڑھ کر اس بات کا کہیں کوئی ثبوت
نہیں ملتا کہ امام موصوف نے کسی نئی فقہ کی تدوین کی۔ یا آپ کی زیر نگرانی
یہ کام سرانجام دیا گیا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا سن وصال بحوالہ ”تاریخ
الائمہ“ ۱۵/ شوال ۱۲۸ھ مطابق ۶۵۰ء ہے۔ جب آپ نے نہ خود کسی
فقہ کی تدوین فرمائی۔ اور نہ ہی آپ کی نگرانی میں اس کا بیڑا اٹھایا گیا۔ تو
پتہ چلا کہ ۱۲۸ھ تک فقہ جعفریہ کا بالکل وجود نہ تھا۔ اس فی تفصیل اگر دیکھنی
ہو۔ تو اشافی جلد سوم ترجمہ فروع کافی کے دیباچہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ترجمہ
سید ظفر حسن شیعہ نے تفصیلاً جو کچھ لکھا ہے۔ ہم اسے خوف و طوالت کے
پیش نظر من و عن نقل نہیں کرتے۔ صرف خلاصہ پیش نظر ہے۔

”حضرت علی المرتضیٰ، حسن و حسین اور زین العابدین رضی اللہ عنہم کا
زمانہ نہایت پر خطر تھا۔ اس لیے مشکلات اور مصائب کی وجہ سے انہیں
اپنے دین کی اشاعت کا موقع نہ مل سکا۔ اور نہ ہی ان کے دور میں کوئی
حدیث کی کتاب لکھی جاسکی۔ البتہ ان کے بعد پانچویں اور چھٹے امام
یعنی امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کو بایں وجہ کچھ فرست ملی
کہ ہوا میہ ۱۱ رجب عباس باہم دست و گریبان تھے۔ لہذا ان دونوں نے
مریضہ منورہ میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر لوگوں کو مسائل فقہ کی تعلیم دینا شروع کی
اور لوگوں نے ان سے کسب فیض کیا“

دیباچہ اشافی ترجمہ فروع کافی ص ۱۸

ان واقعات و حالات سے یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ”فقہ جعفریہ“

جب نہ تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خود وضع کردہ فقہ ہے۔ اور نہ ہی آپ کی نگرانی میں ہی اسے مدون کیا گیا۔ تو لامحالہ پھر آپ کے ارشادات و خطابات کو کسی نے تحریری طور پر جمع کر کے آپ کی نسبت سے اُسے یہ نام دے دیا ہوگا۔

بہر حال آپ سے افذ کی گئی روایات و احادیث کو کچھ لوگوں نے فقہی ابواب کی ترتیب سے مرتب کیا۔ یہی کتب فقہ جعفریہ کی بنیادی کتب شمار ہوتی ہیں۔ اور انہی کو اہل تشیع ”صحاح اربعہ“ کا نام بھی دیتے ہیں۔ وہ چار کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ الکافی۔ اس کے مرتب کا نام ابو جعفر کلینی ہے۔ اس کے مصنف کا سن پیدائش یا وفات ۳۳۲ھ ہے۔ یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وصال سے تقریباً ایک سو اسی برس بعد یہ کتاب مرتب کی گئی۔

۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ: یہ محمد بن علی ابن بابویہ کی جمع کردہ ہے۔ جس کا سن وفات ۳۸۱ھ ہے۔ اس حساب سے یہ کتاب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دو سو تیس سال بعد لکھی گئی۔

۳۔ تہذیب الاحکام۔

۴۔ الاستبصار: یہ دونوں کتابیں محمد بن حسن طوسی وفات ۳۲۸ھ کی تصانیف ہیں۔ یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے تین سو دس برس بعد کی تصانیف ہیں۔

ان چاروں کتب (صحاح اربعہ) کی تاریخ تصنیف و تدوین کی تفصیل سامنے رکھی جائیں۔ تو بطریقہ اختصار وہ یوں ہوں گی۔ کہ

”والکافی“ کا زمانہ تدوین و ترتیب خلفائے عباسیہ میں سے ایک سوسل خلیفہ المتقی باشر کا دور تھا۔ اور ان چاروں میں سے آخری کتاب کے مصنف و مرتب کا سن وفات بتلاتا ہے۔ کہ اس نے یہ کتاب خلفائے عباسیہ کے چھیسویں خلیفہ القائم بامر اللہ کے دور میں لکھی تھی۔ گویا پانچویں صدی ہجری کے آخری سالوں میں یہ فقہ کامل طور پر وجود میں آئی۔ لہذا پانچویں صدی ہجری کے سقوط بغداد تک اس فقہ کا عملی طور پر کہیں نفاذ ناممکن رہا ہو گا۔

ذرا تاریخ کی مزید ورق گردانی کی جائے۔ تو عباسی خلیفہ مستنصر باللہ ۲۵۹ھ سے خلیفہ متوکل علی اللہ ثالث ۹۲۲ھ تک مصر میں اس فقہ کا نفاذ بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کے بعد ترکان عثمانی کی خلافت عثمان خان اول ۱۲۸۸ھ سے ۱۹۲۴ھ تک رہی۔ آخر مصطفیٰ کمال پاشا نے خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ اس دور میں بھی ”فقہ جعفریہ“ کے نفاذ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ادھر برصغیر میں سلطان محمود غزنوی ۱۱۹۳ھ سے لے کر آخری مغل بادشاہ تک یہ فقہ کہیں عملی صورت میں دکھائی نہیں دیتی۔ مختصر یہ کہ چھٹی صدی سے لے کر جب تک مختلف ممالک میں اسلامی حکومتیں رہیں۔ کسی نے بھی اپنے دور میں ”فقہ جعفریہ“ کو اپنے ہاں رائج نہ کیا۔ اور نہ ہی اسے قانون و دستور میں کوئی جگہ دی گئی۔

اب ہم اپنے موضوع کی طرف واپس لوٹتے ہیں۔ یعنی ”فقہ جعفریہ“۔ کاستون اول الکافی امام جعفر کے ۸۰ برس بعد اور آخری اور چوتھی ستون امام تقی ۳۱۰ سال بعد میں آئے۔ انہی چار کتابوں کے مندرجات کو ”فقہ جعفریہ“ کہا جاتا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور ان کتابوں کی تدوین اور ترتیب کے درمیان کافی عرصہ غلط رہنے کی وجہ سے یہ امر ممکن ہے۔ کہ اس عرصہ میں امام موصوف سے سنی روایات و احادیث آپس میں غلط فہمی ہوئی ہوں۔

اب ان میں درج روایات و احادیث کے متعلق فیصلہ کرنا کہ وہ صحیح ہیں یا نہیں۔ ان کے روات کے حالات پر منحصر ہوگا۔

تنبیہ

”فقہ جعفریہ“ کی عمارت جن ستونوں پر کھڑی ہے۔ وہ چار ہیں۔ ۱۔ زرارہ ۲۔ ابوبصیر ۳۔ محمد بن مسلم ۴۔ برید بن معاویہ اجمعی۔ ان چاروں کے بارے میں سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں۔ شیعوں کے کتب سے سنئے۔

رجال کشی

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع ۱۱ یَقُولُ بِشَرِّ الْمُخْسِتِينَ بِالْجَنَّةِ
بُرَيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْعَجَلِيُّ وَأَبَا بَصِيرٍ لَيْثُ بْنُ
الْبُخْتَرِيِّ الْمُرَادِيُّ - وَمُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَزَرَّارَةُ
أَرْبَعَةٌ نَحْبَاءُ أَمْنَاءُ اللَّهِ عَلَى حَذَائِهِ وَحَرَامِهِ
كَوْلَا هُوَ لَا إِنْ قَطَعَتْ أَثَارُ النَّبُوءَةِ وَانْدَرَسَتْ -

(۱۔ رجال کشی مصنف محمد بن عمر کشی ۱۵۲)

ذکر ابوبصیر لیسٹ بن البختری المرادی

مطبوعہ کربلا طبع جدید

(۲۔ تنقیح المقال جلد اول ص ۳۴۹ باب الزاد)

ترجمہ:

امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ اللہ کے حضور خضوع و خشوع کرنے والوں

کو خوشخبری دے دو۔ کہ وہ جنتی ہیں۔ برید بن معاویہ الجعفی، ابوبصیر
یث بن النختری المرادی، محمد بن مسلم اور زرارہ یہ چاروں اللہ کے
مقرب بندے اور اس کے حلال و حرام کے امین ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے
تو آثار نبوت کبھی کے مٹ گئے ہوتے۔ دینی فقہ جعفریہ کا
وجود نہ ہوتا۔)

”فقہ جعفریہ“ کے ایک اہم ستون ”زرارہ“
کے فضائل

رجال کشی

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِي كَوَلَا زَرَّارَةٌ
لَقَدْ نُنْتُ أَنَّ أَحَادِيثَ آتَتْ سَتْدَ مَبِّ-

(رجال کشی ص ۱۶۲)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق نے کہا۔ اگر زرارہ نہ ہوتا۔ تو میرے ظن کے
مطابق میرے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی
تمام احادیث ختم ہو گئی ہوتیں۔

رجال کشی

عَنْ زَرَّارَةَ قَالَ قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع " يَا زَرَّارَةُ

إِنَّ اسْمَكَ فِي آسَائِي أَهْلِ الْجَنَّةِ

(رجال کشی ص ۱۲۲)

ترجمہ:

زرارة کتاب ہے کہ مجھے امام جعفر صادق نے فرمایا۔ اے زرارة! تیرا نام جنتیور کے نام میں شامل ہے۔

رجال کشی

فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ أَمَّا مَا رَوَاهُ زَرَّارٌ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ فَلَا يَجُوزُ لِي رَدُّهُ

(رجال کشی ص ۱۲۲)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بہر حال جو روایات میرے والد گرامی امام محمد باقر سے زرارة نے روایت کی ہیں۔ میرا نہیں رد کر دینا جائز نہیں۔ دیکھیں ان کی مخالفت ہرگز نہیں کر سکتا۔

دوسرے ستون محمد بن مسلم، کی فضیلت،

رجال کشی

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَلِيمٍ قَالَ أَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعَ سِنِينَ يَدْخُلُ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ ع، يَسْأَلُهُ ثُمَّ

كَانَ يَدْخُلُ عَلَى جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ يَسْأَلُهُ قَالَ أَبُو
 أَحْمَدَ فَسَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْحَجَّاجِ وَحَمَّادَ بْنَ
 عُثْمَانَ يَقُولَانِ مَا كَانَ أَحَدُهُمَا مِنَ الشَّيْعَةِ أَفْقَهُ مِنَ
 مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ سَمِعْتُ مِنْ أَبِي جَعْفَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 أَلْفَ حَدِيثٍ ثُمَّ لَقِيتُ جَعْفَرَ ابْنَهُ فَسَمِعْتُ مِنْهُ
 أَوْ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ سِتَّةَ عَشَرَ أَلْفَ حَدِيثٍ أَوْ قَالَ
 مَسْئَلَةً-

(رجال کشی ص ۱۴۹ بیان محمد بن مسلم
 الطائفی مطبوعہ کربلا طبع جدید)

ترجمہ:

ہشام بن سالم نے کہا کہ محمد بن مسلم نے مدینہ منورہ میں چار سال قیام
 کیا۔ اس دوران وہ امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آتا
 جاتا رہا۔ پھر ان کے بعد جعفر بن محمد کے پاس آتا جاتا رہا، ان سے
 بھی گفت و شنید ہوتی رہی۔ ابواحمد کہتا ہے کہ میں نے
 عبد الرحمن بن حجاج اور حماد بن عثمان سے سنا۔ وہ دونوں کہتے
 تھے کہ محمد بن مسلم سے بڑھ کر شیعوں میں کوئی فقہ نہیں ہے۔
 خود محمد بن مسلم کا کہنا ہے کہ میں نے امام باقر سے تیس ہزار احادیث
 سنیں۔ پھر میں امام جعفر کو ملا۔ جو ان کے منے ہیں۔ میں نے ان سے
 سولہ ہزار احادیث کی تو سماعت کی۔ یا ان کے بارے میں پوچھ گچھ
 کی۔ یا اتنے مسائل پر ان سے گفتگو ہوئی۔

مجموعی فضائل

رجال کشی

عَنْ جَمِيلِ بْنِ دَرَّاجٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع يَقُولُ أَوْ تَأْذُنُ الْأَرْضِ وَأَعْلَامُ الدِّينِ أَرْبَعَةٌ مُحَمَّدٌ بْنُ مُسْلِمٍ، بُرَيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَكَيْتُ بْنُ الْبُخْتَرِيِّ الْمُرَادِيُّ وَزُرَّارَةُ بْنُ أَعْيُنٍ -

(۱۔ رجال کشی ص ۲۰۶ ذکر برید بن معاویہ)

(۲۔ تنقیح المقال جلد اول باب الزام)

ص ۳۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جمیل بن دراج کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ فرماتے ہیں۔ کہ زمین کی کیل اور دین کا جھنڈا چار آدمی ہیں۔ محمد بن مسلم، برید بن معاویہ، کیت بن البختری المرادی اور زرارہ بن اعین۔

رجال کشی

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ الْبُقَيْرِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
 «ع» زَرَّارَةُ بْنُ أَعْيُنٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَ
 بَرِيدُ بْنُ مَعَاوِيَةَ الْعَجَلِيُّ وَالْأَحْوَلُ أَحَبُّ النَّاسِ
 إِلَيَّ أَحْيَاءٌ وَأَمْوَاتًا -

(۱- رجال کشی - ص ۲۰۷ ذکر برید بن
 معاویہ)

(۲- تنقیح المقال جلد اول باب الزاد
 ص ۴۳۹)

ترجمہ:

ابوالعباس البقیری کا کہنا ہے کہ جناب امام جعفر صادق فرماتے
 ہیں زرارہ بن اعین، محمد بن مسلم، برید بن معاویہ العجلی اور احول
 مجھے زندوں اور مردوں میں سے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

رجال کشی

عَنْ دَاوُدَ بْنِ سَرْحَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
 أَنَّ أَصْحَابَ أَبِي كَانُوا زَيْنًا أَحْيَاءٌ وَأَمْوَاتًا،
 وَأَعْيُنُ زَرَّارَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَمِنْهُمْ لَيْثُ
 الْمُرَادِي وَبَرِيدُ الْعَجَلِيِّ هُوَ لَأَيُّ النَّاسِ أَمْرًا
 بِالْقِسْطِ وَهُوَ لَأَيُّ النَّاسِ يَتَّقُونَ

أُولَئِكَ الْمُقْسَبُونَ۔

(۱۔ رجال کشی ص ۱۵۲ ذکر ابو بصیر یث

المرادی)

(۲۔ تنقیح المقال جداول ص ۴۳۹

باب الزاد)

ترجمہ :

داؤد بن سحران کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ میرے والد (امام باقر) کے اصحاب ندوں اور مردوں کی زینت تھے۔ ان سے مراد یہ ہیں۔ زرارہ، محمد بن مسلم یث المرادی اور برید الجعفی۔ یہ چاروں عدل و انصاف کے قائم کرنے والے تھے۔ اور یہی سب سے سبقت لے جانے والے اللہ کے مقربین میں سے تھے۔

شعیبان علی کے ایک عظیم مجتہد اور راوی

”جابر بن یزید“ کا ذکر

رجال کشی

عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ الْجُعْفِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ
 ”ع... سَبْعِينَ أَلْفَ حَدِيثٍ لِمَا أَحَدٌ بِمَا أَحَدًا قَطُّ
 وَلَا أَحَدٌ بِمَا أَحَدًا... أَبَدًا... قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ

لَا فِي جَعْفَرٍ ع، جَعَلْتَنِي ذَاكَ إِنَّكَ قَدْ حَمَلْتَنِي
وَقَرَأَ عَظِيمًا بِمَا حَدَّثْتَنِي بِهِ مِنْ سِرِّكُمْ لَذِي لَا أُحَدِّثُ
بِهِ أَحَدًا قَرِيبًا جَاشٍ فِي صَدْرِي حَتَّى يَأْخُذَ بِي
مِنْهُ شِبْهُ الْجُنُونِ قَالَ يَا جَابِرُ فَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ
فَاخْرُجْ إِلَى الْجِبَالِ فَاحْفَرْ حَفِيرَةً وَدَلِّ رَأْسَكَ
فِيهَا ثُمَّ قُلْ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ بِكَذَا وَكَذَا -
(درجال کشی ص ۱۱، اذکر جابر بن یزید -)

ترجمہ ۱

جابر بن یزید جعفری کا کہنا ہے۔ کہ مجھے امام باقر رضی اللہ عنہ نے ایسی،
ستر ہزار احادیث سنائیں۔ جو نہ تو میں نے کسی کے پاس پائیں۔
اور نہ ہی انہوں نے کسی ایک سے ان کو بیان کیا تھا۔ یہی جابر
کہتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ میں نے امام باقر سے عرض کیا حضور! آپ پر
میں قربان۔ آپ نے تو بہت بڑا بوجھ اٹھا رکھا تھا۔ وہ احادیث
جو آپ نے مخصوص راز و نیاز والی مجھے سنائیں۔ جو کسی کو بھی اپنے
روایت نہ کیں۔ سو اس وجہ سے بارہا میرے دل میں خیالات آتے
ہیں۔ حتیٰ کہ مجھے دیوانگی کا سا شائبہ ہونے لگتا ہے۔ یہ سن کر امام نے
فرمایا۔ جابر! جب یہ کیفیت ہو۔ تو پہاڑ کی طرف نکل جایا کرو۔ اور ایک
گڑھا کھود کر اس میں اپنا سر رکھ لیا کرو۔ پھر فرمیں کہو ”مجھے محمد بن علی
نے فلاں فلاں حدیث بیان کی ہے۔“

رجال کشی

قَالَ أَصْحَابُ زَرَّارَةَ فَكُلُّ مَنْ أَدْرَكَ زَرَّارَةَ بْنِ
أَعْيُنٍ فَقَدْ أَدْرَكَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ -

(رجال کشی ص ۱۲۹)

ترجمہ:

اصحاب زرارہ کا کہنا ہے۔ کہ جس نے زرارہ کو دیکھا۔ تو اس نے
بالتحقیق امام جعفر صادق کو دیکھا۔

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم شدہ

امور یہ ہیں

- ۱۔ زرارہ بن اعین، ابوبصیر لیث المرادی، برید بن معاویہ، محمد بن مسلم اور جابر بن یزید پانچوں "فقہ جعفریہ" کے ستون ہیں۔
- ۲۔ ائمہ اہل بیت اور مذہب شیعہ کے نشانات ان کے دم قدم سے ہیں۔
- ۳۔ امام جعفر کو یہ چاروں تمام زندوں اور مردوں سے زیادہ محبوب تھے۔
- ۴۔ یہ حق گو، عدل و انصاف کے پیرو، بہت بڑے فقیہ تھے۔
- ۵۔ زمین کے قیام کی علت، دین کے جھنڈے اور شیعیت کے یہ علمبردار ہیں۔
- ۶۔ انہیں امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

اور ان کے مخصوص رازدان تھے۔

نوٹ: ان امور کے سامنے آنے پر ہر قاری یہی نتیجہ اخذ کرے گا۔ کہ امام جعفر اور

امام باقر رضی اللہ عنہ کے یہ شاگرد ہمہ صفت موجود تھے۔ ”فقہ جعفریہ“ جو ان لوگوں کی، کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ وہ بھی ان کی طرح ہر طرح سے قابل تحسین ہے۔ اور اس کی تمام جزئیات اور اصول صحیح ہیں۔ لیکن آپ حضرات حیران ہوں گے۔ جب ان عدل و انصاف کے ”مپیٹر“ حق گوئی اور فقہ میں ”بے مثل“، اور فقہ جعفریہ کے ”معمارِ اول“، کی تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں گے۔ آئیے کتب شیعہ سے ذرا دوسرے رخ کا بھی ملاحظہ کر لیں۔

دلیلِ اقول

”فقہ جعفریہ“ کے بے اصل ہونے پر دلائل

”زرارہ بن اعین“

پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لعنت کی

رجال کشی

عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْحَلَّالِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ
إِنَّ زُرَّارَةَ رَوَى عَنْكَ فِي الْإِسْطِطَاعَةِ شَيْئًا فَقِيلَ
مِنْهُ وَمَسَدٌ قَنَاهُ وَقَدْ أَجَبْتُ أَنْ أَعْرِضَهُ عَلَيْكَ
فَقَالَ هَاتِيهِمْ فَعَلْتُ يَزْهَمُ أَنْتَهُ سَأَلَكَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ

عَزَّ وَجَلَّ رَوَّاهُ عَلَى النَّاسِ حُجَّ الْبَيْتِ مِنْ
 اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا فَقُلْتُ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَ
 رَا حِلَّةً فَقَالَ لَكَ كُلُّ مَنْ مَلَكَ زَادًا وَ رَا حِلَّةً
 فَمَوْ مُسْتَطِيعٌ لِلْحَجِّ وَإِنْ لَمْ يَحْجِ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ؟
 فَقَالَ لَيْسَ مَكْذَاكَ سَأَلْنِي وَلَا مَكْذَا قُلْتُ
 كَذَبٌ عَلَيَّ لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ وَاللَّهُ
 لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ إِنَّمَا قَالَ لِي مَنْ كَانَ لَمْ

زَادًا وَ رَا حِلَّةً فَمَوْ مُسْتَطِيعٌ لِلْحَجِّ قُلْتُ
 قَدْ وَجِبَ عَلَيْهِ قَالَ فَمَوْ مُسْتَطِيعٌ مَوْ قُلْتُ لَا حَتَّى
 يُؤْذَنَ لَهُ قُلْتُ فَأَخْبِرُ بِذَلِكَ زُرَّارَةَ؟ قَالَ نَعَمْ
 قَالَ زَيْدًا فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ فَلَقِيْتُمْ زُرَّارَةَ فَأَخْبَرْتُهُ
 بِمَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَسَكَتَ عَنْ لَعْنِهِ قَالَ أَمَا أَنْتَ
 قَدْ أَعْطَانِي إِلَّا سِتِّطَاعَةً مِنْ حَيْثُ لَا يَبْلُغُ وَمَا حُجَّتُكُمْ
 هَذَا لَيْسَ لَهُ بَصَرٌ بِكَلَامِ الرِّجَالِ -

(۱- رجال کشی ص ۱۳۳ ذکر زراره

بن اعین)

۲- تنقیح المقال جلد اول ص ۴۴۲

باب زراره)

ترجمہ :

زیاد بن ابی الحلال بیان کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 سے عرض کیا۔ حضور! زراره بن اعین "استطاعت" کے بارے میں

اُپ سے ایک روایت کرتا ہے۔ ہم نے اُپ کی وجہ سے اُسے مان لیا۔ اور اس کی تصدیق کر دی۔ اب میں اُسے اُپ کی بارگاہ میں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ امام نے فرمایا۔ بیان کرو میں نے کہا۔ کہ زرارہ کا کہنا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ”و اللہ علی الناس حج البیت الخ“ کے بارے میں پوچھا۔ تو امام نے فرمایا۔ کہ استطاعت کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص خرچ سفر اور سواری کی ہمت رکھتا ہو۔ اس پر زرارہ نے اُپ سے پوچھا۔ کیا ہر وہ شخص جو زاد اور راحلہ کی اطاعت رکھتا ہو۔ وہ حج کی استطاعت رکھتا ہے۔ اگرچہ وہ حج نہ کرے؟ تو اُپ نے جواباً ہاں فرمایا یہ سُن کر امام جعفر نے راوی زیاد بن الحلال سے کہا کہ تو اس نے اس طرح مجھ سے پوچھا۔ اور نہ ہی میں نے ایسا کوئی جواب دیا ہے۔ اس نے مجھ پر بہتان باندھا ہے۔ بخدا! اس نے مجھ پر بہتان لگایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی زرارہ پر لعنت ہو۔ اس نے تو مجھے یہ کہا تھا۔ کہ جس کو زاد راہ اور راحلہ کی توفیق ہو۔ کیا وہ مستطیع ہے؟ میں نے کہا۔ نہیں وہ اس وقت تک مستطیع نہیں جب تک اُسے اجازت نہ دی جائے راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام سے عرض کیا حضور! کیا میں زرارہ کو یہ واقعہ بیان کر دوں؟ فرمایا ضرور۔ زیاد راوی کہتا ہے۔ کہ میں کو فدا گیا۔ وہاں زرارہ سے میری ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو میں نے امام کی بات اُسے بتلائی۔ یہ صرف لعنت کے الفاظ نقل کرنے سے خاموش رہا۔ یہ سب کچھ سُن کر زرارہ بولا۔ کہ امام جعفر نے میرے

جواب میں زاد و راہ واسے کو مستطیع ملج کہا تھا۔ لیکن انہیں اس بارے میں کوئی علم تھا۔ اور دیکھو! تمہارا یہ صاحب (امام جعفر) مردوں کے کلام کی مہارت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی اسے کچھ سر جھتا ہے۔

رجال کشی

اَيُّ سَيِّارٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللَّهِ «ع»، يَقُولُ
لَعَنَ اللَّهُ بَرِيدًا لَعَنَ اللَّهُ زَرَّارَةً فَأَبْسَدَ اَعْ أَبُو
عَبْدِ اللَّهِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ لَزَّارَةٍ فَقَالَ لَعَنَ اللَّهُ،
زَرَّارَةً لَعَنَ اللَّهُ زَرَّارَةً لَعَنَ اللَّهُ زَرَّارَةً ثَلَاثَ
مَرَّاتٍ -

(رجال کشی ص ۱۳۲، ۱۳۵)

ترجمہ:

ابو سیار کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ اللہ برید پر لعنت کرے۔ اللہ کی زرارہ پر لعنت ہو۔ حسن ابن علیب کا کہنا ہے۔ کہ ہم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ آپ نے دفعۃً زرارہ پر تین دفعہ اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجی۔ حالانکہ زرارہ کا کوئی تذکرہ نہ ہوا تھا۔

حق الیقین

یہ حکم ایسی جماعت کے حق میں ہے۔ جن کی ضلالت پر صحابہ کا اجماع

ہے۔ جیسا کہ زرارہ اور ابوبصیر۔ یعنی زرارہ اور ابوبصیر بالاجماع
گمراہ ہیں۔

(حقائق یقین اردو ص ۷۲۲)

”ابوبصیر لیث البختری“

کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق سوء ظن

رجال کثی

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ خَرَجْتُ أَنَا وَابْنُ أَبِي
يَعْفُورَ وَابْنُ خُرَيْمٍ إِلَى الْحَيْرَةِ أَوْ إِلَى بَعْضِ الْمَوَاضِعِ
فَتَذَكَّرْنَا الذُّنُوبَ فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ أَمْرٌ دُنِيَ أَمَّا
إِنْ صَاحِبُكُمْ نَوَظَرَ بِهَا لَا سَتَاكَ بِهَا قَالَ فَأَعْفَى
فَجَاءَ كَلْبٌ يُرِيدُ أَنْ يَشْغُرَ عَلَيْهِ فَذَهَبْتُ لِأَمْطُرَهُ
فَقَالَ لِي ابْنُ أَبِي يَعْفُورَ دَعْدُ فَجَاءَهُ حَتَّى شَغَرَ
فِي أَذُنِهِ۔

۱۔ رجال کثی ص ۱۵۴ ذکر ابوبصیر

لیث بن البختری

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۴۶ باب

لیث مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حماد بن عثمان کہتا ہے۔ کہ میں اور ابن ابی یعفر اور ابوبصیر حیرہ یا کسی اور جگہ گئے۔ ہم نے دنیا کے بارے میں گفتگو کی۔ تو ابوبصیر بولا۔
 کہ اگر تمہارے صاحب (امام جعفر صادق) کے ہاتھ میں دنیا لگ جائے
 تو خوب اکٹھی کریں گے۔ پھر ابوبصیر کو نیندا لگئی۔ میں نے دیکھا کہ
 ایک کتا ادھر آکر اس کے کانوں میں پیشاب کرنا چاہتا ہے جب
 میں نے اُسے روکنا چاہا۔ تو ابن ابی یعفر نے کہا۔ اسے چھوڑ
 دو۔ پس وہ کتا آیا۔ اور ابوبصیر کے کانوں میں پیشاب کر کے
 چلتا بنا

رجال کشی

عَنْ حَمَادِ الثَّابِثِ قَالَ جَلَسَ أَبُو بَصِيرٍ عَلَى بَابِ
 أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع "ع" لِيَطْلُبَ إِذْنًا فَلَمْ يُؤْذَنَ لَهُ فَقَالَ
 لَو كَانَ مَعَنَا طَبَقٌ لَأِذْنَنَ قَالَ فَجَاءَ كَلْبٌ فَشَغَرَ فِي
 وَجْهِهِ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ أَتَيْتُ مَا هَذَا؟ قَالَ جَلِيسُهُ
 هَذَا أَكَلَبٌ شَغَرَ فِي وَجْهِكَ -

(رجال کشی ص ۵۵ ذکر ابوبصیر)

(۲- تنقیح المقال جلد دوم ص ۴۶)

ترجمہ:

حماد کہتا ہے کہ ایک مرتبہ ابوبصیر حضرت امام جعفر صادق کے
 دروازے پر بیٹھا اندر جانے کی اجازت طلب کرتا تھا لیکن

جب اجازت نہ ملی۔ تو اس نے کہا۔ اگر ہمارے پاس طبق بھرا کچھ ہوتا۔ تو اجازت دے دیتے۔ راوی کہتا ہے۔ ذکر اس کے بعد ابو بصیر سو گیا اور کٹا آیا۔ اگر اس کے منہ پر پیشاب کر گیا۔ تو یہ اُن اُن کرتا ہوا پوچھنے لگا کہ یہ کیا ہے؟ اس کے ساتھی نے بتلایا کہ کتا تیرے منہ میں پیشاب کر کے چلا گیا ہے۔

محمد بن مسلم کا مختصر خاکہ !

تنقیح المقال و رجال کشی

عَنْ أَبِي الصَّبَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع
يَقُولُ يَا أَبَا الصَّبَّاحِ إِنَّكَ تَسْمَعُ فِي أَذْيَا نَهْمٍ مِثْلَ زَرَارَةَ
وَبَرِيدٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ وَإِسْمَاعِيلَ الْجَعْفِيِّ۔

(۱۔ تنقیح المقال جلد سوم ص ۱۸۲)

(رجال کشی ص ۱۵۱ ذکر محمد بن مسلم)

ترجمہ:

ابو الصباح کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ فرمایا اسے ابو الصباح اپنے دین میں شک کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ ان میں سے ہی زرارہ، برید، محمد بن مسلم اور اسماعیل جعفری ہیں۔

ۛ

تنقیح المقال

عَنْ مِفْضَلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ لَعَنَ اللَّهُ مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمٍ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ شَيْئًا حَتَّى يَكُونَنَّ۔

د تنقیح المقال جلد سوم

ص ۱۸۶

۲ - رجال کشی ص ۵۱ ذکر

محمد بن مسلم

ترجمہ:

مفضل بن عمر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ اللہ تعالیٰ محمد بن مسلم پر لعنت کرے۔ اللہ کے بارے میں یہ شخص کہا کرتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کا علم اس وقت تک نہیں ہوتا۔ جب تک وہ چیز نہیں ہو جاتی۔

”برید: ابی معاویہ“

پرامام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لعنت بھیجی

تنقیح المقال

عن یونس عن مسمع عن جرید بن ابو یسار قال

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع، يَقُولُ لَعَنَ اللَّهُ بَرِيدًا
وَلَعَنَ اللَّهُ زَرَارَةَ - عَنْ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْقَصِيرِ قَالَ
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع، إِمَّتِ زَرَارَةُ وَبَرِيدٌ وَ
قُلْ لَكُمَا مَا هِذِهِ الْيَدُ عَنْهُ أَمَا عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
(ص) قَالَ كُلُّ يَدٍ عَنْهُ ضَلَالَةٌ فَقُلْتُ لَمْ أَتِ أَخَاكَ
مِنْهَا فَأَرْسَلَ مَعِيَ كَيْثُ الْمُرَادِي فَاتَيْنَا زَرَارَةَ فَقُلْنَا
لَهُ مَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع، فَقَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ أَعْطَانِي
الْإِسْطِطَاعَةَ وَمَا شَعَرَ وَأَتَانِي يَدُ فَقَالَ وَاللَّهِ لَا
أَرْجِعُ عَنْهَا أَبَدًا -

۱- تنقیح المقال جلد اول ص ۱۶۶ باب الباء

مطبوعہ تہران طبع جدید

۲- ریال کشی ص ۲۰۸ ذکر برید بن

معاویہ مطبوعہ کربلا طبع جدید

ترجمہ :

یونس سمیع نے روایت کی - کہ میں نے امام جعفر صادق کو یہ
کہتے ہوئے سنا - اللہ تعالیٰ برید اور زرارہ پر لعنت بھیجے -
عبد الرحیم القصیر کا کہنا ہے - کہ مجھے امام جعفر نے فرمایا - زرارہ اور
برید کے پاس جاؤ اور انہیں کہو - یہ کیا بدعت ہے ؟ کیا تمہیں علم
نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بدعت کو مگر اہی کہا ہے - میں نے
عرض کیا - مجھے ان دونوں سے خطر ہے - اس لیے میرے ساتھ
لیٹ مرادی کو بھیج دیجئے - پھر ہم دونوں زرارہ کے پاس

اُٹے۔ اور امام جعفر کا پیغام دیا۔ وہ کہنے لگا۔ خدا کی قسم! امام نے استطاعت کے بارے میں مجھے فتویٰ دیا تھا۔ لیکن انہیں اس کی غلطی کا علم نہ ہوا۔ پھر کہنے لگا۔ میں اس سے رجوع نہیں کروں گا۔

جابر ابن یزید جعفری صرف ایک مرتبہ

امام جعفر صادق کو مل سکا۔

رجال کشی

عَنْ أَبِي مُبَكِّرٍ عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
(ع) عَنْ أَحَادِيثِ جَابِرٍ فَقَالَ مَا رَأَيْتُهُ عِنْدَ
أَبِي قَطٍّ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً وَمَا دَخَلَ عَلَيَّ قَطٌّ۔

(رجال کشی ص ۱۶۹ ذکر جابر بن یزید)

جعفری مطبوعہ کربلا طبع جدید

ترجمہ:

زرارہ سے ابو بکیر بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ زرارہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جابر بن زیاد کی احادیث کے بابت پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے اُسے اپنے والد کے ہاں صرف اور صرف ایک مرتبہ دیکھا ہے۔ اور وہ میرے پاس بھی کبھی نہیں آیا۔ (جابر بن یزید کا کہنا ہے۔ کہ میں نے ستر یا نوے ہزار احادیث امام باقر سے

سنی میں

ملحد فکریہ

اُٹارِ نبوت کے محافظ، فقہ و مسلک امامیہ کے کرتادھرتا اور پھر ملعون اور وہ بھی امام جعفر کی زبانِ اقدس سے کیا خوب اتفاق ہے۔ کیا حضرات ائمہ اہل بیت کی احادیث و مرقیات کا راوی و ملعون، ہونا چاہیے؟ یہی زرارہ جسے امام موصوف نے یہود و نصاریٰ سے زیادہ شریر فرمایا۔ کیا اسے فقہ جعفر کا ستون اول شمار کیا جائے؟ دوسرا ستون ابو بصیر جس نے امام موصوف کو پرلے درجے کا لالچی اور دنیا دار کہا۔ انہیں رشوت لینے والا قرار دیا۔ اس بچو اس کی وجہ سے کتے ایسے ناپاک حیوان نے اس کے کان اور منہ میں پیشاب کر کے بزبان حال یہ کہہ دیا۔ کہ اس کا منہ اور کان اس قابل نہیں۔ کہ ان سے ائمہ اہل بیت کی روایات نکل سکیں۔ اور وہ ایسی پاکیزہ گفتگو سننے کے لائق ہی نہیں ہے۔ یہ دوسرا ستون آنکھوں سے محروم ضرور تھا۔ لیکن کم از کم زبان کو تو اہل بیت کرام پر ہرزہ سرائی سے روک سکتا تھا۔ لیکن یہ ہرزہ سرائی اور یا وہ گوئی نہ ہوتی۔ تو وہ کتنا کس کے منہ میں پیشاب کرتا؟ تیسرا ستون محمد بن مسلم طائفی بھی بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ”ملعون“ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا تھا۔ کہ واقعہ ہو جانے کے بعد اسے اُس واقعہ کا علم ہوتا ہے۔ پہلے وہ بے خبر ہوتا ہے (معاذ اللہ) چوتھے رکن پر بھی اللہ کی لعنت بھیجی گئی۔ اور اس چوتھے رکن یعنی ابو بربید نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ کہ امام جعفر کے مقابلہ میں میری باتوں کو افضلیت ہے۔ میں اُن کے مقابلہ میں اپنی بات سے رجوع نہیں کر سکتا۔

کیونکہ انہیں لوگوں کے حالات کی گفت گو کرنے کی سوجھ بوجھ نہیں۔ ادھر ادھر کی بن سوچے ہانک دیتے ہیں۔ ان چار ملوں، بے دینوں۔ ائمہ اہل بیت کے گستاخوں اور بدعتیہ ستونوں پر جو عمارت کھڑی ہوگی۔ آپ خود اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ وہ کس قدر صحیح اور سچی ہوگی۔ ان چار ستونوں کا ایک اور دم چھلنا یعنی جناب جابر بھی ہیں۔ جو امام باقر اور امام جعفر سے ستریا نوے ہزار احادیث کی روایت کا وادیا کرتے ہیں۔ حالانکہ خود امام جعفر رضی اللہ عنہ بقول زندگی بھر یہ شخص انہیں تو ملا، نہیں۔ البتہ صرف ایک مرتبہ ان کے والد گرامی سے ملاقات نصیب ہوئی تھی۔ تو ایک ہی ملاقات میں، ستریا نوے ہزار احادیث انہوں نے اسے ارشاد فرمادیں۔ اور اس کے بلا کے ذہن، نے انہیں من و عن محفوظ کر لیا۔ اور پھر بوقت ضرورت روایت کرتا رہا۔ سبحان اللہ! جن سے روایت کا دعویٰ وہ اس سے ملاقات کے ہی مُنکر۔ اور اسے اصرار کہ میں نے اُن سے اس قدر احادیث کی سماعت کی۔ اور پھر اس پر رد فقہ جعفریہ، کی پانچویں ٹانگ بننے کا دعویٰ؟ معلوم ہوتا ہے کہ من گھڑت احادیث اور ادھر ادھر کی جوڑ توڑ کر ان ”پنچ تن“، نے پنچ تنی فقہ مرتب کی ہوگی۔ اور جسے پھر کبیر کے فقروں ”یا علی کے منگوں“ نے سینہ سے لگایا۔

ان چار پانچ کے علاوہ اور بھی بہت سے
 ان کے ساتھی ”وضع حدیث“ میں یدِ طولیٰ
 رکھتے تھے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں

اہل تشیع کی کتب اسمائے رجال کا مطالعہ کریں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ
 ان میں کچھ اور بھی ایسے حضرات ہوئے ہیں۔ جو احادیث گھڑنے اور انہیں
 کسی امام کی طرف منسوب کرنے میں بڑے بے باک تھے۔ انہی کی ایسی
 روایات کا مجموعہ ”فقہ جعفریہ“ بن گیا۔ ثبوت ملاحظہ ہو

حوالہ رجال کشتی

قَالَ يُونسُ وَافِيَةُ الْعَرَّاقِ فَوَجَدْتُ بِهَا
 قُطْعَةً مِنْ أَصْحَابِ أَبِي جَعْفَرٍ (ع) فَوَجَدْتُ
 أَصْحَابَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) مُنَوِّافِينَ
 فَسَمِعْتُ مِنْهُمْ وَأَخَذْتُ كُتُبَهُمْ فَعَرَضْتُهَا
 مِنْ بَعْدِ عَلِيِّ أَبِي الْحَسَنِ الرَّضَا (ع) فَأَنْكَرَ
 مِنْهَا أَحَادِيثَ كَثِيرَةً أَنْ يَكُونَ مِنْ أَحَادِيثِ
 أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) وَقَالَ لِي إِنَّ أَبَا الْخَطَّابِ كَذِبٌ

عَلَىٰ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) لَعَنَ اللَّهُ أَبَا الْخَطَّابِ وَ
كَذَلِكَ أَصْحَابُ أَبِي الْخَطَّابِ يَذُرُّ سُورَتَ
هَذِهِ الْأَحَادِيثَ إِلَى يَوْمِنَا مَذَاقِي كُتُبِ
أَصْحَابِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) فَلَا تَقْبَلُوا عَلَيْنَا
خِلَافَ الْقُرْآنِ -

(۱)۔ رجال کشی ص ۱۹۵ ذکر مغیرہ بن
سعید مطبوعہ کربلا۔

(۲)۔ تنقیح المقال جلد سوم ص ۲۳۶
باب المغیرہ مطبوعہ تہران)

ترجمہ :

یونس کہتا ہے کہ میں جب عراق گیا۔ تو مجھے امام جعفر کے
اصحاب کی ایک جماعت سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔
وہاں بہت سے اصحاب جعفر اور بھی تھے۔ میں نے اُن سے
حدیث کی سماعت کی۔ اور ان کی تحریرات حاصل کیں۔ اس
کے بعد میں نے وہ احادیث اور تحریرات ابوالحسن امام رضا
کو سنائیں۔ تو انہوں نے اُن میں سے بکثرت احادیث
کے بارے میں فرمایا۔ یہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نہیں ہیں
اور مجھے فرمانے لگے۔ ابوالخطاب نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کی طرف جھوٹی احادیث کی نسبت کر کے ان پر بہتان باندھا
ہے۔ اللہ کی ابوالخطاب پر لعنت ہو۔ اسی طرح ابوالخطاب مذکور
کے ساتھ اور اصحاب آج تک متواتر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

کے اصحاب سے مروی احادیث میں اپنی طرف سے من گھڑت احادیث داخل کیے جا رہے ہیں۔ لہذا قرآن کریم کے خلاف کوئی روایت ہماری طرف سے کہی گئی قبول نہ کرنا۔

حوالہ ۲ تنقیح المقال

عَنْ أَبِي مَسْكَانَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ مِنْ أَصْحَابِنَا عَنْ
أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) قَالَ سَمِعْتُ يَقُولُ لَعَنَ اللَّهُ
الْمُغِيرَةَ بْنَ سَعِيدٍ إِنَّهُ كَانَ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي
فَإِذَا قَالَ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ لَعَنَ اللَّهُ مَنْ قَالَ فِينَا
مَا لَا نَقُولُهُ فِي أَنْفُسِنَا وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ أَرَا لَنَا عَنِ
الْعَبُودِ يَدِي اللَّهِ الَّذِي خَلَقَنَا وَإِلَيْهِ مَا بَيْنَا وَمَعَادُنَا
وَبِيَدِهِ نَوَاصِينَا۔

(۱۔ تنقیح المقال جلد سوئم ص ۲۲۶)

باب المغیرہ۔

(۲۔ رجال کشی ص ۱۹۵ باب المغیرہ)

مطبوعہ کربلا۔

ترجمہ:

ابو مسکان ہمارے اصحاب کے ذریعہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ میں نے امام موصون کو مغیرہ بن سعید را لعنت، بھیجتے ہوئے سنا۔ کیونکہ وہ ان کے والد گرامی سے جھوٹی احادیث روایت کر کے ان پر بہتان

باندھتا تھا۔ اس جرأت کی پاداش میں اللہ تعالیٰ اس کو گرم لہرے کا عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر اس شخص پر لعنت جو ہمارے بارے میں ایسی باتیں کہتا ہے۔ جو ہم نے خود اپنے متعلق نہیں کہیں۔ اور اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو جس نے ہمیں اس اللہ کی عبودیت سے دُور کرنے کی باتیں کیں جس اللہ نے ہمیں پیدا فرمایا، جس کی طرف ہمارا پلٹنا ہے اور جس کے قبضہ قدرت میں ہماری شخصیات ہیں۔

حوالہ ۳ رجال کشی

عَنْ حَبِيبِ الْخَثْعَمِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) قَالَ
كَانَ لِلْحَسَنِ (ع) كَذَابٌ يَكْذِبُ عَلَيْهِ وَ لَمْ
يَسْمَعْهُ وَ كَانَ الْمُخْتَارُ يَكْذِبُ عَلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ
وَ كَانَ الْمُغْبِيرَةُ بْنُ سَعِيدٍ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي.

(۱) - رجال کشی ص ۱۹۷ باب مغیرہ

بن سعید

(۲) - تنقیح المقال جلد سوم ص ۲۳۶

باب المغیرہ

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حبیب خثعمی روایت کرتا ہے
انہوں نے فرمایا۔ کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے

بارے میں جھوٹی روایات بیان کرنے والے بہت سے کذاب تھے۔ ان میں سے کسی نے حسین کریمین سے ایک حدیث بھی نہیں سنی۔ مختار نے امام علی بن حسین پر بہتان تراشے اور مغیرہ بن سعید نے میرے والد امام باقر پر جھوٹ گھڑا۔

حوالہ مآ تنقیح المقال

عَنْ هِشَامِ بْنِ الْحَكَمِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ (ع) يَقُولُ كَانَ الْمُغِيرَةُ بْنُ سَعِيدٍ يَتَعَمَّدُ الْكَذِبَ عَلَى أَبِي وَيَأْخُذُ كُتُبَ أَصْحَابِهِ وَكَانَ أَصْحَابُهُ الْمُسْتَتِرُونَ بِأَصْحَابِ أَبِي يَأْخُذُونَ الْكُتُبَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي فَيَبْدُوْنَهَا إِلَى الْمُغِيرَةِ فَكَانَ يَدُسُّ فِيهَا الْكُفْرَ وَالرَّنْدَقَةَ وَيُسَيِّدُهَا إِلَى الْإِسْمِ يَسْمُهَا أَصْحَابِهِ قِيَامُ هُمْ أَنْ يَثْبُتُوا فِي الشَّيْعَةِ فَكُلَّمَا كَانَ فِي كُتُبِ أَصْحَابِ أَبِي مِنْ أَنْفُلٍ فَذَكَرَ مَتَادَسَهُ الْمُغِيرَةُ بْنُ سَعِيدٍ فِي كُتُبِهِمْ -

(۱- تنقیح المقال جلد سوم ص ۲۴۶)

باب المغیرہ

(۲- رجال کشی ص ۱۹۶ ذکر مغیرہ

بن سعید)

ترجمہ :

ہشام بن الحکم بیان کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق کو یہ

فرماتے ہوئے سنا۔ کہ مغیرہ بن سعید جان بوجھ کر میرے والد
امام باقر کے متعلق جھوٹی روایات منسوب کرتا تھا۔ اور والد گرامی
کے اصحاب کی کتب سے کہ وہ اس طرح کہ مغیرہ کے ساتھی میرے
والد کے ساتھیوں میں گھسے ہوئے اور چپے ہوئے رہتے تھے
اس طرح وہ میرے والد کے ساتھیوں سے اُن کی کتب سے یا
کرتے تھے۔ جب یہ لوگ حامل شدہ کتب مغیرہ کے پاس لے جاتے
تو وہ ان میں کفر اور بے دینی کی باتیں ٹھونس کر انہیں میرے
والد گرامی کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ پھر وہی کتابیں اپنے
ساتھیوں کو لوٹاتے ہوئے انہیں حکم دیا کرتا تھا۔ کہ ان کتابوں کے
مضامین اور روایات کو شیعوں میں پھیلا کر ان کے دلوں پر
منقش کر دو۔ لہذا جب بھی تمہیں میرے والد گرامی امام باقر کی
کتابوں میں غلو نظر آئے۔ تو سمجھ لینا کہ یہ مغیرہ بن سعید کی
خباثت ہے۔

حوالہ نمبر ۵ :

رجال کشی :

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
(ع) يَوْمًا لِأَصْحَابِهِ لَعَنَ اللَّهُ الْمُغِيرَةَ بْنَ سَعِيدٍ
وَلَعَنَ اللَّهُ يَهُودِيَّةً كَانَ يَخْتَلِفُ إِلَيْهَا يَتَعَلَّمُ
مِنَهَا السِّحْرَ وَالشَّعْبَدَةَ وَالْخَارِيقَ إِنَّ الْمُغِيرَةَ
كَذَبَ عَلَى أَبِي فَسَلَبَهُ اللَّهُ الْإِيمَانَ وَإِنَّ قَوْمًا

كَذَّبُوا عَلَى مَا لَمْ يَرَوْا أَقْبَهُمُ اللَّهُ حَسْرَ
 الْحَدِيدِ قَوْلَ اللَّهِ مَا نَعْنُ إِلَّا عِبِيدُ الَّذِي
 خَلَقْنَا وَأُصْطَفَا نَا مَا نَقْدِرُ عَلَى حُصْرٍ وَلَا نَقْعِ
 إِنَّ رَحِمَنَا فَبِرَحْمَتِهِمْ وَإِنْ عَذَّبْنَا فَبِذُنُوبِنَا
 وَاللَّهُ مَا لَنَا عَلَى اللَّهِ مِنْ حُجَّةٍ وَلَا مَعْنَا مِنْ اللَّهِ
 بَرَاءَةٌ وَإِنَّا لَمَلِكُونَ وَمَقْبُورُونَ وَمَشْهُورُونَ
 وَمَبْعُوثُونَ وَمَمُوقُونَ وَمَسْهُورُونَ
 وَيُلْهَمُ مَا لَمْ لَعَنَلَهُمُ اللَّهُ لَقَدْ آذَى اللَّهُ
 وَأَذَى سَوْكُهُ (ص) فِي قَبْرِهِ وَآمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَفَاطِمَةَ
 وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَعَلِيَّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَمُحَمَّدَ
 بَنٍ عَلِيٍّ -

۱- رجال کشی صفحہ ۱۹۶

باب المغيرة

۲- تنقیح المقال جلد سوم

ص ۲۳۶ باب المغيرة بن سعید

ترجمہ:

عبدالرحمن بن کثیر بیان کرتا ہے۔ کہ ایک دن امام جعفر صادق
 رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی مغیرہ بن
 سعید اور یہودیوں پر لعنت ہو۔ مغیرہ کا یہ ولیہ تھا۔ کہ وہ یہود
 کے پاس جاتا۔ اور ان میں جادو، شعبدہ بازی اور دوسری فارق
 عادت باتیں سیکھتا۔ اس مغیرہ نے میرے والد گرامی پر تھوڑ

باندھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان جبین لیا تھا۔ کچھ لوگوں نے مجھ پر بھی بہتان تراشے ہیں۔ انہیں کیا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو گرم لہرے کا عذاب چکھائے۔ خدا کی قسم! ہم تو صرف اس اللہ پاک کے بندے ہی ہیں جس نے ہمیں پیدا کر کے منتخب فرمایا۔ ہمیں کسی نفع اور نقصان کی قدرت نہیں۔ اگر اللہ ہم پر رحم فرماتا ہے۔ تو وہ اپنی رحمت کی وجہ سے اور اگر عذاب دیتا ہے تو وہ ہمارے گناہوں کا خمیازہ ہوتا ہے۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ پر ہمیں کوئی حجت نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہمارے پاس کوئی بری اللہ ہونے کی اس کی طرف سے تحریر ہے۔ ہم بھی یقیناً مرنے والے، اللہ کے سامنے مجبور، مگر اٹھنے والے، قبروں سے نکل کر میدانِ حشر میں پھینے والے، ٹھہرنے والے اور پوچھے جانے والے ہیں۔ ان جھوٹوں کے لیے بربادی۔ اللہ ان پر لعنت بھیجے۔ انہیں معلوم نہیں۔ کہ ان کے اس رویے سے انہوں نے اللہ کو اذیت پہنچائی۔ اور قبرِ انور میں اس کے رسول کو دکھ دیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ، فاطمہ، حسن، حسین، علی بن حسین اور محمد بن علی ان سب کو تکلیف پہنچائی۔

حوالہ نمبر ۲: رجال کشی

أَبُو يَحْيَى السَّيِّدِيُّ قَالَ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ
الرِّضَا (ع) كَانَ بَشَانٌ يَكْذِبُ عَلَى عِلَّتِي بَيْنَ
الْحُسَيْنِ (ع) فَأَذَا قَلْبَهُ اللَّهُ حَزَّ الْحَدِيدِ وَكَانَ

مَغِيرَةُ بْنُ سَعِيدٍ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ فَإِذَا أَقْبَهُ
 اللَّهُ حَزَّ الْحَدِيدَ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ يَكْذِبُ
 عَلَى أَبِي الْحَسَنِ مُوسَى (ع) فَإِذَا أَقْبَهُ اللَّهُ حَزَّ الْحَدِيدَ
 وَكَانَ أَبُو الْخَطَّابِ يَكْذِبُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
 (ع) فَإِذَا أَقْبَهُ اللَّهُ حَزَّ الْحَدِيدَ وَالَّذِي يَكْذِبُ
 عَلَى مُحَمَّدٍ بْنُ قُرَاتٍ - قَالَ أَبُو يَحْيَى وَكَانَ
 مُحَمَّدُ بْنُ قُرَاتٍ مِنَ الْكُتَّابِ فَقَتَلَهُ إِبْرَاهِيمُ
 بْنُ شَكْلَةَ -

(۱) - رجال کشی صفحہ ۲۵۶

ذکر ابوالخطاب مطبوعہ کربلا۔

(۲) - تنقیح المقال جلد سوم

ص ۱۹۱ باب محمد - مطبوعہ تہران

ترجمہ:

ابویحییٰ واسطی کا کہنا ہے۔ کہ امام ابو الحسن رضا نے فرمایا۔ بنان
 نے امام علی بن حسین پر جھوٹ باندھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو
 گرم لوبے کا عذاب دیا۔ مغیرہ بن سعید نے ابو الحسن علی پر بیتان
 باندھا۔ تو اسے بھی اللہ تعالیٰ نے گرم لوبے کا عذاب دیا۔
 ابوالخطاب نے امام جعفر صادق کے متعلق من گھڑت جھوٹی
 باتیں پھیلائیں۔ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے گرم لوبے کے عذاب
 میں گرفتار فرمایا۔ اور مجھ پر جھوٹ باندھنے والا محمد بن قرات ہے
 ابویحییٰ کہتا ہے۔ کہ محمد بن قرات کا تین میں سے تھا۔ اسے

ابراہیم بن شکریہ قتل کیا تھا

حوالہ نمبر ۱: تنقیح المقال

عَنِ ابْنِ سَنَانٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) إِنَّا نَأْمَلُ
بَيْتِ مَا وَفَوْنٌ لَا نُخْلُو مِنْ كَذَابٍ يَكْذِبُ
عَلَيْنَا فَيَسْقُطُ صِدْقُنَا بِكَذِبِهِ عَلَيْنَا عِنْدَ
النَّاسِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ (ص) أَصْدَقَ الْبَرِيَّةِ
لَعَجَبَةً وَكَانَ مُسَيَّلَمَةً يَكْذِبُ عَلَيْكَ وَكَانَ
أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ (ع) أَصْدَقَ مَنْ بَرَى اللَّهُ مِنْ
بَعْدِ رَسُولِ اللَّهِ وَكَانَ الَّذِي يَكْذِبُ عَلَيْهِ
مِنَ الْكَذِبِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَبَّاحٍ لَعَنَهُ اللَّهُ
وَكَانَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ (ع) قَدْ
إِبْتَلَى بِالْمُخْتَارِ ثُمَّ ذَكَرَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
الْحَارِثُ الشَّافِعِيُّ وَبَيَّنَّ فَقَالَ كَانَا يَكْذِبَانِ
عَلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ (ع) ثُمَّ ذَكَرَ الْمُفِيرَةَ
بْنِ سَعِيدٍ وَبَزِيْعًا وَالسَّرِيَّ وَأَبَا الْخَطَّابِ
وَمَعْمَرًا وَبَشَارَ الْأَشْعَرِيَّ وَحَمَزَةَ الْبَرْبَرِيَّ
وَمَا يَدُ النَّهْدِيِّ فَقَالَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ
إِنَّا لَا نَخْلُو مِنْ كَذَابٍ يَكْذِبُ
عَلَيْنَا أَوْ عَاجِزِ الرَّأْيِ كَفَانَا اللَّهُ
مَوْنَهُ كُلِّ كَذَابٍ وَأَذَاهُمْ اللَّهُ

حَرَّ الْحَدِيدِ-

۱- تنقیح المقال جلد سوم

باب محمد من ابواب المیم

مطبوعہ تہران

۲۰ رجال کشی ص ۲۵۷

ذکر ابوالخطاب

ترجمہ:

ابن سنان بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم اہل بیت باوجود صادق ہونے کے کذابوں سے نہ بچ سکے۔ انہوں نے ہم پر بہتان باندھے۔ اور ہمارے صدق کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ لوگوں کے سامنے ہم پر جھوٹی باتیں گھڑتے تھے۔ دیکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سے سب سے زیادہ سچے ہیں لیکن مسیلمہ کذاب نے آپ پر جھوٹ باندھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ کر تمام سے زیادہ سچے تھے۔ ان پر بہتان باندھنے والا عبد اللہ بن سبا لعنتی تھا۔ ابو عبد اللہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو مختار کذاب سے واسطہ پڑا۔ اس کے بعد امام جعفر نے ابو عبد اللہ عارث شامی اور بنان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جھوٹی جھوٹی روایات گھڑا کرتے تھے۔ پھر امام جعفر نے منیر بن سید

بزیح، السری، ابوالخطاب، معمر، بشار اشعری حمزہ یزیدی اور
 صائد التہدی کا ذکر کر کے فرمایا۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت
 ہو۔ ہم کذابوں سے نہ چھوٹ سکے۔ جنہوں نے ہم پر بہتان
 باندھے۔ اور ایسے لوگوں سے بھی نہ بچے جاسکے۔ جو بے علم
 ہوتے ہوئے ہم پر غلط رائے قائم کرتے تھے۔ ان کذابوں
 سے جو ہمیں کوفت ہوئی۔ اس کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کو ہی
 کافی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان جھوٹوں کو گرم لوہے کا عذاب
 چمکائے۔

حوالہ نمبر ۸: رجال کشی

عَنْ مُصَارِفٍ قَالَ لَمَّا لَجَى الْقَوْمُ الَّذِينَ
 لَبَّوْا بِالْكُوفَةِ۔

۱۔ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَخَبَّرَنِي
 بِذَلِكَ فَخَرَّ سَاجِدًا وَدَقَّ جُوءَ جُوءَهُ
 بِالْأَرْضِ۔

۲۔ وَبَكَى وَأَقْبَلَ يَلُودُ بِأَصْبَحِهِ وَيَقُولُ
 بَلَّ عَبْدُ اللَّهِ قَدْ أَخْرَجْتَنِي مِنْ كَثِيرَةٍ ثُمَّ
 رَفَعَ رَأْسَهُ وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى لِحْيَتِهِ
 فَتَدِمَّتْ عَلَى إِنْخَابَارِي أَيَّاهُ فَقُلْتُ جَعَلْتُ
 فِدَاكَ وَمَا عَلَيْكَ أَنْتَ مِنْ ذَا قَتَالِ يَامُصَارِفُ
 إِنَّ عَيْسَى نَوَسَكَتَ عَمَّا قَالَتِ النَّصَارَى فِيهِ

كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُصِصَ سَمْعُهُ وَيُعْمَى بَصَرُهُ
وَكُنْ سَكَنٌ عَمَّا قَالَ فِي أَكْبُو الْخَطَابِ لَكَ حَقًّا
عَلَى اللَّهِ أَنْ يُصِصَ سَمْعِي وَيُبْصِرَنِي۔

(۱۔ رجال کشی ص ۲۵۳۔)

ذکر ابو الخطاب مطبوعہ کربلا

(۲۔ تنقیح المقال ص ۲۵۳ ذکر

ابو الخطاب مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:

مصارف کا کہنا ہے۔ کہ جب کوفیوں نے بیک یا جعفر کا غلغلہ
بلند کیا۔ تو میں امام جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور اس
واقعہ کی انہیں خبر دی۔ وہ فوراً سجدہ میں گر گئے۔ اور اپنا سینہ
زمین کے ساتھ رگڑنے لگے۔ اور زار و قطار رو رہے تھے۔
اور اپنی انگلی کے ذریعہ پناہ مانگ رہے تھے۔ اور فرما رہے
تھے۔ بلکہ عبد اللہ (امام جعفر) تو اللہ تعالیٰ کا ایک غلام اور بندہ
کمر ہے۔ یہ جلد آپ نے بار بار فرمایا۔ پھر سر انور اٹھایا۔ تو آپ کے
آنسو آپ کی داڑھی مبارک سے بہہ رہے تھے۔ مجھے یہ بات
بتلانے پر بہت ندامت ہوئی۔ میں نے عرض کیا۔ میری جان
آپ پر قربان! اس واقعہ سے آپ کا کیا تعلق ہے؟ فرمانے
لگے۔ اے مصارف! یہ سچی بات ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام اس
بات کو سن کر خاموش ہو جاتے جو نصاریٰ نے آپ کے بارے
میں کہی تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی

کر دیتا۔ اور اگر میں بھی وہ بات سُن کر خاموش رہتا جو ابو الخطاب
نے میرے متعلق کہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو حق پہنچا کہ وہ میرے کان
اور میری آنکھ بھی بہرے اندھے کر دیتا۔

حوالہ نمبر ۹ رجال کشی

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع)
إِنَّهُمْ يَقُولُونَ قَالَ وَمَا يَقُولُونَ قُلْتُ
يَقُولُونَ تَعْلَمُ قَطْرَ الْمَطَرِ وَعَدَدَ النُّجُومِ
وَقَدَقَ الشَّجَرِ وَوزَنَ مَا فِي الْبَحْرِ وَعَدَدَ التُّرَابِ
فَرَفَعَ يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَا يَعْلَمُ هَذَا إِلَّا اللَّهُ

(رجال کشی ص ۲۵۳ ذکر

ابو الخطاب)

ترجمہ :

ابو بصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض
کی۔ حضور! لوگ آپ کے بارے میں یہ کہتے ہیں۔ کہ آپ بارش
کے قطروں، ستاروں کی تعداد، درختوں کے پتوں، سمندروں
دریا کے پانی کا وزن اور مٹی کے ذروں کی تعداد جانتے ہیں۔
یہ سن کر آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے۔ اور فرمانے لگے۔
سبحان اللہ! سبحان اللہ! خدا کی قسم! اللہ کے بغیر یہ کوئی نہیں
جانتا۔

حوالہ نمبر: ارجال کشی

عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ (ع)
يَقُولُ نَوَقَامَ قَائِمُنَا بَدَأَ بِكَذَابِ الشَّيْعَةِ
فَقَتَلَهُمْ۔

(ارجال کشی ص ۲۵۲ ذکر ابوالخطاب مطبوعہ

کربلا۔ طبع جدید)

ترجمہ:

مفضل ابن عمر بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر امام مہدی تشریف لے آئیں۔ تو سب سے
پہلا کام یہ سرانجام دیں گے۔ کہ شیعوں میں جو کذاب ہیں۔ ان
کے سر قلم کر دیں گے۔

حوالہ نمبر: ارجال کشی

عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدٍ الشَّامِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ
(ع) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) مَا أَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ
آيَةً فِي الْمُنَافِقِينَ إِلَّا وَهِيَ فِيْمَنْ يَنْتَحِلُ الشَّيْعَ.
(ارجال کشی ص ۲۵۴۔ ذکر ابوالخطاب)

ترجمہ:

علی بن یزید شامی کہتا ہے۔ کہ ابوالحسن نے امام جعفر صادق سے
روایت کی۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو آیت منافقین کے بارے

میں نازل فرمائی۔ وہ ہر اس شخص پر فٹ بیٹھتی ہے جس میں شیعیت پائی جاتی ہے۔

مذکورہ گیارہ حوالہ جات سے صریح ذیل

امور ثابت ہوئے

۱۔ امام رضا کا فرمان ہے۔ کہ میرے دادا امام جعفر صادق کے زمانہ سے لے کر آج میرے زمانہ تک شیعہ راوی ان کی احادیث میں اپنی طرف سے گھڑی ہوئی باتیں درج کرتے چلے آ رہے ہیں۔

۲۔ ائمہ اہل بیت نے ایسے تمام کذابوں کے لیے گرم سب کے عذاب کی دعا کی۔ جنہوں نے ان کی طرف سے من گھڑت باتیں لوگوں کے سامنے پیش کیں۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہر امام کے لیے کوئی نہ کوئی جعلی حدیثیں بنانے والا موجود رہا ہے۔

۴۔ مغیرہ بن سعید ایسا نامی گرامی کذاب ہے۔ کہ اس نے امام جعفر صادق کے اصحاب کی کتب میں جھوٹی روایات داخل کر کے شیعوں کو یہ باور کرایا۔ کہ یہ تمام احادیث امام جعفر کی بیان کردہ ہیں۔ اور شیعہ لوگوں نے انہیں تسلیم بھی کر لیا۔

۵۔ ہر ایسی روایت جس میں ائمہ اہل بیت کے بارے غلو سے کام لیا گیا۔ وہ من گھڑت ہے۔

۶۔ مغیرہ بن سعید نے جعلی روایات کے ذریعہ امام جعفر کی تعلیم میں کفر

اور بے دینی بھر دی تھی۔

۷۔ امام جعفر کو جب یہ معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ان میں خدائی اوصاف تسلیم کرتے ہیں۔ اور اہلہم لبیک کی بجائے جعفر لبیک کہتے ہیں۔ تو آپ نے اس کی سختی سے تردید فرمائی۔ اور فرمادیا۔ کہ اگر میں ان شرکیہ اور کفریہ باتوں کی تردید نہ کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ مجھے اندھا بہرہ کر دیتا۔

۸۔ امام جعفر صادق نے اپنی عبودیت کا اقرار کرتے ہوئے اپنے مرنے، جینے اور حشر و نشر سب کا اقرار کیا۔ اور اپنے بارے میں غلو کرنے والوں پر لعنت بھیج کر فرمایا۔ ان جھوٹوں نے رسول خدا، علی المرتضیٰ، حسین کریمین وغیرہ کو ان کی قبور میں اذیت پہنچائی۔

۹۔ بارش کے قطرے، درختوں کے پتے، ریت اور مٹی کے ذرے وغیرہ کا علم ثابت کرنے والے پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے خدا کی پناہ مانگی۔

۱۰۔ اپنے بارے میں ان عقائد کے معتقدین کو اپنے منافق فرمایا۔ اور عقائد شیعوں میں ہونے کا ذکر بھی فرمایا۔

۱۱۔ ان جھوٹی روایات کو ہماری طرف منسوب کرنے والے شیعوں کی، امام مہدی سب سے پہلے گردن ماریں گے۔

ملحہ فکریہ

امور مذکورہ اور حوالہ جات گذشتہ سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ امام اہل بیت کی احادیث و روایات میں ہر دور کے اندر رکذابوں نے جھوٹی اور من کھڑت روایات داخل کیں۔ لہذا ان کتابوں پر اعتماد نہ ملے۔

اب جبکہ انہی روایات و احادیث پر فقہ جعفریہ اور عقائد جعفریہ کا دار و مدار ہے۔ تو کونسا عقلمند اس فقہ اور عقائد کو صحیح تسلیم کرے گا۔ جس کی بنیاد منافق کذاب اور گرم لوسہ کے عذاب والے رکھیں۔ وہ عمارت کب خیر و برکت والی ہو سکتی ہے۔ چلتے چلتے ان کذابوں کے گھر مے ہوئے شرکیہ اور کفریہ عقیدہ کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔

جلاء العیون

جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ میں وہ ہوں جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جنہیں بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں وہ ذوالقرنین ہوں۔ جس کا ذکر صحف اولیٰ میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ یوم حساب کا مالک ہوں، میں صراط اور میدان حشر کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت و نار ہوں۔ میں اول آدم ہوں۔ اول نوح ہوں۔ میں جبار کی آیت ہوں۔ میں اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھلوں کو پکاسنے والا ہوں۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں حلم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیر المومنین ہوں۔ میں سرچشمہ یقین ہوں۔ میں زمینوں اور آسمانوں میں حجۃ خدا ہوں۔ میں متزلزل کرنے والا ہوں۔ میں صاعقہ ہوں۔ میں حقانی آواز ہوں۔ میں قیامت ہوں ان کے لیے

جو قیامت کی تکذیب کرتے ہیں۔ میں وہ کتاب ہوں جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنیٰ ہوں جن کے ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ علیہ السلام نے ہر ایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں! میں قبروں سے مردوں کو نکلنے دے دینے والی ہوں۔ میں یوم انشور کا مالک ہوں۔ میں نوح کا ساتھی والا ہوں۔ میں ابراہیم کو نجات دینے والا ہوں۔ میں ایوب بلا رسیدہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں میں کلیم کا بھید ہوں۔ میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ حئی ہوں جسے موت نہیں آتی۔ میں تمام مخلوقات پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی مخلوق کا حساب میری طرف سے ہے۔ میں وہ ہوں جسے امر مخلوق تفویض کیا گیا ہے۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔ ہمارے مرتبے ص ۵۱-۵۲ مولائے کائنات کا یہ فرمان خلافت، قرآن و اسلام نہیں بلکہ عین اسلام ہے۔ بارش برسانا، فصل اگانا، درختوں پر پھول لانا اور پھیل لگانا، بادل لانا، اولاد پیدا کرنا یہ امور عبادت ہیں۔ جس کے یہ ہیں وہ معبود ہے اور جو ان کو کرے وہ عبد ہے۔ لہذا یہ امور میں عبادت اور اللہ کے ہیں یہ امور وہ ہے معبود اور جو ان کو انجام دے وہ ہے۔ عبد، جو ہستیاں ان عباد پر حاکم ہیں

وہ ہیں محمد و آل محمد علیہم السلام۔

ترجمہ جلاء العیون جلد دوم ص ۶۰
مطبوعہ انصاف پریس لاہور شیعہ
جنرل بک اینجینی

الحاصل:

فقہ جعفریہ اور عقائد جعفریہ کے مبادی اور ان کے ستون جو ہم نے ذکر کیے۔ اگر کوئی بھی حق کا متلاشی ان میں غور و فکر کرے گا۔ تو اسے روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا۔ کہ اس فقہ اور ان عقائد کی بنیاد حضرات ائمہ اہل بیت کے اقوال و افعال نہیں ہیں۔ بلکہ ان کذاب اور منافق لوگوں کی من گھڑت روایات ہیں۔ جن پر خود ائمہ اہل بیت نے لعنت بھیجی ہے:-

فَاعْتَدِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

فقہ جعفریہ کے بے اصل ہونے پر
دوسری دلیل

اصول کافی

عَنِ السَّيِّدِ الصَّيِّرِ فِي مَا لَدَخَلَتْ عَلَى
بَيْتِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ وَآلِهِ

مَا يَسْعُكَ الْقَعُودُ فَقَالَ وَلِمَ يَا سَدِيدُ؟ قُلْتُ
لِكثْرَةِ مَوَالِيكَ وَشِيعَتِكَ وَأَنْصَارِكَ
وَاللَّهِ لَوْ كَانَ لَا مِيرَاثُ مِنِّي عَلَى السَّلَامِ
مَا لَكَ مِنَ الشَّيْعَةِ وَالْأَنْصَارِ وَالْمَوَالِي
مَا طَمَعَ فِيهِ تَيْمَرٌ وَلَا عَدِيٌّ فَقَالَ يَا سَدِيدُ
وَكَمْ عَسَى أَنْ يَكُونُوا؟ قُلْتُ مِائَةُ أَلْفٍ
قَالَ مِائَةُ أَلْفٍ؟ قُلْتُ نَعَمْ وَمَا نَتَى أَلْفٍ
قَالَ مَا نَتَى أَلْفٍ؟ قُلْتُ نَعَمْ وَلِصِفِ الدُّنْيَا
قَالَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قَالَ يَخِفُ عَلَيْكَ أَنْ
تَبْلُغَ مَعْنَا إِلَى يَبْعُ قُلْتُ نَعَمْ فَأَمْرِي بِعَمَارٍ
وَبَعْلٍ أَنْ يُسَرَّجَا قَبَادَرْتُ فَرَكِبْتُ
الْحِمَارَ فَقَالَ يَا سَدِيدُ أَسَرَى أَنْ تُؤَثَّرَنِي
بِالْحِمَارِ؟ قُلْتُ أَلْبَعْلُ أَرَيْنَ وَابْنُ قَالَ
الْحِمَارُ أَرَفَقُ بِي فَتَزَلْتُ فَرَكِبْتُ الْحِمَارَ
وَرَكِبْتُ الْبَعْلَ فَمَمَيْنَا فَمَانَتِ الصَّلَاةُ
فَقَالَ يَا سَدِيدُ أَنْزِلْ بِنَا نُصَلِّيْ ثُمَّ قَالَ
هَذِهِ أَرْضُ سُبْحَةَ لَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ فِيهَا
فَسِرْنَا حَتَّى جِئْنَا إِلَى أَرْضِ حَمْرَاءَ وَنَظَرَ
إِلَى غَلَاظِهِ يَوْمَ عَلَى جَدَاءٍ فَقَالَ وَاللَّهِ يَا سَدِيدُ
لَوْ كَانَ لِي شِيعَةٌ بَعْدَ هَذِهِ الْجَدَاءِ مَا
وَسَعَنِي الْقَعُودُ وَنَزَلْنَا وَصَلَيْنَا فَلَمَّا فَرَعْنَا

مِنَ الصَّلٰوةِ حَطِیْقَتٌ عَلٰی الْجِدَاعِ فَقَعَدَ دُنْهَآ
فَاِذَا هِيَ سَبْعَةُ عَشَرَ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۳۲)

کتاب الایمان و الکفر، باب

فی قلۃ العدد المومنین مطبوعہ

قمران طبع جدید

ترجمہ:

سدید صیر فی بیان کرتا ہے۔ کہ میں ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حضور گیا۔ اور عرض کی خدا کی قسم! اب آپ کے لیے گھر میں بیٹھ رہنا درست نہیں۔ حضرت نے فرمایا یہ کیوں؟ میں نے کہا آپ کے دوستوں شیعوں اور انصار کی کثرت کی وجہ سے واشر اگر امیر المومنین کے پاس اتنے شیعوں اور انصار ہوتے تو تیم اور عدی والے ان سے خلافت لے نہ سکتے تھے۔ فرمایا اسے سدید تم سب بھلا کتنے ہو۔ میں نے کہا ایک لاکھ فرمایا ایک لاکھ میں نے کہا جی ہاں بلکہ دو لاکھ فرمایا دو لاکھ میں نے کہا جی ہاں بلکہ نصف دنیا۔ یہ سن کر حضرت خاموش ہو گئے۔ اور فرمایا۔ کیا تیرے لیے یہ آسان ہے۔ کہ تو ہمارے ساتھ چشمہ بنع تنگ چلے۔ میں نے کہا ضرور۔ آپ نے حکم دیا کہ گدھے اور خچر پر زین رکھیں۔ میں نے جلد یہ خدمت انجام دی۔ اور میں گدھے پر سوار ہوا۔ فرمایا اسے سدید! حمار پر مجھے سوار ہونے دے۔ میں نے کہا خچر زیادہ شاندار اور شریف طبیعت ہے۔ فرمایا گدھا رفتار میں میری موافقت کرتا

ہے۔ یہ سن کر میں اتر آیا۔ اور خچر پر سوار ہوا۔ اور حضرت حماد پر سوار ہوئے
 ہم دونوں چلے۔ جب وقت نماز آیا۔ تو فرمایا اترو تاکہ نماز ادا کریں
 اس کے بعد فرمایا یہ زمین شور ہے۔ یہاں نماز جائز نہیں۔ ہم پھر
 چلے۔ یہاں تک کہ ایک سرسبز اور سرخ رنگ کے خطہ پر پہنچے۔
 ایک رط کے کو بکریاں چرا تے دیکھا۔ فرمایا اسے مدیدہ اگر میرے
 شیعہ بقدر ان بکریوں کے ہوتے تو میں خروچ کرتا۔ ہم وہاں اترے
 اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد میں نے اُن بکریوں کو شمار کیا۔ تو ان
 کی تعداد سترہ تھی۔

د کتاب اشافی ترجمہ اصول کافی جلد دوم

ص ۲۶۷ باب غنا مطبوعہ شمیم

د بکڈ پو

اصول کافی

ابن ابی عمیر۔ عن مشاہد بن سالم عن ابی عمر الاعرجی
 قَالَ قَالَ لِي اَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا اَبَا
 عُمَرَ اِنَّ سَعَةَ اَعْشَارِ الدِّينِ فِي التَّقِيَّةِ وَلَا دِينَ
 لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهُ وَالتَّقِيَّةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا فِي النَّبِذِ
 وَالمَسْحِ عَلَى الْعَفَّيْنِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۱۷)

ترجمہ:

ابو عمر الاعرجی کہتا ہے۔ کہ فرمایا ابو عبد اللہ علیہ السلام نے تقیہ

نوحہ دین ہے۔ جو وقت ضرورت تفتہ نہ کرے اس کا دین نہیں
اور تفتہ ہر شئی میں ہے۔ سوائے نبیذ (جو کی شراب) اور
موزوں پر صبح کے۔

کتاب الشافی مترجم اصول کافی جلد ۱
ص ۲۴۰ باب ۱۰ کتاب الایمان
والکفر

احتجاج طبری

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مِنَّا إِلَّا قَائِمٌ بِأَمْرِ اللَّهِ
وَهَادٍ إِلَى دِينِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ الْقَائِمُ الَّذِي
يُظَاهِرُ اللَّهُ بِهِ الْأَرْضَ مِنَ أَهْلِ الْكَفْرِ وَالْبُحُورَ
وَيَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا هُوَ الَّذِي
يَخْفَى عَلَى النَّاسِ وَلَا دَنَاءَ لَهُ وَيَغِيبُ عَنْهُمْ
شَخْصَهُ وَيَجْرِمُ عَلَيْهِمْ تَسْمِيَتَهُ وَهُوَ
سَمَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَكُنِيَتُهُ وَهُوَ الَّذِي تَطَوَّى لَهُ الْأَرْضُ
وَيَذَلُّ لَهُ كُلُّ صَعْبٍ يَجْتَمِعُ إِلَيْهِ مِنْ أَعْمَالِهِ
عِدَّةٌ أَهْلٍ بِدَرٍ ثَلَاثَ مَائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ
رَجُلًا مِنْ أَقْصَى الْأَرْضِ وَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ
أَيُّهَا تَكُونُوا آيَاتٍ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فَإِذَا اجْتَمَعَتْ لَهُ هَذِهِ الْعِدَّةُ

مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ أَظْمَرَهُ اللَّهُ أَمْرَهُ قَاذَا
 مَكْلُ لَهُ الْعَدَدُ وَهُوَ عَشْرَةُ الْآلِ (رَجُلٍ) خَرَجَ
 بِإِذْنِ اللَّهِ فَلَا يَزَالُ يَقْتُلُ أَعْدَاءَ اللَّهِ حَتَّى
 يَرْضَى عَزَّ وَجَلَّ۔

احتجاج طبرسی جلد دوم

ص۔ ۲۵ مطبوعہ قمر خیابان

لمبع جدید

۱) احتجاج طبرسی ص ۲۸ طبع

قدیم مطبوعہ نجف اشرف

ترجمہ :

امام رضا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ائمہ اہل بیت میں سے ہر
 ایک قائم بامر اللہ ہے۔ اور اللہ کے دین کا بادی ہے۔ لیکن
 وہ قائم کس کے سبب اللہ تعالیٰ زمین کو کفار اور منکرین سے پاک
 کرے گا۔ اور اس کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ وہ ہے۔
 کس کی ولادت لوگوں سے چھپا کر رکھی گئی ہے۔ اس کی شخصیت
 لوگوں سے پوشیدہ کر دی گئی ہے۔ اور اس کا نام لینا بھی حرام
 کر دیا گیا ہے۔ اور اس کا نام اور کیفیت بعینہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے نام اور کیفیت پر ہوگی۔ اسی کے لیے زمین پیٹ دی
 جائے گی۔ ہر سخت کو نرم کر دیا جائے گا۔ اصحاب بدر یعنی تین سو
 کی تعداد مختلف اطراف سے اس کے ارد گرد جمع ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ
 کے اس قول کی تفسیر ہوگی۔ کہ وہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم

کر لے آئے گا۔ بے شک وہ ہرشی پر قادر ہے، جب مخلصین کی مذکورہ تعداد پوری ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ اس کے ام کو ظاہر کرے گا۔ پھر جب مخلصین کی تعداد مکمل (یعنی دس ہزار) ہو جائے گی تو اللہ کے حکم سے وہ نکلے گا۔ اور پھر لگا تار اللہ کے دشمنوں سے قتال جاری رکھے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جائے گا۔

حلیۃ المتقین

از حضرت امام رضا مرویست کہ اگر در مقام تمیز شیعہ برائیم نیابم ایشان را مگر وصف کنندہ بزبان و اگر امتحان کنیم نیابم مگر مرتد و اگر خلاصہ و زبدہ کنیم ایشان را از ہزار یکے خالص بنائند۔
(مجمع المعارف بر حاشیہ علیہ المتقین ص ۷)
مطبوعہ تہران

ترجمہ:

امام رضا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اگر ہم شیعوں کو مقام تمیز پر رکھ کر پرکھیں تو میں انہیں صرف زبان سے تعریف کرنے والا ہی پاؤں گا۔ اور اگر ان کا ہم امتحان کرنے لگیں تو مجھے بھی مرتد ہی نظر آتے ہیں۔ اور اگر خلاصہ اور نچوڑ کریں۔ تو ہزار میں سے ایک بھی خالص نہ ملے گا۔

اصول کافی

عَنْ ابْنِ رُمَّابٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَقُولُ لَا يَبْصِيرُ اَمَّا وَاللَّهِ لَوْ
اَتَيْتُ اَحَدُكُمْ مِنْكُمْ ثَلَاثَةَ مِائَتَيْنِ يَكْفُمُونَ
حَدِيثِي مَا اسْتَحَلَّتُ اَنْ اَكْتُمَهُمْ حَدِيثًا۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۲۲)

کتاب الکفر والایمان باب فی

قلۃ عدد المؤمنین)

ترجمہ:

ابن رُمَّاب سے روایت ہے۔ کہ میں نے حضرت امام
جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ آپ یہ باتیں
ابو بصیر سے کر رہے تھے۔ فرمایا خدا کی قسم! اگر مجھے تم شیعوں میں
سے تین مومن بھی ایسے مل جاتے جو میری حدیث چھپائے
رکھتے۔ تو میں ان سے اپنی احادیث نہ چھپاتا۔

رجال کشی

كَانَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ
مَا وَجَدْتُ أَحَدًا يَقْبَلُ وَصِيَّتِي وَيُطِيعُ أَمْرِي
إِلَّا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَعْقُورٍ۔

(رجال کشی ص ۲۱۳)

ترجمہ :

امام جعفر صادق فرمایا کرتے تھے کہ مجھے عبد اللہ بن مسعود کے سوا کوئی ایک بھی ایسا (شیعہ) نہ ملا۔ جو میری وصیت قبول کرتا ہو۔ اور میرے احکام کی اطاعت کرتا ہو۔

ملحہ فکریہ

مذکورہ حوالہ جات میں سے دو چار امور بطور اختصار پھر پیش خدمت ہیں۔ تاکہ ان کی روشنی میں ”ونقہ جعفریہ“ کی حقیقت سمجھنا آسان ہو جائے۔

۱۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو جب یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ آپ کے دوست اور شیعہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ تو پھر آپ خروج کیوں نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا۔ تم لاکھوں کہہ رہے ہو۔ اگر میرے شیعوں کی تعداد سترہ بھی ہوتی۔ تو میں خرمن کر لیتا۔ لیکن کیا کروں اتنے بھی نہیں ہیں۔ گویا سدید صیرفی کے سر پر جو لاکھوں شیعوں کا بھڑوٹ سوار تھا۔ امام جعفر صادق نے اُسے یوں اتار دیا۔ کہ یہ سب نام کے شیعہ ہیں حقیقت میں ان کے اندر سترہ بھی صحیح شیعہ نہیں۔

۲۔ ابو بصیر سے امام جعفر صادق نے فرمایا۔ کہ مجھے تو تم میں سے تین آدمی بھی صحیح مومن نہیں ملے۔ ورنہ میں ان سے احادیث نہ چھپاتا۔ گویا سترہ تو بہت دور کی بات ہے۔ تین بھی صحیح اور پکے مومن (شیعہ) نہ تھے۔

۳۔ انہی امام صاحب فرمان ہے۔ کہ میری اطاعت کرنے والا اور میری وصیت قبول کرنے والا صرف ایک عبد اللہ بن مسعود ہے۔ جب سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے دور میں صرف اور صرف ایک

شیعہ قابل اعتماد تھا۔ باقی سب نام نہاد شیعہ تھے۔ توان حالات میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنی باتیں کن سے کہتے۔ اپنی فقہ کن کو سمجھاتے۔ اپنی احادیث کس کے سامنے پیش فرماتے۔ یہی قضا الرجال کا زمانہ تھا۔ جس میں آپ نے بقول ابو عمر لا عجی اپنا دین صرف ایک حصہ ظاہر کیا۔ اور نو حصے ”تقیہ“ کی بھینٹ چڑھا دیئے۔

مذہب جعفریہ کی بنیاد دراصل وہ احادیث و فرامین ہیں۔ جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول و مروی ہیں۔ ان حالات میں اس قدر تعداد میں آپ کی احادیث کس طرح منظر عام پر آ سکتی ہیں۔ جب کہ آپ نے صرف ایک آدمی کو قابل اعتبار کہا۔ اور نو حصے دین چھپا کر رکھا۔ جب امام موصوف کو تین آدمی بھی مخلص نہ ملے۔ جن پر اپنا صحیح دین (مکمل دس حصوں والا) ظاہر فرماتے۔ تو پھر یہ ”دین جعفری“ جس کو امام جعفر صادق کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ کہاں سے آگیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ اُن لوگوں کی ایجاد ہے۔ جن پر خود امام موصوف کو بھروسہ نہ تھا۔ جن کی شیعیت صرف زبانی تھی۔ اور پرے درجے کے جھوٹے لوگ تھے۔ یہ تو زمانہ تھا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا۔ اب ذرا سلسلہ امامت کے نویں ستون حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کے دور کی باتوں کا اُن کی زبانی غلامہ سُنین۔ تو بات اور بھی کھل کر سامنے آئے گی۔

امراہل بیت کا ہر فرد ”قائم بامر اللہ“ اور ”حادی الی دین اللہ“ ہے۔ لیکن کامل اور مکمل طور پر ان اوصاف کا مالک وہ امام ہے۔ جس کا نام اور ولادت لوگ نہیں جانتے۔ اور ابھی وہ ظاہر نہیں ہوا۔ ہاں جب تین سو تیرہ سچے کچے شیعہ موجود ہو جائیں گے۔ تو پھر اُن کا ظہور ہو گا۔ تو صاف بات ہے۔ کہ امام رضا کے زمانہ تک یہ موقعہ نہیں آیا۔ بلکہ مذہب شیعہ میں آج تک اس امام کا ظہور نہیں ہوا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ اس دور سے آج تک تین سو تیرہ ایسے شیعہ نہیں پائے گئے۔ جن کی موجودگی

امام قائم کے ظہور کا سبب بنتی۔ اگر ذہن میں یہ خیال آئے کہ تین سو تیرہ کہاں آج
 آ کر وڑوں شیعیان علی موجود ہیں۔ اور لاکھوں اس سے پہلے دور میں ہوئے ہیں۔ تو
 اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے۔ کہ اگر یہ واقعی کچے مومن ہیں۔ تو پھر امام قائم
 ظاہر کیوں نہ ہوئے؟ کیوں چھپے بیٹھے ہیں؟ اگر امام رضا کا قول تسلیم کر لیا جائے
 جو بوجہ مصوم ہونے کے قابل تسلیم ہے۔ تو پھر ماننا پڑے گا۔ کہ شیعوں کی یہ
 کثرت ان لوگوں کی ہے۔ کہ جن کے بارے میں خود امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 نے فرمایا۔ کہ اگر میں ان کا امتحان لوں۔ تو زے مڑ نہ سکیں گے۔ اور اگر ان کا
 پنجوڑہ میٹھ کر دوں تو ہزاروں میں سے ایک بھی مخلص نہ ملے گا۔ یعنی ربانی جمع
 خرچ کرنے والے تو بہت ہیں۔ جو لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ملیں گے۔
 لیکن جن میں ارتداد نہیں۔ اور جو اخلاص سے معمور ہیں۔ وہ تین سو تیرہ بھی
 نہیں ہیں۔ اگر یہ بات تسلیم نہ کی جائے۔ تو پھر یہ ماننا پڑے گا۔ کہ امام رضا
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھوٹ بولا۔ اور جو جھوٹ کی نسبت شیعہ ہو کر ان کی
 طرف کرے گا۔ وہ بھلا شیعہ کا ہے کار ہا؟

ان حوالہ جات سے ماخوذ امور سے صاف ظاہر کہ ”فقہ جعفریہ“
 کا دار و مدار ان احادیث پر ہے۔ جو امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے مروی ہی نہیں، اور ان کی روایت کرنے والے ہرگز امام موصوف
 کے ہاں قابل اعتبار لوگ نہ تھے۔ یہ سراسر من گھڑت ہیں۔ اور کذب بیانی
 سے کام لے کر اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے ان کو امام صاحب سے
 منسوب کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی صاحب نظر و عقل مذکورہ حوالہ جات کو
 غیر جانب داری سے ملاحظہ کرے۔ تو وہ یقیناً یہی نتیجہ نکالے گا۔ کہ
 ”فقہ جعفریہ“ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات و احادیث کے

مجموعہ کا نام نہیں ہے۔ کیونکہ امام صاحب کے نزدیک صرف ایک آدمی قابل اعتبار تھا۔ اس کے علاوہ کسی کو آپ نے اپنا دین بتایا ہی نہیں۔ اور بقول خود نور حصّے ”تقیہ“ میں گزارے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

”فقہ جعفریہ“ کے بے اصل ہونے

کی تیسری دلیل

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ دین چھپانے کی تاکید کرتے

رہے۔ اور اسے ظاہر کرنے والے کو اپنا

قاتل تک فرماتے تھے

اصول کافی

عَنْ مُعَلَّى بْنِ خُنَيْسٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا مُعَلَّى اُكْتُمْنَا أَمْرَنَا وَلَا تُدْعُهُ
فَأَنْتَ مَنْ كَتَمْنَا أَمْرَنَا وَلَمْ يُذِخْهُ أَعَزَّهُ اللَّهُ
بِهِ فِي الدُّنْيَا وَجَعَلَهُ شَوْرًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ فِي
الْآخِرَةِ وَجَعَلَهُ ظُلْمَةً تَقُودُهُ إِلَى الْجَنَّةِ

يَا مُعَلَّى عَنْ أَذَاعِ أَمْرِنَا وَلَسْتَ بِحَكْمَةٍ أَذَلَّهُ
 اللَّهُ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَتَزَعِ النُّورِ مِنْ بَيْنِ
 عَيْنَيْهِ فِي الْآخِرَةِ وَجَعَلَهُ ظِلْمَةً تَقْوُدُهُ
 إِلَى النَّارِ يَا مُعَلَّى إِنَّ التَّقِيَّةَ مِنْ دِينِي وَدِينِ
 آبَائِي وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهُ يَا مُعَلَّى إِنَّ اللَّهَ
 يُحِبُّ أَنْ يُعْبَدَ فِي السِّرِّ كَمَا يُحِبُّ أَنْ يُعْبَدَ
 فِي الْعَلَانِيَةِ يَا مُعَلَّى إِنَّ الْمَذْيَبَ لَا مَسْرِيَّةَ
 كَالْبَاحِدِ لَهُ -

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۲۳)

کتاب الایمان و الکفر مطبوعہ

تکلیفان طبع جدید)

ترجمہ:

فرمایا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اے معلیٰ ہمارے
 امر کو چھپاؤ۔ اور ظاہر نہ کرو۔ جو ہمارے امر کو چھپائے گا اور
 ظاہر نہ کرے گا تو اللہ اس کو دنیا میں عزت دے گا۔ اور آخرت
 میں اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور ہو گا۔ جو اُسے
 جنت کی طرف لے جائے گا۔ اور اے معلیٰ جو ہمارے امر کو
 ظاہر کرے گا۔ اور نہیں چھپائے گا۔ تو خدا اُسے دنیا میں ذلیل
 کرے گا۔ اور آخرت میں اُس کی دونوں آنکھوں کے بیچ سے
 نور کو کھینچ لے گا۔ اور تاریکی اُسے کھینچ کر دوزخ کی طرف لے
 جائے گی۔ اے معلیٰ۔ تقیہ میرا اور میرے آباء کا دین ہے۔

جس کے لیے تقیہ نہیں اس کے لیے دین نہیں۔ اے معنی اللہ
پوشیدہ عبادت کو اسی طرح دوست رکھتا ہے۔ جیسے ظاہر
عبادت کو۔ اے معنی ہمارے امر کو ظاہر کرنے والا ایسا ہے
جیسے ہمارے حق کا انکار کرنے والا۔

اصول کافی

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا سَيِّمَانُ
إِنَّكُمْ عَلَى دِينٍ مَنْ كَتَمَ أَعْرََّهُ اللَّهُ
وَمَنْ أَدَّاهُ أَذَلَّهُ اللَّهُ

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۲۶)

ترجمہ:

فرمایا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اے سیمان تم اس
دین پر ہو کہ جس نے اس کو چھپایا اللہ نے اس کی عزت دی
اور جس نے اس کو ظاہر کیا۔ اللہ نے اس کو ذلیل کیا۔

(الثانی ترجمہ اصول کافی جلد دوم ص ۲۲۶)

(مطبوعہ کراچی)

جامع الاخبار:

قَالَ الصَّادِقُ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) مَنْ أَدَّاهُ عَلَيْنَا
شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا فَهُوَ كَمَنْ قَتَلَنَا عَمَدًا وَكَمْرًا

يَقْتُلُنَا خَطَاَاءَ-

(جامع الاخبار ص ۱۰۸ / الفصل الثالث)

والاربعون في التقية

(مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس نے ہمارے امر میں سے کسی امر کی اشاعت کی۔ اور اس کو ظاہر کر دیا۔ تو وہ اس شخص کی طرح ہے۔ جس نے ہمیں جان بوجھ کر قتل کیا۔ اور بھول کر یا غلطی سے قتل نہ کیا۔

اصول کافی

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ وَلَا يَكُنْ مِنَ الَّذِينَ اسْتَرَوْا إِلَى جِبْرِئِيلَ
وَأَسْتَرُوا جِبْرِئِيلَ إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَسْتَرُوا مُحَمَّدًا إِلَى عَلِيٍّ وَأَسْتَرُوا
عَلِيًّا إِلَى مَنْ شَاءَ ثُمَّ انْتَحَمَرُوا يُعَوِّنُونَ ذَٰلِكَ-

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۲۴)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ولایت کا راز
جبرئیل کو بتایا۔ اور پھر جبرئیل علیہ السلام نے یہ راز حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو عطا کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی راز حضرت
علی المرتضیٰ کے سپرد کیا۔ اور انہوں نے جسے چاہا۔ اسے عطا

کر دیا۔ پھر تم لوگ اس لازولائیت کی اشاعت کر رہے ہو اور اسے ظاہر کر رہے ہو۔

ملحہ فکریہ

قارئین کرام! حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے معنی نامی شخص کو جو کچھ فرمایا۔ آپ وہ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ یعنی آپ کے دین کو چھپانا باعث عزت اور بروز حشر آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اور اس کی اشاعت و اظہار سب ذلت اور کل قیامت کو نور چین جانے کا ذریعہ ہے۔ وہ جہنمی ہے۔ اور ہمارا قصداً قاتل ہے۔ ان امور کو سامنے رکھتے ہوئے ہر وہ شخص کہ جس کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عقیدت اور محبت ہوگی۔ اور یہ چاہتا ہوگا۔ کہ میں دنیا و آخرت میں ذلیل و بے نور ہونے کی بجائے باعث عزت اور نور والا بنوں اور امام کے عہد اُقتل کے گناہ سے بچوں۔ وہ کبھی بھی امام صاحب کی حدیث کسی کے سامنے ظاہر نہ کرے گا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے وہ امام صاحب کے ارشادات مذکورہ کا منکر اور وقت کو ضائع کرنے والا ہوتے ہوئے دوزخی بننا گوارا کیسے کرے گا۔ بلکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ایک اور فرمان کو اگر مد نظر رکھا جائے

اصول کافی

كَانَ آيِي يَقُولُ آيِي شَيْئِي أَقَرُّ لِعَيْنِي ،
مِنِ الشَّقِيَّةِ ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۲۰)

قرجہ میرے والد فرماتے ہیں۔ کہ دین کو چھپانے (تقیہ کرنے) سے بڑھ کر میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور کون سی چیز ہو سکتی ہے (۵) کو اگر نظر رکھا جائے تو امام جعفر صادق کی آنکھ کو سونے تقیہ کے کسی اور چیز سے ٹھنڈا نہیں کیا جاسکتا۔

ان حالات میں امام باقرؑ اور امام جعفرؑ رضی اللہ عنہما کے ارشادات و احادیث کو ظاہر کرنا گویا ان کی آنکھوں میں آگ ڈال کر جلانے کے مترادف ہے۔ تو ایسا وہی کرے گا۔ جو ان کا دشمن ہو گا۔ ورنہ ایک محبت کی اول و آخر یہی کوشش ہوگی۔ کہ وہ ایسا کام کرے گا۔ جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اور اپنی زندگی اور آخرت باعزت بنائے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے نہ تو زبانی کسی کو کھلم کھلا اپنے مذہب کی اشاعت کا حکم دیا۔ اور نہ ہی تحریری طور پر کسی کو اپنے کچھ عطا فرمایا۔ اور نہ ہی اور کسی طریقہ سے اپنے مذہب کو پھیلانے کی اجازت دی۔ اس صورت حال کے پیش نظر اب بھی اگر کوئی یہ کہے۔ کہ ”فقہ جعفریہ“، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور ان کے والد امام باقر رضی اللہ عنہما کی احادیث اور اقوال کا نام ہے تو اس سے بڑھ کر بے وقوف اور کون ہو گا۔

ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کے ذہن میں یہ بات آتی ہو۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنی احادیث اور اپنے ارشادات و اقوال کی اشاعت ایک مخصوص مدت تک روکا ہو۔ اس کے بعد اس کی اشاعت کی اجازت دے دی گئی ہو۔ اور پھر اشاعت کی اجازت ہونے کے بعد ”فقہ جعفریہ“ کی تدوین و ترتیب وجود میں آئی ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ خود امام صاحب موصوف نے ایک اور ارشاد میں اس امر کی وضاحت کر دی ہے۔ کہ دین کا چھپا نا کب تک ہو گا۔ فرماتے ہیں۔

مَنْ تَرَكَ تَقِيَّةً قَبْلَ خُرُوجِ قَائِمِنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ جس نے

تقیہ (دین کو چھپانا) امام قائم کے خرمج سے پہلے چھوڑ دیا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے (بحوالہ جامع الاخبار فصل ۲ ص ۱۰۸) اور یہ بات واضح ہے۔ کہ آج تک امام قائم کا ظہور نہیں ہوا۔ اس لیے امام جعفر کے ارشاد کے مطابق آج بھی دین ظاہر کرنا اسی طرح کا ظلم ہے۔ جس طرح آپ کے دور میں تھا۔ اور آج بھی فقہ جعفریہ کو ظاہر کرنے والا امام صاحب کا عہد قاتل ہے۔ اور جو عہد امام صاحب کا قاتل ہو۔ اس کے دوزخی اور بے ایمان ہونے میں کسے شک ہو سکتا ہے۔ ایسے قاتلانِ امام جعفر دوزخیوں، بے غیرتوں اور کالے منہ والوں نے خود ساختہ دین کو ”فقہ جعفریہ“ کا نام دے کر لوگوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی کوشش ہے۔ ان شواہد و واقعات سے بالکل ظاہر ہے کہ ”فقہ جعفریہ“ حضرت امام باقر اور امام جعفر رضی اللہ عنہما کی طرف دھوکہ دینے کے لیے منسوب کی گئی ہے۔ اور اس فقہ کے نام سے جو روایات ان ائمہ سے مروی ہیں۔ وہ ان کی نہیں بلکہ کسی نے گھر بیٹھ کر تراشی ہیں۔ ”فقہ جعفریہ“ ہرگز ہرگز ان ائمہ اہل بیت کی نہیں ہے۔ یہ ایک فائدہ ساز فقہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ

فقہ جعفریہ کے بے اصل ہونے کی

چوتھی دلیل

گزشتہ اوراق میں شیعہ کتب کے حوالہ جات سے آپ یہ بات ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ عنہما سے جن لوگوں نے احادیث کی روایت کی۔ وہ ثابت نہیں۔ بلکہ ان حضرات نے ان راویوں کو کوئی حدیث سنائی یا بتلائی ہی نہیں۔ صرف ایک آدمی پر امام صاحب کو اعتماد تھا۔ اسے بتلاتے رہے۔ لیکن ان روایات میں بھی ”یار لوگوں، ہمارے گھیلے گئے۔ اور ان میں بھی ادھر ادھر کی اپنی باتیں درج کر دیں۔ یہاں تک کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو اپنے دور میں ہی اس کا علم ہو گیا۔ اور آپ نے اس سلسلہ میں فرمایا۔

رجال کثی

حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ الْحَكَمِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
(ع) يَقُولُ لَا تَقْبَلُوا عَلَيْنَا حَدِيثًا إِلَّا مَا وَافَقَ
الْقُرْآنَ أَوِ السُّنَّةَ أَوْ تَحْدُوثًا مَعَهُ شَاهِدًا مِنْ
أَحَادِيثِنَا الْمُتَقَدِّمَةِ فَإِنَّ الْمُعْبِرَةَ بْنَ سَعِيدٍ
لَعَنَهُ اللَّهُ دَسَّ فِي كُتُبِ أَصْحَابِ آلِي أَحَادِيثَ

لَمْ يَحْدِثْ بِهَا آتِي۔

درجال کشی ص ۱۹۵ ذکر مغیرہ بن سعید
مطبوعہ کربلا

ترجمہ:

ہشام بن حکم نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ
ہماری کسی حدیث کو اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک وہ
قرآن یا سنت کے موافق نہ ہو۔ یا اس کی تائید کی گواہی ہماری
پہلی احادیث نہ کرتی ہوں۔ کیونکہ یہ بات پختی ہے۔ کہ مغیرہ بن
سعید لعنتی نے میرے والد امام باقر رضی اللہ عنہ کے اصحاب کی
کتابوں میں ایسی بہت سے احادیث گھسیٹ دی ہیں جو میرے
والد نے بیان نہیں فرمائیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا مقصد صرف ایک شخص تھا جس کا نام
عبد اللہ بن یعفور ہے۔ اور یہ بات اصول حدیث کا ہر ایک طالب علم جانتا ہے
کہ صرف ایک آدمی کی روایت سے حدیث متواتر یا مشہور کا درجہ نہیں
پاتی۔ لہذا جو روایات ابن یعفور کے واسطے سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے۔ وہ سراسر خبر واحد کے ضمن میں آئیں گی۔ اب خبر واحد میں
بھی جب مغیرہ بن سعید جیسے ملعونوں نے کمی بیشی کر دی۔ تو پھر ان پر عمل کرنا
ہرگز لازم نہ رہا۔ اسی لیے امام نے فرمایا۔ کہ مجھ سے مروی احادیث کو قرآن و
سنت پر پیش کر دو۔ اگر موافق ہوں۔ تو بہتر و نہ چھوڑ دو۔ روایت بالامیں
تو امام صاحب نے کتاب اللہ کے بعد سنت اور پھر اپنی احادیث متقدمہ
پر پیش کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن ان کی طرف سے وہ احادیث جو مقدمہ کے

ضمیمہ میں آتی ہیں۔ وہ بھی تو فرد واحد سے مروی ہیں۔ اور ان میں بھی دخل اندازی ہو چکی تھی۔ اس حقیقت کے پیش نظر آپ نے ایک مقام پر دو ٹوک طریقہ سے صرف قرآن کریم پر پیش کرنے کا حکم دیا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

الامالی شیخ صدوق

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ أَلَسَّكُونِي عَنِ الصَّادِقِ
جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ (ع) عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ
قَالَ عَلِيُّ (ع) إِنَّ عَلَى كُلِّ حَقٍّ حَقِّيَقَةً وَعَلَى كُلِّ
بَسْوَابٍ ثَوْرٌ فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللَّهِ فَخُذُوهُ وَمَا
خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ فَدَعُوهُ.....

(الامالی شیخ صدوق المجلس التاسع عشر)

ص ۲۲۱ مطبوعہ قم

ترجمہ:

اسماعیل بن مسلم السکوئی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کے واسطے سے ان کے والد وہ اپنے والد سے روایت کرتے
ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہر حق پر حقیقت
اور ہر صواب پر ثور ہے۔ لہذا ہماری ہر وہ حدیث جو کتاب اللہ
کے موافق ہو۔ اس پر عمل کرو۔ اور جو اس کے مخالف ہو۔
اُسے چھوڑ دو۔

اب جبکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی امادیت میں من گھڑت باتوں
کے اضافہ سے بچنے کا ایک ہی طریقہ رہ گیا ہے۔ کہ ان حضرات کی مرویات

کو قرآن کریم پر پیش کیا جائے۔ اگر موافقت ہو جائے تو بہتر ورنہ قرآن پر عمل کرو اور ان سے مروی احادیث کو چھوڑ دو۔ اب حیران کن مرحلہ ان پہنچا ہے۔ کہ ایک طرف ائمہ اہل بیت اپنی مرقیات کی پرکھ کے لیے قرآن کریم کا راستہ دکھاتے نظر آتے ہیں۔ اور دوسری طرف انہی حضرات کی زبانی دو ٹوک ایسی روایات کتب شیعہ میں بکثرت موجود ہیں۔ کہ موجودہ قرآن ”نامکمل اور مخرب“ ہے اس کی تفصیل ”تحریف قرآن“ کے موضوع میں آپ عقائد جعفریہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ صرف ایک دو حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

انوار نعمانیہ

إِنَّهُ قَدْ اسْتَفَاضَ فِي الْأَحْبَابِ أَنَّ الْقُرْآنَ كَمَا أُنْزِلَ
لَمْ يُؤْتَفَهُ إِلَّا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ بِوَصِيَّةٍ مِنَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَقِيَ بَعْدَ مَوْتِهِ
مِثْلَهُ أَشْهُرٌ مُتَتَعِلًا بِجَمْعِهِ فَلَمَّا جَمَعَهُ كَمَا
أُنْزِلَ أَتَى بِهِ إِلَى الْمُتَخَلِّفِينَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَكُمْ هَذَا كِتَابُ اللَّهِ كَمَا أُنْزِلَ
فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَيْكَ وَلَا إِلَى
قُرْآنِكَ عِنْدَ نَاقِرِائِكَ كَتَبَهُ عُثْمَانُ فَقَالَ لَهُمْ
عَلَيْهِ السَّلَامُ لَنْ تَرَوْهُ بَعْدَ هَذَا الْيَوْمِ وَلَا
يَرَاهُ أَحَدٌ حَتَّى يَنْظُرُوا وَكِدْحِي الْمَهْدِي عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَفِي ذَلِكَ الْقُرْآنِ زِيَادَاتٌ كَثِيرَةٌ وَهُوَ خَالٍ مِنَ التَّعْوِيلِ۔
(انوار نعمانیہ ص ۳۶۰ نور فی الصلوة جلد ۱ مطبوعہ تبریز طبع جدید ص ۳۶۲ طبع قم علی)

ترجمہ:

بہت سی اخبار مستفیض اس بارے میں ہیں۔ کہ قرآن کریم جس طرح اتارا گیا اس طرح (مکمل طور پر) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی نے جمع نہ کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو دو قرآن کریم جمع کرنے کی وصیت فرما کر انتقال فرما گئے۔ تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے انتقال کے بعد چھ مہینے متواتر اس کے جمع کرنے میں مشغول رہے جب آپ نے اُس ترتیب اور تعداد پر جمع کر لیا۔ جس پر قرآن اُتر ا تھا تو جمع شدہ نسخہ لے کر آپ ان لوگوں کے پاس تشریف لائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد خواہ مخواہ خلیفہ بن گئے تھے۔ آپ نے انہیں کہا کہ یہ جمع شدہ قرآن کریم کا وہ نسخہ ہے جو میرا تراویا ہی اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بولے۔ اے علی! نہ ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ اور نہ تمہارے جمع کردہ قرآن کی۔ ہمارے پاس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ قرآن موجود ہے۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بولے۔ اچھا اگر ایسا ہی ہے تو پھر تم آج کے بعد اس (یعنی میرے جمع کردہ) قرآن کو نہ دیکھ پاؤ گے۔ اور نہ کوئی دوسرا اسے دیکھ سکے گا۔ ہاں جب میرے بیٹے ہمدی کا ظہور ہوگا۔ تو پھر دیکھا جاسکے گا۔ اُس قرآن میں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا۔ بکثرت ایسی آیات تھیں۔ جو موجود قرآن میں نہیں۔ اسی لیے وہ تحریرت سے خالی تھا۔ (اور اس میں تحریرت ہے)

انوار نعمانیہ

إِنَّ تَسْلِيمَ تَوَاتُرِهَا عَنِ التَّوْحِي الْإِلَهِيِّ وَكَوْنِ
الْكُلِّ قَدْ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ يُقْضَى إِلَى
طَرَحِ الْأَخْبَارِ الْمُسْتَفِيضَةِ بِلِ التَّوَاتُرِ وَالذَّالِ
يَصْرِحُ بِهَا عَلَى وَقُوعِ التَّحْرِيفِ فِي الْقُرْآنِ كَلَامًا
وَمَا ذَكَرَ وَإِعْرَافًا۔

انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۵۷ نور فی الصلوۃ
مطبوعہ تہذیب طبع جدیدہ
(طبع قدیم قلعی نسخہ ص ۲۳۶)

ترجمہ:

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ موجود قرآن کریم متواتر اسی طرح مکمل ہے
جس طرح اللہ تعالیٰ کی وحی آتی رہی۔ اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے
کہ صرف اتنا ہی حضرت جبرئیل امین لے کر آئے تھے۔ تو پھر
ان اخبار کو بھی کتنا پڑے گا۔ جو صراحت کے ساتھ اس میں تحریف
کے وقوع کی نشاندہی کرتی ہیں۔ حالانکہ ایسی اخبار مشہور ہیں۔ بلکہ
متواتر ہیں۔ اور ان سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ موجود
قرآن از روئے کلام، مادہ اور اعراب کے تحریف شدہ
ہے:

ملحہ فکریہ:

قارئین کرام! ہر مکتبہ فکر کی فقہ کا ماخذ قرآن کریم بالاتفاق ہے۔ اور

پھر سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع وغیرہ۔ اسی طرح شیعہ فقہ بھی قرآن کریم اور احادیث ائمہ اہل بیت سے ماخوذ اور مستنبط ہے جب ہم ان دونوں مآخذوں کو دیکھتے ہیں۔ تو نہ قرآن قابل استنباط اور نہ احادیث ائمہ قابل اعتبار۔ کیونکہ ائمہ اہل بیت نے اپنی احادیث میں موضوع احادیث کی بہتات کی وجہ سے اچھ بند کر کے قبول کرنے سے منع کر دیا۔ اور ہدایت کی کہ ہماری احادیث کو قرآن پر پیش کر کے صحیح اور غلط کا امتیاز کر لینا۔ جو موافق ہو وہ صحیح اور جو ناموافق وہ غیر صحیح۔ اب جب اس طریقہ پر عمل کرنے کے لیے قرآن کریم کی طرف رخ کیا۔ تو انہی ائمہ کی روایات نے موجود قرآن کو محرف اور نامکمل کہہ دیا۔ اور غیر محرف و مکمل قرآن جو حضرت علی نے جمع کیا تھا۔ وہ تھا لیکن وہ اس وقت سے آج تک بلکہ امام مہدی کے ظہور تک کسی کو دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ اب ان کی احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے انہیں کہاں پیش کریں۔ قرآن محرف ہے۔ اس لیے وہ خود ناقابل یقین، احادیث میں من گھڑت روایتیں بکثرت لہذا وہ نامقبول۔ جب موجود قرآن اور روایات ائمہ اہل بیت دونوں ہاتھ سے گئے۔ تو پھر ”فقہ جعفریہ“، کن بیساکھیوں پر کھڑی ہو سکتی ہے۔ وہ بیساکھیاں اور ستون ان کے نام نہاد آیت اللہ مجتہد، اور حجة الاسلام ہیں۔ جن سے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ اور ان پر لعنت کی۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

ایک فریب اور اس کے دو جواب

اہل تشیع یہ کہتے ہیں کہ جو لوگ فقہ جعفریہ کے ستون ہیں۔ (ابو بصیر، زرارہ محمد بن مسلم، برید بن معاویہ وغیرہ) ان حضرات پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لعنت کی۔ لیکن وہ بطور تقیہ تھی۔ اسی طرح آپ نے جو اپنا دین چھپانے کی ہدایات دی تھیں۔ وہ بھی از روئے تقیہ تھیں۔ اس لیے اگر تقیہ سے ہٹ کر دیکھا جائے۔ تو یہ چاروں بانیان فقہ جعفریہ تو ملعون تھے۔ اور نہ ہی امام جعفر کی احادیث کی روایت کرنا جائز تھا۔ اس لیے ان حضرات نے امام موصوف سے جو روایات بیان کیں۔ ”وہ فقہ جعفریہ“ کی اصل بن سکتی ہیں اس لیے فقہ جعفریہ ”بے اصل“ نہیں۔ اہل تشیع نے اس طرح اپنی فقہ کو صحیح اور درست ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور چار ستونوں کو دیمک سے بچانے کا فرض ادا کر دیا۔ لیکن ہم ان کی اس کوشش کو فریب اور دھوکہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس کی دو وجوہات پیش خدمت ہیں،

اول:

اس بات پر تمام کتب اہل تشیع یک زبان ہیں۔ کہ ”فقہ جعفریہ“ کا وجود امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے۔ اور ان دونوں کی طرف اس کی نسبت اس لیے ہے۔ کہ ان کے دور میں بنو امیہ اور بنو عباس باہم برسرِ پیکار تھے۔ جس کی وجہ سے ان حضرات کو اپنا مقصد پھیلانے اور اپنی فقہ کی اشاعت کا موقع مل گیا۔ اور اعلانیہ اس کا پرچار ہوا۔ جیسا کہ اصل و اصولِ شیعہ میں ”عہد زریں“ کے عنوان سے اس امر کی تفصیل موجود ہے۔ اس کی کچھ سطور آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اصل و اصولِ شیعہ مترجم

”صادق آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نسبتاً کافی موافق تھا۔ کیونکہ اموی اور عباسی طاقتیں تھک چکی تھیں۔ انصملاں پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم کے مواقع جاتے رہے تھے۔ بنا برائیں دینی ہوئی صدا لگتیں اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح اُبھر گئیں۔ اور روشنی کی طرح پھیل گئیں۔ خوف و خطر کے باعث جو لوگ تقیہ میں تھے وہ بھی کھل گئے۔ فضا موافق تھی۔ اور راہیں ہموار۔ امام مالی مقام نے تسبیح و تمقین میں رات دن ایک کر دیئے۔ ہاں تبلیغ و تمقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے تھا۔ درس حق عام ہوا۔ اور لوگ جوق در جوق مذہب جعفری قبول کرنے لگے اس عہد کو تشیع کی نشر و اشاعت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ کیونکہ قبل ازیں اس کثرت سے اور کھل کھلا مسلمانوں نے شیعیت کی جانب رجوع نہیں کیا تھا۔

دریائے فیض جاری تھا۔ تشنگانِ معرفت خود بھی سیراب ہوتے تھے۔ اور دوسروں کی پیاس بھی بجھاتے تھے۔ بقول ابوالحسن دثاء ”و میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار علماء کا مجمع دیکھا ہے۔ اور سب کو یہ کہتے سنا۔ کہ وحشی جعفر ابن محمد، یعنی یہ روایت مجھ سے جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے۔“

(اصل و اصول شیعہ مترجم ص ۵۳ مطبوعہ رضا کاربک ڈپو لاہور)

الشافی:

پانچواں دور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کا تھا۔ چونکہ انہوں نے اپنے رسول کی تعلیم کو تاقیامت باقی رکھنا منظور تھا۔ لہذا اس نے یہ بندوبست کیا کہ اہل بیت سے عناد رکھنے والوں کو باہم دست و گریبان کر دیا۔ یہ وہ وقت تھا۔ جب بنی امیہ کے ایوانِ حکومت میں زلزلہ اُ رہا تھا۔ اور بنی عباس اپنی حکومت کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اصولِ اقتدار کی جدوجہد میں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ ہر ایک کو اپنی پگھلی بھی سنبھالنا دشوار تھا۔ لہذا عداوتِ اہل بیت کی تنوار کچھ دنوں کے لیے نیام میں چلی گئی۔ اور اپنی فکر نے فریقین کو امین ہما میں کی طرف سے غافل کر دیا۔

ہمارے دونوں اماموں کو اس وقفہ میں اتنا موقع مل گیا۔ کہ مسجد رسول میں درس کا آغاز کر دیا۔ لوگ موضوعہٗ احادیثِ سننے سننے آگئے تھے۔ قرآن کریم کے صحیح مضمون کا پتہ نہ چلا سکتے تھے۔ مسائلِ فقیہہ اپنے اصل سے ہٹ کر کچھ سے کچھ ہو گئے تھے۔ لوگوں کی ترستی ہوئی نگاہیں امام محمد باقر علیہ السلام

پر نہیں۔ اور جوق در جوق لوگ اس مقدس درس میں شریک ہونے کے لیے دُور دُور سے آنے لگے۔ قلند ان کھل گئے۔ اور امام کی زبان سے احادیث صحیحہ سن کر ضبط تحریر میں لانے لگے۔ یہ احادیث کھنے والے چار ہزار سے زائد اہل فضل و کمال تھے۔ اسلامی حکومت کا کوئی شہر کوئی قصبہ ایسا نہ رہا جہاں کے لوگ اس سعادت عظمیٰ سے محروم رہے ہوں۔

دوبیا چہ الشافی ترجمہ فروع الکافی جلد اول
تصنیف سید ظفر حسن مطبوعہ شمیم بکڈپو کراچی

ملحہ فکریہ:

اصل اصول شیعہ اور الشافی کی دو مقامات سے تحریریں آپ نے ملاحظہ کیں۔ دونوں متفقہ طور پر یہی کہہ رہے ہیں۔ کہ امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کا زمانہ شیعیت کی تبلیغ و تشہیر کا زریں زمانہ تھا۔ اس دور میں تقیہ رخصت ہو چکا تھا۔ اور ایک وقت میں چار ہزار علماء مسجد نبوی میں موجود امام جعفر کی احادیث سننے اور انہیں تحریر کرنے میں مصروف تھے۔ اسی دور میں امام جعفر صادق وغیرہ نے زرارہ، البصیر اور محمد بن مسلم پر لعنتیں بھیجیں کیا امام موصوف نے بطور تقیہ ایسا کیا تھا جب کہ تقیہ کرنے والے بھی تقیہ چھوڑ کر کھلم کھلا سامنے آچکے تھے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ ان چاروں ستونوں پر امام موصوف کی لعنت کسی اور درجہ سے تھی۔ تقیہ کا بہانہ یہاں نہیں چلے گا ہاں اسی تاریخی حقیقت کے پیش نظر کچھ روباہ طبع لوگوں نے ان پر لعنت کے بارے میں یہ اختراع کی۔ کہ آپ نے ان پر لعن طعن اس لیے کیا۔ تاکہ لوگوں کو ان کے متعلق بدگمانی نہ ہونے پائے۔ اور وجہ جعفری، سمجھ کر انہیں

قتل کر دیں۔ امام صاحب کو ان چاروں ستونوں کے بارے میں قتل کا اس قدر خیال تھا۔ اور ان کو چھپانے کی خاطر لعنت تک بھیجتے رہے۔ تو ان چار ہزار علماء کو کیوں کر یہ خطرہ درپیش نہ تھا۔ آخر وہ بھی امام جعفر سے احادیث سننے اور تحریر کر رہے تھے۔ اگر اس دور میں ”جعفری“ ہونا جان لیا تھا۔ تو پھر مسجد نبوی میں کھلم کھلا چار ہزار علماء کا جم غفیر کیا منی رکھتا ہے؟ ایک طرف تو امام صاحب رضی اللہ عنہ سے چاروں کی تعریف کے یوں پل باندھے جا رہے ہیں۔ کہ اگر یہ سوہنے نہ ہوتے۔ تو اس نارسہ نبوت مٹ جاتے۔ اور ادھر ان میں سے ایک یعنی جناب زرارہ علیہ، علیہ کی کن ترانیاں ملاحظہ ہوں۔

رجال کشی

عَنْ زَرَّارَةَ قَالَ وَاللَّهِ كَوَّحَدَثْتُ بِكُلِّ مَا
 سَمِعْتُ مِنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) لَا تَنْفَخْتُ ذَكَوْرُ
 الرِّجَالِ عَنِ الْخَشَبِ -

(رجال کشی ص ۱۲۳)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ تمام باتیں جو میں نے امام جعفر صادق سے سنیں تم سے بیان کر دوں۔ تو مردوں کے آلت مناسل پھول کر لکڑی کی طرح موٹے اور سخت ہو جائیں گے۔ اور پھر یہی زرارہ امام موصوف کو نفس پرست اور عیاشی تک کہہ چکا ہے جس پر حوالہ جات گزر چکے ہیں۔ ایسے پلید اور گستاخ کو بچانے کی امام صاحب کو کیا فکر تھی۔

لہذا یہ چالاکی بھی نہیں چلے گی۔ کہ امام جعفر نے ان چاروں کو ملعون اس لیے کہا۔ کہ ان کی جانیں محفوظ رہیں۔ اور لوگ انہیں میرا سمجھ کر کہیں قتل نہ کر دیں۔

مقام تعجب:

اہل تشیع کے ایک مجتہد کبیر علامہ مامقانی نے رجال کشی میں صرح بالا عبارت پر اجتہادی کمالات دکھاتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ ”ایک کر بلا دوسرا نیم چڑھا“ کا مصداق نظر آتا ہے۔ مامقانی لکھتا ہے۔ کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زرارہ کو امام صاحب کے محرم راز اور مقرب خاص کا مرتبہ حاصل تھا۔ یعنی امام صاحب رضی اللہ عنہ واقعی زرارہ کو ایسی باتیں بتلایا کرتے تھے۔ جن کو زرارہ اگر لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا۔ تو ان کے آلات تناسل لکڑی بن جاتے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

مختصر یہ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے نہ تو ان پر لعنت بطور تقیہ کی اور نہ ان کی جانیں بچانے کے لیے۔ بلکہ ان کی گستاخیوں اور بددیانتی و خیانت کی بنا پر ایسا ہوا۔ کیونکہ ان لوگوں نے امام موصوف کے والد گرامی کے اصحاب کی کتب میں بہت سی ایسی احادیث داخل کر دی تھیں۔ جو انہوں نے بیان ہی نہ فرمائی تھیں۔ اور اسی وجہ سے آپ کو یہ فرمانا پڑا۔ کہ ہماری احادیث میں بکثرت گڑ بڑ کر دی گئی ہے۔ لہذا ان پر عمل کرنا چاہو تو ان کی صحت و عدم صحت کو یوں معلوم کرنا کہ جو ہماری احادیث قرآن کریم کے موافق ہوں۔ وہ سمجھنا ہماری ہیں۔ اور جو اس کے خلاف جائیں۔ وہ ان ملعونوں کی سازش۔ انہیں چھوڑ دینا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ صادق آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان پر لعنتیں ان کے کرتوتوں کی بنا پر بھیجیں۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

دوم:-

اہل تشیع امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جو زرارہ وغیرہ پر لعنت بھیجی، اسے تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ اور ان چار ستونوں کو وہ امام صاحب کے سچے چکے معتقد کہتے ہیں۔ یا یوں کہہ لیا جائے کہ امام صاحب نے اپنے صحیح معتقدین پر خلاف شرع لعنت بھیجی۔ تاکہ ان کی جانیں بچائی جاسکیں۔ یعنی امام صاحب کو ان کی جان بچانے کے لیے لعنت کرنا پڑی۔ اب ہم اس بہانہ پر یہ لپچھ سکتے ہیں۔ کہ یہاں تو امام جعفر کو اپنی جان کی بجائے زرارہ وغیرہ کی جانوں کا خطرہ تھا۔ تو آپ نے تقیہ کیا۔ لیکن وہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی اور اپنے بہتر ساتھیوں کی جان کا سوال تھا۔ بطور تقیہ وہ صرف اتنا کہہ دیتے۔ کہ میں نے یزید کی بیعت کر لی۔ تو یہ سب جانیں بچ جاتیں۔ اس قدر شدید ضرورت کے ہوتے ہوئے۔ انہوں نے تقیہ نہ کیا۔ اور ایک جھوٹا کلمہ زبان پر لانا گوارا نہ کیا اگر شریعت میں تقیہ کا وجہ نہ ہو۔ اس سے بڑھ کر اس کی کسے ضرورت تھی۔ اور پھر اس پر اہل تشیع بڑے فخر سے لکھتے اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ لَا دِينَ لِمَنْ لَا حَقِّقَةً لَهُ۔ جس کے پاس تقیہ نہیں وہ بے دین ہے۔ خدا لگتی کہنا یہ کیسا مذہب ہے۔ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کو بے دین اور زرارہ وغیرہ کو پچھو من بنانے پر تکا ہوا ہے۔ یہ حضرات ائمہ اہل بیت کی انتہا درجہ کی توہین بھی کرتے ہیں۔ اور پھر ان کے محبت بھی کہلانے میں شرم محسوس

نہیں کرتے۔ قیۃ کے متعلق روضہ کافی سے ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

روضۃ الکافی

فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ إِنَّ لِمُرْتَمَرِي وَاللَّهُ قَتَلْتُكَ
فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ لَيْسَ قَتَلْتُكَ إِنَّمَا حَيَّ بِأَعْظَمَ مَنْ
قَتَلِكَ الْحُسَيْنَ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ بِهِ
فَقُتِلَ.....

(روضۃ الکافی ص ۲۳۵ جلد ۵ مطبوعہ

تہران طبع جدید حدیث یزید لعنہ اللہ
مع علی ابن حسین)

ترجمہ:

دیزید جب مدینہ منورہ آیا۔ یہ واقعہ شہادت امام حسین کے بعد کا ہے
تو اس نے ایک قریشی کو طلب کر کے کہا۔ تم میرا غلام بننا پسند
کرتے ہو؟ پھر میں تمہیں بیچوں یا اپنے پاس رکھوں۔ قریشی بولا
خدا کی قسم! ہرگز نہیں۔ کیونکہ تیرے باپ اور تجھ میں افضل ہوں۔
اس پر یزید کہنے لگا۔ اگر میری غلامی اقرار نہیں کرتے ہو۔ تو تجھے قتل
ہونا پڑے گا۔ قریشی مرد بولا۔ تیرا مجھے قتل کر دینا اتنا بڑا نہیں جتنا
تو نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔ وہ علی کے فرزند اور
رسول اللہ کے نواسے تھے۔ یہ سن کر یزید نے اُسے قتل
کروا دیا۔

قارئین کرام! ایک عام آدمی اپنی جان کے مقابلہ میں تقیہ کے طور پر یزید کی غلامی قبول کرنے پر تیار نہیں۔ جان دے دیتا ہے۔ لیکن غلط بات نہیں کہتا۔ اور ادھر شیعہ لوگ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی لعنت بھیجنے کو تقیہ پر محمول کر رہے ہیں۔ کیا یہ امام سے محبت و عقیدت کا اظہار ہو رہا ہے۔ کہ انہیں ایک عام آدمی جتنا بھی مستقل علی الدین نہیں سمجھا جاتا؟ اور پھر ان کی یادہ گوئی کا یہ عالم ہے۔ کہ واقعہ مذکورہ کے ساتھ ہی امام زین العابدین کے بارے میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے یزید کے اس مطالبہ کے جواب میں اپنے آپ کو اس کی غلامی میں دینے کا اقرار کر لیا تھا۔ خدا کی قسم! ان لوگوں کو حضرات اہل بیت سے نہ جانے کب کی دشمنی ہے۔ ان کے بارے میں ایسی ایسی باتیں لکھتے اور کہتے ہیں۔ جو اپنے بارے میں کہنا اور سننا پسند نہیں کرتے۔ حضرات ائمہ اہل بیت کو یہ تعلیم تھی۔ کہ

نہج البلاغہ:

لَا تَتَرَحُّوْاۤ اِلَّا مَرَّ بِاَلْمَعْرُوْفِ وَ اَلتَّحٰی عَنِ الْمُنْكَرِ
فَيُوَلِّیْ عَلَیْكُمْ شَرَّ اَرْكَمٍ ثُمَّ تَذْعُوْنَ فَلَا
یُسْتَجَابُ لَكُمْ۔

(نہج البلاغہ ص ۴۲۲ خطبہ ۷۷)

ترجمہ:

”دیکھو! نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہرگز ترک نہ کرنا۔ ورنہ تم پر تم میں سے شر ترین لوگ حاکم مقرر کر دیئے جائیں گے۔ پھر تم دعاؤں کر دو گے۔ لیکن وہ قبول نہ ہوگی۔“ جنہیں یہ تعلیم دی گئی۔ وہ تو امر بالمعروف کو چھوڑ دیں۔ اور نہی عن المنکر سے باز آجائیں لیکن

ان کے مقابل میں ایک عام آدمی اس فریضہ کو سرانجام دیتا رہے۔ یہ کیونکر
تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

گزشتہ ادراقی میں فقہ جعفریہ کے بے اصل ہونے پر جو ہم نے چار عدد -
دلائل قائم کیے ہیں۔ ان سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ یہ فقہ ان
لوگوں کی تراشی ہوئی ہے۔ جو ائمہ اہل بیت کے گرد جمع ہونے۔ لیکن اس غرض
کے لیے کہ ہم ان کی ایک ادھ سن کر دس بیس اس میں ہلا کر لوگوں کو گمراہ کریں۔
ان مکاروں اور جھوٹے لوگوں پر نہ امام باقر کو اعتماد تھا۔ اور نہ ہی امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ انہیں گھاس ڈالتے تھے۔ انہی ائمہ نے ان ”بانیان فقہ جعفریہ“
پر اللہ کی لعنت اور وہ بھی بار بار نہ بھیجی۔ اور پھر ان بانیوں نے اپنے کرتوتوں
کی وجہ سے کتے سے اپنے منہ میں پیشاب کر دیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کذاب لوگوں
نے وہ فقہ جعفریہ، میں ایسے ایسے مسائل داخل کر دیئے۔ جو عقل قبول کرنے
پر آمادہ ہے اور نہ قرآن و سنت نبوی میں اس کی کہیں تائید و تصویب ہے۔ بلکہ
ایک عام مومن ان مسائل کو سن کر سر ہٹا کر رہ جاتا ہے۔ اور زبان حال سے
اس فقہ پر ”وامم“، کرتے ہوئے کہتا ہے۔ یا خدا! تیرے نیک بندوں (ائمہ اہل بیت)
کی طرف ایسے مسائل منسوب کرتے وقت ان ظالموں کو ذرا بھر خوف نہ آیا۔ آئیے
ذرا اس پٹاری کو کھولیں۔ اور اس میں موجود ”خط ناک“ مسائل، کی نقاب کشائی
کریں۔

و بالله التوفیق



فقہ جعفریہ

کتاب الطہارۃ

پانی کے کچھ مسائل

اللہ تعالیٰ نے طہارت اور صفائی کو ہر مومن کا امتیازی وصف فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی طرف رجوع کرنے والوں اور پاکیزگی و صفائی کے خواہرگوں کو پسند فرماتا ہے۔ چونکہ پانی ایک ایسی نعمت ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حقیقی اور حلی گندگی کو دور کر کے پاکیزگی عطا کرنے کی صفت و دیعت فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ گندگی کو دور کرنے اور پاکیزگی کے حصول کے مسائل پر فقہ کے مستند و اے اپنی فقہی کتب میں سب سے پہلے درج کرتے ہیں۔ اس بنا پر ہم نے بھی ”فقہ جعفریہ“ میں مذکور انہی مسائل سے ابتدا کی ہے۔ لہذا احادیث کی روشنی میں چند مسائل ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ نمبر (۱)

ایک بڑے مٹکے میں کتے کے

پیشاب وغیرہ کرنے سے وہ

پانی پاک ہی رہتا ہے

فروع کافی

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ الْمَاءِ الَّذِي فِيهِ بَسُولُ
الدَّوَابِّ وَتَلِغُ فِيهِ الْكِلَابُ وَيَعْتَسِلُ فِيهِ الْجَنْبُ
قَالَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قَدْ رَكُرَ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ

(۱) - فروع کافی جلد سوم

ص ۲۰ کتاب الطہارۃ -

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۱ باب المیاء -

ترجمہ:

محمد بن مسلم کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس پانی کے بارے میں پوچھا۔ جس میں چوپائے پیشاب کرتے ہوں، کہتے اس میں سے پیتے ہوں۔ اور جنبی اس میں غسل کرتے ہوں فرمایا۔ اگر پانی کی مقدار دو گڑ، کے برابر ہے۔ تو وہ بالکل ناپاک نہیں ہوگا۔

پانی کے مقدار کے لیے حوالہ جات کی کتب میں لفظ دو گڑ، آیا ہے۔ ہم نے ترجمہ میں اسی لفظ کو برقرار رکھا۔ اب اس لفظ کے بارے میں خود کتب شیعہ سے وضاحت دیکھ لیں۔

فروع کافی و وسائل الشیعہ

عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ الْكُفْرُ مِنَ الْمَاءِ نَحْوُ جُحَيٍّ هَذَا وَ أَشَارَ بِبَيْدِهِ
إِلَى جُحَيٍّ مِنْ تِلْكَ الْجُبَابِ الَّتِي تَكُونُ بِالْمَدِينَةِ
(فروع کافی جلد سوم صفحہ نمبر ۳ و وسائل الشیعہ
جلد اول صفحہ نمبر ۲۳)

ترجمہ:

ہمارے بعض اصحاب سے ہے۔ کہ انہیں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا۔ کہ دو گڑ، پانی کے میرے اس ٹھکے کی مقدار کو کہتے ہیں۔ آپ نے یہ فرماتے وقت اپنے ہاتھ سے ایک ٹھکے کی طرف اشارہ کیا۔ جو مدینہ منورہ میں پائے جانے

وہے مشکوں میں سے ایک مشک تھا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ !

فروز کافی کے حوالہ سے ہم نے ثابت کیا ہے۔ کہ ”دو گز“، ایک شے کو کہتے ہیں۔ اس پر اگر کوئی شیعہ تڑپے۔ اور کہے۔ کہ ہمارے ہاں دو گز، مکے کی مقدار پانی کو نہیں کہتے۔ بلکہ ایک بڑے حوض کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ درج ذیل عبارت میں ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ

الْكُزُّ مَا يَكُونُ ثَلَاثَةَ أَشْبَارٍ طَوَّلًا فِي
عَرْضٍ مِثْلِ ثَلَاثَةِ أَشْبَارٍ فِي عُمُقٍ ثَلَاثَةَ
أَشْبَارٍ -

من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول

صفحہ نمبر ۶۷

ترجمہ:

گز وہ ہوتا ہے۔ جو (حوض)۔ تین باشت لمبائیں چوڑا اور تین

ہی باشت گہرا ہو۔

جب ”دو گز“ کا اطلاق حوض پر ہوتا ہے۔ تو پھر ہمارے اور احناف کے

مابین اس پر کوئی اختلاف نہ رہا۔ کیونکہ احناف کے نزدیک بڑے حوض میں نجاست

گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ لہذا اگر فقہ جعفریہ کے اس مسئلہ پر اعتراض ہے تو اخفات بھی کچھ نہیں سکیں گے۔ اس شبہ کا ازالہ ہم یوں کرتے ہیں۔ کہ

۱۔ کڑ کا معنی منکا اگر ہم اپنی طرف سے کرتے تو اس سے پیچھا چھڑایا جاسکتا ہے۔ یہ معنی ہم نے فروع کافی کے حوالہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ ثابت کیا ہے۔ اس لیے اس معنی پر اعتراض دراصل امام صاحب پر اعتراض ہے۔

۲۔ جو اخفات کے ہاں حوض کی نجاست یا طہارت کا مسئلہ ہے۔ اس سے فقہ جعفریہ کا معاملہ مختلف ہے۔ وہ اس طرح کہ من لا یحضرہ الا لعقیۃ کے حوالہ سے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ یہ حوض تقریباً سوادو فٹ چوڑا، لمبا اور گہرا ہے۔ اس طول و عرض کے حوض میں جانور پیشاب کریں۔ گناہ اس میں گھس کر پانی پیئیں۔ یا کوئی بھی غسل کرے۔ تو ذرا بتلائیے۔ کہ یہ باتیں تو عقل تسلیم کرتی ہے۔ کہ اتنے پانی میں ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ ہرگز تسلیم نہیں کرتی کہ اس سے غسل کرتے وقت وہ پانی مارے کا سارا حرکت میں نہ آئے۔ اس کے خلاف اخفات کے نزدیک مذکورہ مسئلہ ایسے حوض کے بارے میں ہے۔ جس کی ایک طرف کو اگر حرکت دی جائے تو دوسرے کنارے کا پانی حرکت میں نہ آئے۔ اور بعض علما نے اس حوض کی لمبائی چوڑائی بھی بیان کی ہے۔

الهدایۃ مع الدرایۃ

وَبَعْضُهُمْ قَدَّرُوا بِالْمَسَاحَةِ عَشْرًا فِي
عَشْرٍ يَذَرَا عِ الْحِجْرِ بَابِ تَوْشِعَةٍ إِلَّا نَمِرَ

عَلَى النَّاسِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى

(الہدایہ مع الدرایہ جلد اول کتاب الطہارت)

ص ۳۶ مطبوعہ کلام مکتبی کراچی)

ترجمہ:

بعض علماء نے اس حوض کی پیمائش ذکر کی۔ وہ یہ کہ کپڑے کے ناپنے کے دس گز چوڑا اور اتنا ہی لمبا ہو۔ اور یہ پیمائش اس لیے ذکر کی گئی۔ کہ اس میں لوگوں کے لیے وسعت اور سہولت ہے۔ اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔

وہ درودہ حوض میں نجاست گرنے سے اس طرف بیٹھ کر وضو کرنے کی اجازت دی گئی۔ جو نجاست گرنے کے مقابلہ میں ہے۔ یہ نہیں کہ جہاں نجاست گری وہیں سے وضو کر لو۔ اس کی وجہ بیان فرمائی۔ کہ نجاست گرنے سے پانی میں وہ گھل لی جاتی ہے۔ جس طرح پانی کو حرکت دی جائے تو پانی اس حرکت کو اپنے مجاور پانی کی طرف دھکیلتا ہے۔ جب اس حوض کی ایک طرف کے پانی کو کوئی شخص ہاتھ سے حرکت دے۔ اگر وہ حرکت دوسرے کنارے پر موجود پانی کو متحرک کر دے۔ تو ایسے حوض سے وضو اور طہارت وغیرہ جائز نہیں۔ کیونکہ جس طرح حرکت ایک طرف سے دوسری طرف چلی گئی۔ اس طرح نجاست بھی اتنے پانی میں ایک طرف گر کر دوسری طرف اثر انداز ہو جائے گی۔ اور اگر دوسرا کنارہ حرکت نہیں کرتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حرکت راستہ میں ہی کہیں ختم ہو گئی ہے۔ اسی طرح اتنے بڑے حوض میں ایک طرف گرنے والی نجاست دوسری طرف کے پانی پر اثر انداز نہ ہونے کی وجہ سے وہاں سے وضو کرنا جائز قرار دیا جا رہا ہے۔ پیمائش کے اعتبار سے ایسا حوض ۱۵ فٹ چوڑا

اور ۱۵ فٹ لمبا ہو گا۔ یعنی اس کا مجموعی رقبہ ۲۲۵ مربع فٹ ہو گا۔ لیکن شیعوں کا حوض جو سوا دو فٹ چوڑا اور اتنا ہی لمبا ہے۔ وہ ۵۰ مربع فٹ بھی نہیں بنتا۔ اتنے چھوٹے سے حوض میں اگر کتا وغیرہ گھس جائے۔ تو کوئی کتارہ نظر ہی نہیں آئے گا۔ کہ جہاں سے وضو کیا جائے۔ اب یہی ہو سکتا ہے۔ کہ وہاں سے چٹو بھرو۔ اور کلی کر دو۔ ناک میں ڈالو۔ چہرہ دھوؤ۔ بس پھر ایسی طہارت ہو گی۔ کہ اس کی مثال طہارت کسی نے نہ دیکھی اور نہ سنی ہو گی۔ اور اس پانی سے کلی کر کے جو زبان و دہن کو پاکیزگی ملے گی اس سے مؤذن ”علیٰ و علیٰ اللہ خلیفۃ رسول اللہ بلا فصل“ ایسے الفاظ ادا کرے گا۔ تو پھر کب موقع ملے گا۔ اور پھر دوران نماز ایسے پاک پانی کی خوشبو سے (جس میں چوپائے پیشاب کریں) جب خود نمازی کو تسکین حاصل ہو گی۔ تو اسے دوسروں تک پھیلانے کے لیے بار بار ہاتھوں کا پٹکھا اگر نہیں چلائے گا۔ تو پھر کب ایسا وقت نصیب ہو گا۔ بہ ہم قربان جائیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی دُور بینی اور حکمت پر کہ انہوں نے اپنے نام نہاد محبت کے دعویداروں کا پیشاب سے مُنہ دھلوا دیا۔ اور یہ لوگ اسے طہارت سمجھتے رہے۔

مسئلہ

پاخانہ کا بھرا ہوا ٹوکرا اگر کنوئیں میں گر جائے
تو کنوئیاں پاک ہی رہتا ہے

الاستبصار

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَحْنَبِ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ يَتْرَمَاءَ وَقَعَ
فِيهَا زَنْبِيلٌ مِنْ عُذْرَةٍ يَابِسَةٍ أَوْ رَطْبَةٍ أَوْ
زَنْبِيلٍ مِنْ سِرْقَيْنِ أَبْصَحَ الْوُضُوءُ مِنْهَا فَقَالَ
لَا يَأْسُ۔

(۱۔ الاستبصار جلد ۱ ص ۴۲)

(۲۔ وسائل الشیخ جلد ۱ ص ۱۴۱)

ترجمہ:

موسیٰ بن جعفر کے بھائی علی بن جعفر کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے بھائی
سے پوچھا کہ اگر کنوئیں میں پانی کا ایک ٹوکرا گر پڑے
وہ پاخانہ چلے ہو یا تازہ۔ یا گوبر کا ایک بھرا ٹوکرا گر پڑے۔ تو

کیا اس پانی سے وضو کرنا درست ہے؟ فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (یعنی وہ پاک ہے۔ اس لیے اُس سے وضو کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے)

تہذیب الاحکام

عن ابی بصیر قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام
انا سافر فرجما بلینا بالغدیر من المطر یكون الی
جانب القرية فیکون فیہ العذرة و یبول فیہ
الصبی و تبول فیہ الدابة و تروث فقال ان
عرض فی قبلك منه شئ فقل هكذا یعنی اخرج
الماء بیدک ثم توضع فان الدین لیس بمضیق فان الله
عز وجل یقول (ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔

(۱)۔ تہذیب الاحکام جلد اول ص ۴۷

فی المیناء الخ)

(۲)۔ رسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۴۲

(۳)۔ الاستبصار جلد ۱ ص ۲۲

ترجمہ:

ابو بصیر کہتا ہے۔ کہیں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا
ہم دوران سفر بعض دفعہ بارانی تالاب کے پانی سے وضو کرنا چاہتے ہیں
جو بستی کے ایک طرف واقع ہوتا ہے۔ اس میں پاخانہ پڑا ہوتا ہے
بچے پیشاب کرتے ہیں۔ چار پائے بھی پیشاب کرنے کے علاوہ

اس میں گوبر ڈالتے ہیں۔ تو کیا ان تالابوں سے ہم طہارت کر لیا کریں
فرمایا۔ اگر تمہارے دل میں یہ سب کچھ دیکھ کر کوئی خیال اُسے (یعنی
پانی ناپاک ہونے کا) تو پھر اس طرح کر لیا کرو۔ یعنی ہاتھ میں اس
تالاب کا پانی لے کر وضو کر لیا کرو۔ کیونکہ دین میں تنگی نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں ہے“

مسئلہ ۳:

اگر کنوئیں میں خون و شراب یا خنزیر گر پڑے
تو بیس ڈول نکالنے سے پانی پاک ہو جاتا ہے

تہذیب الاحکام

عَنْ زَرَّارَةَ قَالَ قُلْتُ لَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بِئْرًا قَطَرَتْ فِيهَا قَطْرَةٌ دِمًا وَخَمْرًا قَالَ الذَّمُّ أَوْ
خَمْرٌ وَالْمَيْتَةُ أَوْ لَحْمُ الْخَنزِيرِ فِي ذَٰلِكَ كَحِلِّهِ
وَإِحْدًا يَنْزَحُ مِنْهُ عِشْرُونَ دَنُوًّا۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد اول ص ۲۴۱)

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۳۲)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس

کنوئیں کے پانی کے بارے میں پوچھا۔ جس میں خون یا شراب کا
ایک قطرہ گر گیا ہو۔ فرمانے لگے۔ خون، شراب، مردار اور خنزیر کا
گوشت ان سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اور وہ یہ کہ میں ڈول نکالنے
پر وہ پانی پاک ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۴

خنزیر کی کھال سے بنے ہوئے ڈول
سے نکالا گیا پانی پاک ہے

من لا یحضرہ الفقیہ

وَسُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ جِلْدِ الْخِنْزِيرِ
يُجْعَلُ دَنًا يُسْتَنْقَى بِهِ الْمَاءُ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۹)

(فی المیاء الخ)

(۲)۔ فروع کافی جلد سوم ص ۷

(کتاب الطہارت)

(۳)۔ رسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۲۵ (ابوالکلام)

ترجمہ:

حضرت امام معتمد صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر خنزیر کی

کھال کا ڈول بنا کر اس سے پانی نکالا جائے۔ تو اس بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ زَرَّارَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ جِلْدِ الْخَنزِيرِ يُجْعَلُ دَسْوًا يُسْتَسْقَى بِهِ الْمَاءُ قَالَتْ لَا بَأْسَ -

(۱)۔ وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۲۹

(البواب الماء)۔

(۲)۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۹

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے خنزیر کی کھال سے بنے ہوئے ڈول سے پانی نکالنے کے متعلق پوچھا تو فرماتے لگے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

تبصرہ:

اللہ رب العزت نے ”انما حرم علیکم المیتۃ والدم و لحم الخنزیر۔“ فرما کر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام فرمادیا۔ کیونکہ نجس ہیں۔ خنزیر کے نجس عین ہونے کی وجہ سے اس کے جسم کا کوئی حصہ یا عضو پاک نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے حرام و نجس فرمائے۔ اور فقہ جعفری طے اس کے چمڑے سے بنے ڈول میں پانی نکال کر پانی کو پاک و صاف قرار دیں

اور پانی بھی وہ کہ جس میں چو پائے پیشاب کریں گوزر کریں ہگاڈوں کے بچے پیشاب کریں۔ اس میں شراب و خون کے قطرے گرے ہوں۔ ایسے پانی کو اگر پاک کرنا ہے۔ تو خنزیر کی کھال کا ڈول بناؤ۔ اور میں ڈول نکال لو۔ بس پانی پاک ہو گیا۔ یہ تو کنوئیں کا حکم ہے۔ جبکہ گاڈوں کے متصل بارانی تالاب کے نجس اور ناپاک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چاہے اس میں مندرجہ بالا نجاسات کی بھر مار ہو۔ یہاں یہ خیال آ سکتا ہے۔ کہ پانی کی مقدار ان نجاسات سے زیادہ ہوگی۔ تو اس لیے اُسے پاک ہی قرار دیا گیا۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ اگر پانی اور پیشاب برابر مقدار میں ہوں۔ اور وہ مل جائیں۔ تو پھر بھی پانی پاک ہی رہے گا۔

جیسا کہ اہل تشیع کی مشہور کتاب ”من لایحضرہ الفقیہ“ میں مذکور ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ

وَقَوْ مِيزَا بَيْنَ سَالَا مِيزَا بَ بَوَلٍ وَ مِيزَا بَ
مَاءٍ فَاحْتَلَمَا قُصْرًا صَابَ ثَوْبَكَ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ
بِهِ بَأْسٌ۔

(جلد اول صفحہ نمبر ۷)

ترجمہ:

”اگر ایک پرناے سے پیشاب اور دوسرے سے پانی گر رہا ہو۔ اور وہ دونوں مل جائیں۔ پھر یہ مل ہو اپیشاب اور پانی تیرے کپڑے پر پڑ جائے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ یعنی کپڑا پاک ہی رہے گا۔“
مختصر یہ کہ اہل تشیع کے ہاں اول تو پانی ناپاک و نجس ہوتا ہی نہیں

اور اگر ہو بھی جائے تو دس بیس ڈول (اور وہ بھی خنزیر کی کھال کے بنے ہوئے)
نکال دینے پر پانی پاک ہو جاتا ہے۔ ان کے ہاں پلیدی اور نجاست کا مرن
نام ہی ہے۔ اور اس کا وجود ناپید ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

مسئلہ ۵:

جس پانی سے استنجاء کیا گیا وہ استعمال شدہ
پانی بھی پاک ہے

تحریر الوسیلہ

الْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ فِي الْوُضُوءِ لَا أَشْكَالَ فِي كَوْنِهِ
كَاهِرًا وَمُطَهَّرًا لِلْحَدِيثِ وَالْخُبَرِ كَمَا لَا أَشْكَالَ
فِي كَوْنِ الْمُسْتَعْمَلِ فِي رَفْعِ الْحَدِيثِ الْأَكْبَرِ
كَاهِرًا وَمُطَهَّرًا لِلْخُبَرِ بَلْ الْأَقْوَى كَوْنُهُ مُطَهَّرًا لِلْحَدِيثِ
أَيْضًا -

مسئلہ ۶:

مَا عَنِ الْإِسْتِنْجَاءِ مَسَوَاءٌ كَانَ مِنَ الْبَوْلِ

اَوْ الْغَائِطِ۔

(تحریر: ابو سعید جلد اول ص ۱۴ فی
احکام الملبأہ تصنیف: روح اللہ الموسوی
انجمنی الداعی انقلاب اسلامیہ ایران)

ترجمہ:

مسئلہ ۲۳ وضو کے لیے استعمال شدہ پانی کے پاک ہونے
اور پاک کرنے والا ہونے پر کوئی اشکال نہیں
ہے۔ یہ بے وضوئیت کو بھی دُور کر سکتا ہے۔ اور نجاست کو بھی۔
یہ اسی طرح اشکال سے خالی ہے جس طرح غسل جنابت (حدیث اکبر)
کے لیے استعمال شدہ پانی سے جنبی آدمی وضو کر سکتا ہے۔ بلکہ بے وضو
آدمی کا اس سے وضو کرنا تو زیادہ آسان اور قوی ہے مسئلہ ۲۵ پیشاب
یا پاخانہ سے فالغ ہونے کے بعد جس پانی سے استنجاء کیا گیا۔
(وہ استعمال شدہ پانی بھی پاک ہے۔ اس سے غسل جنابت
اور وضو ہو سکتا ہے)

مسئلہ ۶:

استنجاء میں استعمال شدہ پانی اگر کپڑے
پر گر پڑے۔ تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا۔

وسائل الشیعہ

محمد بن النعمان قَالَ قُلْتُ لَا بِيَ عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخْرَجَ مِنْ الْخَلَاءِ فَأَسْتَنْجَى
بِالْمَاءِ فَيَقَعُ ثَوْبِي فِي ذَلِكَ الْمَاءِ الَّذِي اسْتَنْجَيْتُ
بِهِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ

الحدیث:

عَنِ الْاَحْوَالِ اَنَّهُ سَأَلَ لِابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
الرَّجُلَ يَسْتَنْجِي فَيَقَعُ ثَوْبُهُ فِي الْمَاءِ الَّذِي
اسْتَنْجَى بِهِ فَقَالَ لَا بَأْسَ فَسَكَتَ فَقَالَ اَوْ تَدْرِي
لِمَ قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ ؟ قَالَ قُلْتُ لَا وَاللَّهِ فَقَالَ اِنَّ الْمَاءَ
اَكْثَرَ مِنَ النِّذْرِ -

وسائل الشیعہ جلد اول

ص ۱۶۱ / ابواب الماء مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ:

محمد بن نعمان کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ میں پاخانہ کر کے خارج ہوا پھر میں نے پانی سے استنجاء کیا اس استنجاء میں استعمال شدہ پانی میں میرا کپڑا گر پڑا۔ (اور گھلا ہو گیا) تو کپڑا پاک رہا؟؟ فرمانے لگے۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

الحديث۔

احول کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ ایک آدمی استنجاء کرتا ہے۔ پھر استنجاء کے لیے استعمال شدہ پانی میں اس کا کپڑا گر پڑتا ہے۔ (اور وہ اس سے تر ہو جاتا ہے کیا وہ پاک ہے؟) فرمایا۔ کوئی حرج نہیں (یعنی وہ بدستور پاک ہی ہے)۔ پھر کچھ دیر خاموش ہو گئے۔ اور پھر فرمانے لگے۔ کیا ترجانتا ہے۔ کہ اس میں حرج کیوں نہیں (یعنی وہ ناپاک کیوں نہ ہو) اس میں نے عرض کیا۔ خدا کی قسم: مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ پس فرمایا۔ و جریہ ہے۔ کہ پانی مقدار میں اس گندگی سے زیادہ ہے جو اُس میں استنجاء کرتے وقت مل گئی۔

وسائل الشیعہ

اَسْتَنْجَيْتُمْ مِمَّا يَتَعَثَّرُ فِيهِ وَاَنَا جُنُبٌ فَقَالَ
لَا بَأْسَ بِهِ۔

وسائل الشیعہ۔ جلد اول

ص ۱۶۱

ترجمہ:

میں نے استنجاء کیا۔ اور میں حالت جنابت میں تھا۔ پھر استنجاء کے لیے استعمال شدہ پانی میں میرا کپڑا گر گیا۔ (تو اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ (وہ کپڑا پاک ہے۔)

تبصرہ:

پیشاب، پاخانہ کے بعد (مذکورہ حوالہ جات میں) استنجاء کرنے والے کے متعلق یہ موجود نہیں کہ اس نے پانی سے استنجاء کرنے سے قبل پتھر یا ڈھیلہ وغیرہ استعمال کیا تھا۔ ایسی حالت میں جب پاخانہ کے بعد بغیر ڈھیلے استعمال کیے اگر کوئی شخص پانی سے استنجاء کرتا ہے۔ تو اولادہ تبا کرے گا۔ جب استنجاء کے بعد اس کا جسم پاک نہ ہوتا ہو۔ ورنہ اگر مخرج بالکل صاف ہے۔ تو پھر استنجاء کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس صورت میں استنجاء کرنے والے کے پانی میں پاخانہ کی کافی مقدار نظر آئے گی۔ اس مقدار کے ہوتے ہوئے اس پانی کو پاک کہنے کی دلیل یہ تھی۔ کہ پانی کی مقدار چھوٹے زیادہ ہے۔ اس لیے وہ پاخانہ اس کی طہارت کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ طہارت ہی نہیں بلکہ وہ پانی پاک بھی ہے۔ اور پاک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ اسی طرح جنبی آدمی نے غسل جنابت کرنے سے قبل اپنے آلت تناسل کو پانی سے دھویا۔ تو اس پانی میں منی کے اثرات یقیناً ہوں گے۔ لیکن پانی کی مقدار زیادہ ہونے کی وجہ سے کوئی فرق نہ پڑے گا۔ آپ حضرات خیال فرمائیں۔ کہ اگر ان مذکورہ صورتوں میں پانی پہلے کی طرح ظاہر اور مظہر رہتا ہے۔ تو پھر اس کے نجس اور

ناپاک ہونے کی صورت کو نہی ہوگی؟ یہی ناکر پانی کی مقدار کم ہو جائے اور پاخانہ
منی یا پیشاب کی مقدار زیادہ ہو جائے۔ اس سے ہٹ کر کسی صورت میں پانی
کی طہارت اور طہوریت میں فرق نہیں پڑتا۔ اُدھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے
ان الله يحب المتطهرين۔ بے شک اللہ تعالیٰ
اپنی طرف رجوع کرنے والوں اور خوب پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور
ادھر نجاست ملا پانی منہ پر ڈالو۔ پاخانہ اور پیشاب والا پانی کلی کے لیے استعمال
کرد۔ اس پانی میں بھیگے ہوئے کپڑے کو بہن کر نماز پڑھو۔ سب جائز ہے۔
فاعتبروا یا اولی الابصار

مسئلہ ۷

تھوک سے استنجاء جائز ہے

من لا یحضرہ الفقیہ

سَأَلَ حَتَّانُ بْنُ سَدِيدٍ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فَقَالَ إِنِّي زُبْمًا بُلْتُ فَلَا أَقْدُرُ عَلَى الْمَاءِ
وَيَسْتَدُ ذَالِكَ هَلْكَ فَقَالَ إِذَا بُلْتَ تَمَسَّحْتَ فَاَمْسَحْ ذَكَرَكَ
بِرَبِّكَ فَإِنَّ وَجَدْتَ شَيْئًا فَعَلْ مِنْ ذَلِكَ

(۱)۔ من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۸ جلد اول (۲)۔ فروع کافی جلد ۱ ص ۱۸ کتاب الطہارت

ترجمہ:

اور حنان بن سدید نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ میں بعض دفعہ پیشاب کرتا ہوں۔ لیکن اس کے بعد استنجاء کے لیے پانی پر مجھے قدرت نہیں۔ اور یہ بات مجھے سخت ناگوار گزرتی ہے فرمایا۔ جب پیشاب سے فارغ ہو جائے تو اپنے ذکر پر تھوک مل دیا کر۔ پھر اگر کوئی چیز تپا ئے۔ تو کہنا یہ اس سے ہے۔

ملحہ فکریہ

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے پانی نہ ملنے یا اس پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں مٹی کو اس کے قائم مقام کر دیا ہے۔ جیسا کہ حدیث اصغر و اکبر کے لیے پانی کی عدم موجودگی کی صورت میں مٹی طہارت کا کام دیتی ہے۔ لیکن قربان جائیں فقہ جعفریہ کے طریقہ ہائے طہارت پر کہ اگر کسی شیعہ کو پیشاب کرنے کے بعد پانی تیسر نہ آئے۔ تو وہ تھوک سے استنجاء کرے۔ نامعلوم مٹی کے جگہ تھوک کس مصحلت کی بنا پر لیا گیا۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ تھوک سے استنجاء ایک دفعہ لعاب دہن انگلی سے بگا کر ذکر پر رکھنے سے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے حصول کے لیے کئی بار انگلی کبھی اُدھر اور کبھی اُدھر لگانی پڑے گی۔ اسی لیے فرمایا گیا۔ اگر دوسری تیسری مرتبہ منہ میں انگلی ڈالتے وقت کچھ تھوک کے علاوہ ذائقہ دار چیز کا احساس ہو۔ تو مومنو! نگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس دل کو سمجھاؤ کہ یہ کچھ اور نہیں بلکہ تھوک ہی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر اس طرح استنجاء جلدی کرنا چاہتے ہو۔ تاکہ بعد میں وضو کر کے تکبیر تحریمہ میں شامل ہو سکو۔ تو پھر ایک انگلی کی بجائے ہتھیلی پر تھوک جمع کر کے ایک ہی دفعہ

استنجا کر لو۔ اور اگر گڑبڑ ہو جائے۔ تو عقیدہ صحیح رکھنا۔ اور یہی سمجھنا کہ تھوک ہی تھوک ہے۔ پھر اسی تھیلی کو سینہ پر رکھنے سے نور علی نور ہو کر ٹھیکہ سی رکھو۔ اور اس پر ماتھا ٹیک دو۔ عقل کے اندھوں کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ پیشاب کے قطرہ یا اس کی تری کے ساتھ جب لعابِ دہن مل جائے گا۔ تو وہ پھیل کر اور مزید جھگندا کر دے گا۔ لیکن مومنوں کو اس سے کیا اُن کے نزدیک اگر پیشاب ٹخنوں تک بہ نہ سکے۔ تو بھی جسم پاک ہی رہتا ہے۔ امام جعفر صادق سے ہی صاحبِ استبصار نے آخریہ روایت ذکر کی ہے۔

الاستبصار

عَنْ أَحْمَدَ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الرَّجُلِ
يَبُولُ قَالَ يَنْتَرُهُ ثَلَاثًا ثُمَّ يَرْثُ سَالَ حَتَّى
يَبْلُغَ السَّاقَ فَلَا يُبَالِ۔

(الاستبصار جلد اول ص ۴۹)

ترجمہ:

یعنی پیشاب کرنے کے بعد تین دفعہ اڑت ناسل کو جھٹک دو۔
پھر اس کے بعد اگر پیشاب بہتا ہوا اینٹھ لی تک ترک کر جائے۔ تو
پرواہ نہ کرنا۔

بات واضح ہے۔ کہ جب سوادِ ودفٹ پانی میں آدمی پیشاب کرے۔
کتے گدھے اور دیگر جانور بول و براڑ ایں۔ شراب و خون اس میں گر پڑے
خنزیر اس میں لکھس جائے۔ تو بھی وہ پاک ہی رہتا ہے۔ لہذا اگر تھوک لگا کر
پیشاب اور تھوک کی آمیزش سے تری میں اضافہ ہو جائے تو اسے ناپاک

کون کہے گا۔ اور اس سے تعجب خیز بات یہ ہے۔ کہ ان کی فقہ میں استنجاء کے لیے کوئی ٹوٹا بھر پانی کی بھی ضرورت نہیں۔ بلکہ کسی شاگرد کے سوال کے جواب میں امام صاحب کا فرمان تو اس سے کہیں کم پانی سے طہارت کا فائدہ دیتا ہے۔ صاحب استبصار ہی لکھتا ہے۔

استبصار

سَأَلْتُكَ كَمَ يَجْزِي مِنَ الْمَاءِ فِي الْإِسْتِنْجَاءِ
مِنَ الْبَوْلِ قَالَ مَثَلًا مَّا عَلَيَّ الْحَشْفَةُ۔

(الاستبصار، جلد ۱)

ترجمہ:

میں نے امام جعفر سے پوچھا۔ کہ پیشاب کے بعد استنجاء کے لیے کتنا پانی کافی ہوگا۔ فرمایا۔ اس قدر کہ جو اڑت ناسل کی سپاری کو تر کر سکے
حضرات! طہارت کے یہ مسائل جنہیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کر کے بیان کیا گیا ہے۔ قطعاً آپ کے ارشادات نہیں۔ بلکہ ابو بصیر اور زرارہ وغیرہ کی من گھڑت روایات ہیں۔ جب ان لوگوں نے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر اور تعدی ایسی ملعون حرکتوں کو سند جواز عطا کر دی۔ تو تھوک سے استنجاء کرنا ان کے لیے کون سی مشکل بات تھی۔

بہر حال حضرات ائمہ اہل بیت ان واہی تباہی روایتوں سے مبرا ہیں۔ اور نحوست و نجاست سے آلودہ ایسے مسائل سے ان کی تعلیمات کو سوں دُور ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مسئلہ ۵:

گدھے اور پنجر کا بول اور لید
 ناپاک نہیں ہیں

المبسوط

وَمَا يُحْكِرُهُ لَحْمُهُ فَلَا بَأْسَ بِبَوْلِهِ وَرَوْشِهِ
 مَثَلُ الْبَغَالِ وَالْحَمِيرِ-

(المبسوط ص ۶۶ کتاب الطہارت،

مطبعہ تہران)

ترجمہ:

جن چوپایوں کا گوشت مکروہ ہے۔ ان کا پیشاب اور لید پاک ہے
 جیسا کہ پنجر اور گدھا۔

مسئلہ ۹:

قے، زرد پانی اور کچیلو بھی پاک ہیں

المبسوط:

وَالْقَيْءُ لَبِئْسَ بِنَجْسٍ وَفِي أَصْحَابِنَا مَنْ يَقُولُ

هُوَ نَجِسٌ وَالصَّدِيدُ وَالْفَيْحُ حُكْمُهُمَا حُكْمُ النَّعْتِ
سَوَاءٌ۔

(المبسوط ص ۲۸)

ترجمہ:

تے نجس نہیں ہے۔ ہمارے کچھ اصحاب اس کے نجس ہونے کے
قائل ہیں۔ (لیکن یہ درست نہیں ہے) اور زرو پانی اور کچلو دوزوں
کا حکم تے کی طرح ہے۔ یعنی یہ دوزوں بھی نجس نہیں بلکہ پاک
ہیں۔

ملحد فکریہ

تارمین کرام با جس مذہب میں گدھے اور خچر کا پیشاب بھی پاک ہو۔
اور کچلو وغیرہ بھی نجاست کا حکم نہ رکھتی ہوں۔ اس مذہب میں تو ہر
طرف جہارت ہی جہارت ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ فقہ جعفری میں نجاست
پلیدی اور گندگی برائے نام ہی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مسئلہ ۷۱:

ودی اور مذی پاک ہیں

المبسوط:

وَالْمَذَى وَالْوَدَى طَاهِرَانِ لَا يَجِبُ إِزَالَتُهُمَا
فَإِنْ أزالَ الْعُمَا أَفْضَلَ۔

(المبسوط ص ۳۸ کتاب الطہارت)

ترجمہ:

مذی اور ودی دونوں پاک ہیں۔ اگر کپڑے یا جسم پر لگ جائیں۔ تو اس کا دھونا اور انہیں دُور کرنا کوئی ضروری نہیں ہاں اگر کسی نے دھو کر انہیں زائل کر دیا۔ تو افضل اور بہتر کیا۔

مسئلہ ۷۲:

دوران نماز اگر مذی یا ودی نکل کر ایڑیوں تک

بہہ جائے۔ تو اس سے نہ نماز ٹوٹی نہ دھو گیا۔

المبسوط:

عَنْ زَرَّارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنْ
سَالَ مِنْ ذَكَرٍ شَيْءٌ مِنْ مَذَى أَوْ وَدَى وَانْت

فِي الصَّلَاةِ فَلَا تَغْسِلُهُ وَلَا تَقْطَعِ الصَّلَاةَ وَلَا
تَنْقُضَ لَهُ الْوُضُوءَ وَإِنْ بَلَغَ حَقِيقَتَكَ فَإِنَّمَا ذَلِكَ
يَمْنَنُ لَكَ التَّخَامَةِ وَكُلَّ شَيْءٍ يَخْرُجُ مِنْكَ
بَعْدَ الْوُضُوءِ فَإِنَّكَ مِنَ الْجَبَائِلِ أَوْ مِنَ الْبَوَاسِيرِ
وَلَيْسَ بِشَيْءٍ فَلَا تَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِكَ إِلَّا أَنْ
تَقْدِرَ ذَٰ

(۱- قروع کافی جلد سوم

ص ۳۹ کتاب الطہارت)

(۲- من لا یحضرہ الفقیہ

جلد اول ص)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر حالت نماز میں
پیشاب کے مقام سے کوئی شے از قسم مذی و ودی نکلے تو نہ وضو
اور نہ نماز قطع کرو۔ اس سے وضو باطل نہ ہو گا۔ اور اگر تمہارے ٹخنوں
تک پہنچے۔ تو بمنزلہ رنٹھ یا بلغم کے ہے۔ اور ہر وہ چیز جو بعد وضو
خارج ہو وہ یا تو عضو تناسل کی رطوبت ہے یا بواسیر ہے۔ وہ
کچھ نہیں اسے نہ وضو۔ اپنے لباس سے مگر جبکہ نجاست ہو۔

(الشافعی ترجمہ کافی جلد اول ص ۳۳)

باب مذی و ودی)

لمحد فکر یہ:

مذی اور ودی کی تعریف جو فرمائی گئی کے مذکورہ حوالہ پر حاشیہ پر لکھی ہوئی

ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ دونوں رطوبتیں عضو تناسل سے خارج ہوتی ہیں۔ مذی وہ رطوبت ہے۔ جو مرد اور عورت کے باہم طاعت (چھیڑ چھاڑ) کرنے کے وقت عضو مخصوص سے خارج ہوتی ہے۔ اور پیشاب کے بعد جو رطوبت عضو مخصوص سے نکلے۔ ودی کہلاتی ہے۔

گویا مذی عورت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ پر نکلتی ہے۔ اور ودی پیشاب کے بعد۔ اب دوران نماز ان دونوں رطوبتوں کا نکلنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز بھی پڑھ رہا ہو اور عورت کے ساتھ طاعت بھی کر رہا ہو۔ اور دوسری صورت میں نماز میں پیشاب کرے اور پھر اس کے بعد ودی کی صورت میں رطوبت خارج ہو تو اس کیفیت سے بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نہ نماز ٹوٹتی ہے۔ نہ وضو جاتا ہے۔ اور نہ ہی ان رطوبتوں پر نجاست کا حکم لگانا درست ہے۔ اگر دوران نماز عورت سے چھیڑ چھاڑ کرنے اور بول و براز سے کرنے سے نہ نماز ٹوٹے نہ وضو جائے تو پھر وارے نیارے ہو گئے۔ ہم خرماء ہم ثواب۔ بخدا! امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے مسائل ہرگز نہیں بیان کر سکتے۔ یہ بحواسات اور واہیات ابولبصیر اور زرارہ ایندیکینی کی اختراع ہیں۔ اسی لیے ہم باریا کہہ چکے ہیں۔ کہ ”فقہ جعفریہ“ امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی روایات اور ارشادات کے مجموعہ نام نہیں ہے۔ بلکہ ان لوگوں کی سن گھڑت باتوں کی پیاری ہے۔ جن پر دونوں ائمہ نے لعنت بھیجی اور ان کو اپنے قریب پھٹکنے نہ دیا۔

فاحتبر وایا اولی الابصار

مسئلہ نمبر ۱۲

جنابت کے غسل کے لیے استعمال شدہ

پانی پاک ہے

المبسوط

وَالْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ عَلَى ضَرْبَيْنِ أَحَدُهُمَا مَا
 اسْتَعْمِلَ فِي الْوُضُوءِ وَفِي الْوُضُوءِ الْمُسْنُونَةِ
 فَمَا هَذَا أَحْكَمُهُ يَجُوزُ اسْتِعْمَالُهُ فِي رَفْعِ الْحَدَثِ
 وَالْآخَرُ مَا اسْتَعْمِلَ فِي غُسْلِ الْجَنَابَةِ وَالْعِيْضِ
 فَلَا يَجُوزُ اسْتِعْمَالُهُ فِي رَفْعِ الْحَدَثِ وَإِنْ كَانَ
 طَاهِرًا فَإِنْ بَلَغَ ذَلِكَ كُرْهًا أَوْ أَلْ حُكْمُ الْمَنَعِ مِنْ
 رَفْعِ الْحَدَثِ بِهِ لِأَنَّهُ قَدْ بَلَغَ حَدًّا لَا يَحْتَمِلُ النَّجَسَ
 وَإِنْ كَانَ طَاهِرًا غَيْرَ مُطَهَّرٍ يَجُوزُ شَرْبُهُ وَإِذَا لَمْ
 يَنْجَسْ بِهِ لِأَنَّهُ مَاءٌ مُطْلَقٌ

(المبسوط جلد اول ص ۱۱۱/۱ اقسام الماء)

المستعمل في الحدث مطبوع تہران طبع جدید

ترجمہ:

استعمال شدہ پانی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو وضو اور غسل مسنونہ کے لیے استعمال کیا گیا ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذریعہ حدیث دور ہو سکتی ہے۔ (یعنی وضو اور فرضی غسل ہو جائے گا بلکہ دوسری قسم وہ جس سے غسل جنابت اور غسل حیض کیا گیا ہو۔ اس کا حدیث دور کرنے کے لیے استعمال جائز نہیں۔ اگرچہ یہ پانی پاک ہے اور اگر یہی دوسرا پانی کڑ (جس کی تفصیل گزری چکی ہے۔ یعنی سوا و فٹ مربع پانی کے ایک ٹکے) کے برابر ہو۔ تو پھر ناجائز کا حکم ختم ہو جائے گا۔ (یعنی اس سے حدیث دور کرنا جائز ہو جائے گا کیونکہ اب یہ پانی اس مقدار تک پہنچ گیا ہے جو نجس اور گندہ ہونے کا احتمال نہیں رکھتا۔ اور اگر کڑ سے کم مقدار ہے۔ تو یہ پاک خود ہے۔ لیکن اس سے کوئی ناپاک چیز پاک نہیں ہو سکتی۔ ہاں اس کا پینا درست اور اس سے نجاست دور کرنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ یہ بہر حال پانی تو ہے۔

تبصرہ

ابو جعفر محمد بن حسن طوسی وہ مجتہد ائمہ حسنہ شیعیت ہے۔ جس صحاح اربعہ کی تصنیف کا کام سرانجام دیا۔ یہ حضرت اس پانی کو پینے کے قابل ہے۔ رہا ہے۔ جس سے حیض والی عورت نے فرضی غسل کیا۔ یا نسل جنابت کیا گیا۔ محض یہ شرط لگائی۔ کہ وہ ایک ٹکے کے برابر ہونا چاہیے۔ پھر اس کو کوئی گندہ نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ

کر چکے ہیں۔ اور اگر شک سے کم ہے۔ تو اس کا بیٹا پھر بھی جائز ہے۔ سچ ہے کہ گندی ذہنیت اسی قسم کے مسائل گھڑتی ہے۔ حضرات ائمہ اہل بیت یعنی صاحبان طہارت کب ایسے مسائل بیان کر سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ اور اس قسم کے نجاست سے بھرے مسائل انہی راویوں نے گھڑے ہیں۔ جن پر امام صاحب نے پھٹکار بھیجی ہے۔ اور جن کی کاوشوں کو مدفعہ جعفریہ، کا نام دے دیا گیا۔ ایسے مسائل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما ان کے والد گرامی امام باقرؑ کی طرف منسوب کرنا ان حضرات کی توہین سے کم نہیں ہے۔ آخر ان ملعونوں سے یہ توقع کب ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اپنے اوپر لعنت بھیجنے والے امام کو عوام کے سامنے اچھے مسائل کے ساتھ متعارف کرائیں۔ اور ان کی عزت بنائیں۔ اس طرح کے دقیانوسی مسائل امام صاحب کی طرف منسوب کر کے دراصل یہ افزار کیا جا رہا ہے۔ کہ امام صاحب کا ان پر لعنت بھیجنا حق تھا۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ)

مسئلہ نمبر ۱۳

ہوا خارج ہونے سے اس وقت ضو جاتا ہے
جب اس کی آواز پیدا ہو یا اس کی بوناک میں
چڑھے

فروع کافی

عَلَى بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ
مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفُخُ فِي دُفْرِ الْإِنْسَانِ
حَتَّى يُبْعِلَ إِلَيْهِ أَنْتُمْ قَدْ خَرَجَ مِنْهُ رِيحٌ
فَلَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ إِلَّا بِرِيحٍ تَسْمَعُهَا أَوْ تَجِدُ

رِیَحَمَا۔

(۱) - فروع کافی جلد سوم ص ۳۲ کتاب الطہارت،

(۲) - وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۷۵،

الابواب نواقض الموضوع

(۳) - من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ نمبر ۳۷،

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا شیطان آدمی کی دُبر میں پھونکتا ہے۔ پھر آدمی کو خیال آتا ہے کہ اس کی ہوا نکل گئی تو سنو! وضو اس ہوا کے نکلنے سے ٹوٹتا ہے۔ جس کی آواز تم سنو یا اس کی پوچھیں کرو۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ زَرَّادٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا يُؤْتِي حَبَّ الْوَضُوءِ إِلَّا مِنْ عَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ ظَرْطَةٍ تَسْمَعُ صَوْتَهَا أَوْ فِسْوَةٍ تَجِدُ رِيحَهَا۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۷۵/ ابواب

نواقض الموضوع)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے کہ امام صاحب نے فرمایا۔ وضو صرف پیشاب اور پاخانے یا اس ہوا کے نکلنے سے جاتا ہے۔ جس کی تو آواز سننے یا اس بھسکی سے کہ جس کی تھجہ بڑائے

❖

الفقہ علی المذاہب الخمسہ:

قَالَ الْإِمَامُ مِثَّةً لَا تَنْقُضُ الْوُضُوءَ إِلَّا إِذَا خَرَجْتَ
مَسَلَّحَةً بِالْعَدَّةِ رَوَى

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ ص ۳)

ترجمہ:

امامیہ کہتے ہیں کہ ہوا خارج ہونے سے وضو اس وقت جاتا ہے جب
اس کے ساتھ کچھ یا خاندان ملا ہوا ہو۔

تبصرہ:

”فقہ جعفریہ“ نے اپنے ماننے والوں کے لیے کیا کیا رعایتیں عطا کیں۔ اور ان
کی طہارت اور پاکیزگی کو قائم رکھنے کی کس قدر محنت کی ہے۔ جسم سے خون پیپ وغیرہ
سے نکلنے سے ان کی طہارت قائم دائم رہتی ہے۔ صرف بول اور پاخانہ سے ان کا وضو
ختم ہوتا ہے۔ رہی ہوا تو اس میں اتنی ہمت کہاں کہ حیدر کرار کے ”نام نہاد محبتوں“ کا
وضو توڑ سکے۔ ہاں اگر خوب زور سے نکلے۔ اور اس پاس تک دھماکا سنائی دے۔ تو پھر نکلنے
ٹپکنے پڑیں گے۔ یا بھری مغل مجلس کو اس کی بونہا پر رد مال رکھنے پر مجبور کر دے۔ یا پھر
جب اُسے تو اپنے ساتھ تھوڑا سا پاخانہ بھی لیتی آئے جس سے مقام مخصوص پر پڑا
کپڑا ”معتطر“ ہو جائے۔ تو ان صورتوں میں چونکہ کچھ لوگ اس کے نکلنے کے گواہ بن جائیں
گے۔ اس لیے اب ڈھٹائی سے کام نہ چلے گا۔

ربا یہ معاملہ کہ ان تین کیفیات کے علاوہ نکلنے والی ہوا عمدہ سے آنے والی ہوا
نہیں۔ بلکہ وہ شیطان کی پھونکنی سے نکلی۔ جو ”اندھے کنوئیں“ پر بیٹھا پھونکیں مارتا
ہے۔ سو اس کے بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ پھونکیں مارتے والا جانے اور

اسے وہاں بٹھانے والے جائیں۔ ہم تو اس قدر جانتے ہیں۔ کہ ہوا کا خروج یا اخراج معدہ میں جمع شدہ نجارات ہیں۔ جنہیں زیادہ ہونے کی صورت میں آدمی قصداً نکالتا ہے۔ خوب موج ہے۔ کہ جب تک مذکورہ تین شرائط نہ پائی جائیں کسی شیعہ کا ہوا خارج ہونے سے وضو نہ جائے گا۔ ذرا غور فرمائیں۔ کہ ہوا کے ساتھ پاخانہ کا نکلنا بہت نادر ہے۔

لیکن پہلی دو شرائط اپنے بس میں ہوتی ہیں۔ ہوا کے نکلنے کے وقت مقعد کو کسی طرح ڈھیل کر دیا جائے۔ تو آواز نہ پیدا ہوگی۔ اور اگر تھوڑی تھوڑی نکالے تو بوسیدہ ہونے کا خطرہ بھی ٹل گیا۔

اس لیے اہل تشیع کو یہ مجرب نسخہ ضرور آزمانا چاہیے۔ تاکہ بار بار وضو جاتے رہنے کا خطرہ ٹل جائے۔ اور یہی سمجھا جائے۔ کہ شیطان کی حرکت ہے۔ جس سے وضو قائم ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ جب مشکل کے برابر پانی کو کوئی گندگی ناپاک نہیں کر سکتی۔ حیض و جنابت کے غسل میں استعمال ہونے والا پانی دو جام شیریں ہے۔ اور گرہ وغیرہ کا بول و برا ز ظاہر ہے۔ تو یہ بیچاری ہوا وضو کا کیا بگاڑ سکے گی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

قابل توجہ!

ایک طرف دو فقہ جعفریہ... میں گہرے اور خچر کا بول پاک ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر نڈی اور ردی کی ظہارت کا قول بھی موجود ہے۔ لیکن دوسری طرف اہل سنت کے ساتھ بغض و عداوت کا نظارہ دیکھیں۔ تو آپ کو نظر آئے گا۔ کہ خنزیر کے جھوٹے سے بڑھ کر سنی کا جھوٹا ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَلَا يَجُوزُ الْوَضْعُ بِسُورِ الْيَهُودِي وَالنَّصْرَانِي وَ
وَلَدِ الزَّيْنَا وَالْمَشْرِكِ وَكُلِّ مَنْ خَالَفَ الْإِسْلَامَ وَأَشَدُّ
مِنْ ذَلِكَ سُورُ النَّاصِبِ .

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸)

فی المبدأ الخ)

ترجمہ:

یہودی، عیسائی، حرامی اور مشرک کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا جائز
نہیں ہے۔ اور اسی طرح ہر اس شخص کے جھوٹے سے جو مخالف
اسلام ہو۔ اور ان تمام سے زیادہ پاک سُنی کا جھوٹا ہے۔

الروضة البیة

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي يَعْقُوبَ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ إِيَّاكَ أَنْ تَفْتَيْلَ مِنْ غُسَالَةِ الْحَمَامِ وَ
فِيهَا تَجْتَمِعُ غُسَالَةُ الْيَهُودِي وَالنَّصْرَانِي وَالْمَجُوسِي
وَالنَّاصِبِ كَمَا أَهْلُ الْبَيْتِ فَهُوَ شَرُّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ
تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَمْ يَخْلُقْ خَلْقًا أَوْجَسَ
مِنْ ذَلِكَ وَلَيْسَ النَّاصِبُ لَنَا أَهْلَ
الْبَيْتِ أَنْ جَسَرَ سُدَّ

(الروضۃ البسیۃ جلد پنجم ص ۲۳۲ کتاب النکاح
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابو یوسف اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ امام صاحب
نے فرمایا۔ دیکھو ہمیں حمام کے غسالہ سے غسل کرنے سے اجتناب کرنا
چاہیئے۔ کیونکہ اس میں یہودی، عیسائی، مجوسی کا غسالہ ہوتا ہے۔ اور
اس میں کُستی کا بھی غسالہ ہوتا ہے۔ جو ان تمام سے زیادہ شریعہ
اللہ تعالیٰ نے کُتے سے بڑھ کر کوئی مخلوق ناپاک اور نجس پیدا نہیں کی
لیکن کُستی اس سے بھی بڑھ کر نجس ہے۔

جامع الاخبار:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ تَوْحًا أَدْخَلَ فِي
سَفِينَةٍ الْكَلْبَ وَالْخَيْزُورَ وَلَمْ
يَدْخُلْ فِيهَا وَلَدَ الزَّيْنَا وَالتَّاصِبُ أَشَدُّ
مِنْ وَلَدِ الزَّيْنَا۔

(جامع الاخبار ص ۸۵ فصل ۱۲۷ فی

التعصب)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے
اپنی کشتی میں کتے اور خنزیر کو تو سوار کر لیا لیکن حرامی کو اس میں داخل

ذکیا۔ اور سنی و حرامی سے بھی بڑھ کر ہے۔

اللمعة الدمشقية

اَلْكُفُّوْ مُعْتَبَرَةٌ فِي النِّكَاحِ فَلَا يَجُوزُ لِلْمُسْلِمَةِ
مُطْلَقًا الشَّرْ وَيُجِبُ بِالْكَافِرِ وَهُوَ مُوَضَّعٌ
وَفَاقٍ وَلَا يَحُوزُ لِلنَّاصِبِ الشَّرْ وَيُجِبُ بِالْمُؤْمِنَةِ
لَاَنَّ النَّاصِبِيَّ اشْتَرَى مِنَ الْيَهُودِيِّ وَالتَّصْرَا فِي
عَلَى مَا رَوَى فِي اَخْبَارِ اَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ
السَّلَامُ وَكَذَا الْعَكْسُ سَوَاءً اَلْاَذَايَعُ اَوْ
الْمُتَعَّةُ

(اللمعة الدمشقية جلد پنجم ص ۲۳۲-۲۳۵)

ترجمہ:

نکاح میں کفر کا اعتبار کیا گیا ہے۔ لہذا کسی مسلمان عورت کا کافر سے
مطلقاً نکاح جائز نہیں ہے۔ اور یہ بالاتفاق مسئلہ ہے۔ اور کسی
سنی کو شیعہ عورت سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ
”سنی“، یہودی اور عیسائی سے بھی بڑھ کر شریر ہے۔ جیسا کہ حضرات
اہل بیت کی روایات میں ہے۔ اور اس کا عکس بھی جائز نہیں۔
یعنی کوئی شیعہ عورت سنی سے نکاح نہیں کر سکتی، چاہے یہ نکاح وقتی
(متعہ) ہو یا دائمی۔

انوار نعمانیہ:

اَلشَّاقِ فِي حَبَاوِزِ قَتْلِهِمْ وَاسْتِبَاحَةِ اَهْلِ الْبَيْتِ

قَدْ عَرَفْتُ أَنَّ أَكْثَرَ الْأَصْحَابِ ذَكَرُوا النَّاصِبِيَّ
 ذَلِكَ الْمَعْنَى الْخَاصَّ فِي بَابِ الظَّهَائِرِ وَالنَّجَاسَةِ
 وَحُكْمُهُ عِنْدَهُمْ كَالْكَافِرِ الْخَرِيْبِيِّ فِي أَكْثَرِ
 الْأَحْكَامِ وَمَا عَلَيَّ مَا ذَكَرْنَاهُ لَهُ مِنَ التَّفْسِيرِ فَيَكُونُ
 حُكْمًا شَامِلًا كَمَا عَرَفْتُ رَوَى الصُّدُوقُ طَابَ تَرَاهُ
 فِي الْعِلَلِ مُسْنِدًا إِلَى دَاوُدَ بْنِ هُرْقَدَ قَالَ قُلْتُ لِأَيِّ عَبْدِ اللَّهِ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا تَقُولُ فِي قَتْلِ النَّاصِبِ قَالَ حَدَّثَ الدِّمَ لِكُنْيَا تَقِي
 عَلَيْكَ فَإِنْ قَدَرْتَ أَنْ تَقْلِبَ عَلَيْهِ حَاطِطًا أَوْ تَعْرِقَهُ
 فِي مَاءٍ يَكُونُ لَا يَشْهَدُ بِهِ عَلَيْكَ فَا فَعَلَ فَقُلْتُ فَمَا تَرَى
 فِي مَالِهِ قَالَ خُذْ مَا قَدَرْتَ وَرَوَى شَيْخُ
 الطَّائِفَةِ فِي بَابِ الْخُمْسِ وَالْفَنَائَةِ مِنْ كِتَابِ
 التَّهْذِيبِ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنْ مَوْلَانَا الصَّادِقِ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ قَالَ خُذْ مَالَ النَّاصِبِ حَيْثُ مَا وَجَدْتَ
 وَابْعَثْ عِلْمَيْنَا بِالْخُمْسِ وَفِي الزَّوَايَا
 أَنَّ عَلِيَّ بْنَ يَقُطَيْبٍ وَهُوَ وَزِيرُ الرَّشِيدِ قَدِ اجْتَمَعَ
 فِي جَنَّتِهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُخَالِفِينَ وَكَانَ مِنْ خَوَاصِ
 الشَّيْبَةِ فَأَمَرَ غُلَمَانَهُ وَهَدَمُوا سَقْفَ الْمَحَلِّسِ
 عَلَى الْمُحِبُّوسِينَ فَمَا تَوَّاهُمْ وَكَانُوا أَرْخَمَسَ
 مِائَةً رَجُلٍ تَقَرَّبَ فَأَرَادَ الْخَلَّاصَ مِنْ تَبَعَاتِ
 بَدَفِ يَهُدَى فَأُرْسِلَ إِلَى إِمَامِ مَوْلَانَا الْعَظِيمِ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكُتِبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَيْهِ جَوَابُ كِتَابِهِ بِأَنَّكَ

لَوْ كُنْتَ تَقْدَمُ إِلَى قَبْلِ قَتْلِهِ لَمَا كَانَ عَلَيْكَ شَيْءٌ
 مِنْ دِمَائِهِمْ وَحَيْثُ أَنْتَ لَمْ تَقْدَمْ إِلَى فَكَيْفَ عَنْ
 كُلِّ رَجُلٍ قَتَلْتَهُ مِنْهُمْ بَيْتِسٍ وَالتَّيْسُ خَيْرٌ مِنْهُ
 فَانْظُرْ إِلَى هَذِهِ الدِّيَةِ الْجَزِيلَةِ الَّتِي لَا تُعَادِلُ دِيَّةَ
 أَخِيهِمْ إِلَّا صَغِيرٌ وَهُوَ كَلْبُ الصَّيْدِ فَإِنَّ دِيَّتَهُ عِشْرُونَ
 دِرْهَمًا وَلَا دِيَّةَ أَخِيهِمْ إِلَّا كَبِيرٌ وَهُوَ أَلِيمُ دِرْهَمٍ
 أَوْ الْمَجُوسِيُّ فَإِنَّهَا ثَمَانُ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَحَالُهُمْ فِي
 الْآخِرَةِ

(۱- انوار النعمانیہ جلد دوم ص ۳۰۷-۳۰۸)

مذکرہ ظلمہ فی احوال الصوفیہ

۲- مال وٹ کر خمس نکالنے کا حکم تحریر

تحریر الوسیلہ جلد ۱ ص ۳۲۵

ترجمہ:

دوسرا امر (یعنی ناموسی کا حکم کیا ہے؟) تو ان کے قتل کرنے اور ان
 کے اموال کو لوٹنے کا جواز تو معلوم کر چکا ہے۔ اور تجھے یہ بھی علم ہے
 کہ اکثر اصحاب نے ناموسی کا وہ خاص معنی باب طہارت و نجاست میں ذکر
 کیا ہے۔ اور اس کا حکم ان کے نزدیک حربی کافر کا سلبہ ہے لیکن وہ تفسیر جو ہم نے
 ذکر کی ہے۔ اس کے مطابق ناموسی محلی طور پر حربی کافروں میں شامل ہو چکا جیسا کہ وہ جان
 پہل میں شیخ الصدوق نے ذکر کیا ہے۔ جس کا اسناد داؤد بن فرقد
 کی طرف کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی
 کو ناموسی کے قتل کے متعلق پوچھا۔ تو فرمایا کہ اس کا خون (دگرانا)
 حلال ہے لیکن میں تجھ پر غوث کھاتا ہوں۔ اگر تو اس پر دیوار گرا

کے یا اسے پانی میں ڈبو دے (تو یہ ضرور کر) تاکہ تیرے خلاف کوئی شہاد
 ز قائم ہو سکے۔ پھر میں نے امام صاحب سے پوچھا۔ نامی کا مال
 لوٹنے کا حکم کیا ہے؟ فرمایا۔ جتنا بس چلتا ہے اتنا چھین لے۔ شیخ الطائفہ
 نے خمس اور غنیمت کے باب میں اپنی کتاب التہذیب میں ذکر کیا
 ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نامی کا مال
 جہاں سے ملے قابل کر لے اور ہماری طرف اس کا پانچواں حصہ
 بھیج دے۔ روایات میں ہے کہ علی بن نقیٹین وزیر نے اپنی
 جیل میں اپنے مخالفین کی ایک جماعت کو قید کر لیا۔ یہ وزیر کٹر شیعہ
 تھا۔ اس نے اپنے غلاموں کو ان قیدیوں پر قید خانے کی چھت
 گرا دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے یہی کیا۔ اس طرح پانچ سو کے قریب
 وہ قیدی مر گئے۔ ان کے ورثاء نے مرنے والوں کے خون کا مطالبہ
 کیا۔ وزیر مذکور نے ایک خط امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی طرف
 لکھا۔ امام نے اس کا جواب یہ دیا۔ اگر تو ان لوگوں کے قتل کرنے
 سے پہلے مجھ سے مشورۃ پوچھ لیتا۔ تو پھر ان کے خون کے سلسلہ میں
 تجھ پر کوئی جرم نہ پڑتا۔ اب جبکہ تو نے مجھے پیشگی اطلاع نہ دی
 آئی لیے ان میں ہر ایک کے خون کا کفارہ ادا کر۔ اور وہ ایک کے بدلے
 میں ایک بکرا ہے۔ اور بکرا بھی ان سے بہتر ہے۔ تم غور کرو۔ ان نامیوں
 کی دیت ان کے چھوٹے بھائی یعنی شکاری کہتے سے بھی کم مقرر
 ہوئی۔ کیونکہ اس کی دیت بیس درہم ہے۔ اور ان کی دیت ان کے
 بڑے بھائی کی دیت کے برابر بھی نہیں۔ ان کا بڑا بھائی یہودی یا
 مجوسی ہے۔ ان کی دیت آٹھ درہم ہے۔ یہ تو دنیا میں ان کے

خون کا بدلہ ہوا۔ اور آخرت میں قرآن کی حالت بہت نیک اور رسوا ہو گئی۔

فروع کافی:

عَنْ عَامِرِ بْنِ الشَّامِطِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَنَّ رَجُلًا مِمَّنْ أَلْمَنَّا فَيَقِينُ مَاتَ فَتَخَرَّجَ الْحُسَيْنُ بْنُ
عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا يَمْشِي مَعَهُ فَلَمَّ مَوْلَاهُ لَهُ
فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيْنَ تَذْهَبُ يَا ضَلَالُ؟
قَالَ فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ أَفَرُّ مِنْ جَنَازَةٍ هَذَا أَلْمَنَّا فَيَقِي
أَنْ أُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْظِرْ
أَنْ تَقُومَ عَلَى يَمِينِي فَمَا تَسْمَعُونِ أَقُولُ فَقُلْ
مِثْلَهُ فَلَمَّا أَنْ كَبَّرَ عَلَيْهِ وَرِثَهُ قَالَ الْحُسَيْنُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ الْعَنِ فَلَانًا عَبْدَكَ
أَلْفَ لَعْنَةٍ مَوْلَيْكَ غَيْرِ مُخْتَلِفَةٍ اللَّهُمَّ أَخْذَلْ
عَبْدَكَ فِي عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ وَأَجَلْهُ هَرَمًا لَهُ وَ
أَذِقْهُ أَشَدَّ حَذَائِكَ .

فروع کافی جلد سوم ص ۹۰ کتاب الجنائز

مطبوعہ بن مع بدیر

ترجمہ:

عامر بن اسماعیل بیان کرتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اب منافی کے
جنائزے کے ساتھ جا رہے تھے راستہ میں آپ کو ایک غلام
۱۰۰ امام نے پوچھا کہ کرم چارہ ہے۔ کہنے لگے اس منافی کے

جنازے سے بھاگ رہا ہوں۔ یہ سن کر امام صاحب نے اُسے فرمایا اس کے جنازے سے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے۔ چلو اور میرے ساتھ میری دائیں طرف کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھنا۔ پھر جو میں پڑھوں گا۔ اُسے سن کر تم بھی وہی کہنا۔ جب میت کے ولی نے نماز جنازہ پڑھانے کے لیے تکبیر تحریر کی۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی انداکبر کہا۔ اور پھر بولے۔ اے اللہ! اس میت پر ہزار لعنت بھیج۔ اور وہ بھی ایک ایک کر کے نہیں بلکہ اکٹھی ہزار لعنتیں بھیج۔ اے اللہ! اس کو ذلیل و رسوا کر اپنے بندوں میں اور اپنے شہروں میں۔ اے مرنے والے کی آگ میں پہنچا اور اپنا سخت عذاب چھکا۔

حوالہ جات مذکورہ سے صراحتہ ثابت شدہ

امور کی فہرست

- ۱۔ یہودی، عیسائی اور مشرک کے جھوٹے پانی سے سستی کا جھوٹا زیادہ گناہ ہے
- ۲۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے زیادہ نجس کتا پیدا کیا۔ لیکن سنی کی نجاست اس سے بھی بڑھ کر ہے۔
- ۳۔ سنی کو رشتہ دینا اور اس سے رشتہ لینا اہل بیت کے حکم سے ناجائز اور حرام ہے۔
- ۴۔ ولد ازنا یعنی حرامی اگرچہ کئے اور خنزیر سے زیادہ بُرا ہے۔ لیکن سنی اس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔
- ۵۔ سنی کی نماز جنازہ میں شرک شیعہ دعائے مغفرت کی بجائے اس پر

لعنتیں بھیجتے ہیں۔

- ۷۔ اس کا قتل کرنا جائز اور اس کا مال و اسباب لوٹنا مباح ہے۔ اس کے روٹے ہونے مال کا پانچواں حصہ (خمس) بھی نکالا جائے گا۔
- ۸۔ شکاری کتا سنی کا چھوٹا بھائی اور یہودی دھیسائی اس کا بڑا بھائی ہے۔
- ۸۔ شکاری کتے کی دیت میں درہم، مجوسی اور یہودی کی اٹھ درہم لکھی سنی کی دیت صرف ایک بھرا اور وہ بھی زیادہ ہے۔
- ۹۔ دنیا میں اگرچہ سنی ذلیل ہے۔ لیکن قیامت کو اس کی ذلت دیدنی ہوگی۔

سینو! آنکھیں کھولو:

امور مذکورہ ہم نے کتب تبیعہ سے حوالہ جات کی روشنی میں پیش کیے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک امر دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ اور ان میں ہر ایک سے اہل تشیع کی ہم اہل سنت کے ساتھ عداوت اور دشمنی واضح ہوتی ہے۔ یہودی، دھیسائی، مجوسی ان کو ہم سے اچھے لگتے ہیں۔ کتے کی نجاست انہیں قبول لیکن سنی کا وجود اس سے بدتر، حرامی اچھا لیکن سنی بڑا، سنی کا قتل جائز اور مال لوٹنا فیئمت اور دنیا و آخرت میں ذلیل، نہ اس سے رشتہ نہ اس کو رشتہ دو۔ ان حالات میں کون سنی ان یہودی النسل (عبداللہ بن سبا یہودی کی معنوی اولاد) لوگوں کے بیٹے دل میں محبت و الفت کے جذبات رکھتا ہو گا لیکن یہ بات بھی یاد رہے۔ کہ یہ سب خرافات ان کی اپنی گھڑی ہوئی ہیں۔ حضرات ائمہ اہل بیت ان سے متبرک ہیں۔ آپ دیکھیں۔ پکار کر سنی ایسے ہی ہیں۔ تو بچہ اہل سنت کے امام حضرت فاروقی اعظم رضی اللہ عنہ کے عقد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نہ اپنی نعمت جگر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کیوں دیں؟ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنی دو صاحبزادیاں کیے بعد دیگرے حضرت عثمان کے عقد میں دیں۔ ان بے ہودہ روایات میں ایک وہ بھی ہے۔ جو امام حسین کے ایک منافق کے جنازے میں شامل ہو کر اس کے لیے مغفرت کی بجائے لعنت بھیجنے کا واقعہ بیان کرتی ہے۔

قارین کرام! امام حسین رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم کا حکم یاد نہ تھا۔ لَا تُصَلِّ عَلٰی أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّرَمَاتٍ وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ۔ ان منافقین میں سے کسی کی ہمیشہ کے لیے نماز جنازہ ادا نہ کرنا اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ گویا اہل تشیع امام حسین رضی اللہ عنہ کو اتنا اس حکم سے بے خبر ثابت کر رہے ہیں۔ یا پھر اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا نافرمان۔ اور پھر یہ بھی کہا جا رہا ہے۔ کہ آپ نے اس کے لیے دعائے مغفرت کی بجائے لعنت بھیجی تھی۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے یہ بطور تقیہ کیا۔ ذرا سوچو۔ جس امام عالی مقام نے اپنی اور اپنے بہتر ساتھیوں کی شہادت قبول کر لی۔ لیکن تقیہ نہ کیا۔ اس کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ انہوں نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی اور جہالت کا ثبوت دیا۔ معاذ اللہ۔ حاشا وکلاء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت اس بہتان سے پاک ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا۔ کہ دفعہ جعفریہ، امام جعفر صادق وغیرہ ائمہ کی روایات کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ ان کے لیے شاگردوں کا مجموعہ ہے۔ جو امام صاحب کے ہاں راندہ تھے۔ اور ان پر ائمہ نے خدا کی پھٹکار کی دعا کی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

”ناصبی“ کا معنی سُنی کیوں کر ہوا؟

اس کی تحقیق

مذکورہ چند حوالہ جات جن میں ناصبی کو نحس، بدترین مخلوق اور ذلیل و خوار کہا گیا۔ ہم نے اس کا ترجمہ دہنی، کیا ہے۔ شائد قارئین کرام اسے نا انصافی سمجھیں اس لیے چلتے چلتے ہم اس لفظ کا مصداق کتب شیعہ سے بیان کرتے ہیں۔ تاکہ بات واضح ہو جائے کہ اہل تشیع اپنے ہاں ناصبی کسے کہتے ہیں۔

افوار نعمانید

فَالَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ أَلَّا يَصْحَابُ هُوَ أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ مَنْ
كَتَبَ الْقِدَافَةَ لِأَيِّ بَيْتٍ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
نَظَاهَرَهُ بَعْضُهُمْ كَمَا هُوَ الْمَوْجُودُ فِي الْخَوَارِجِ وَبَعْضُ
مَا قَدْ آثَرَ الظَّهْرَ وَرَقَبُوا الْأَحْكَامَ فِي بَابِ الظُّلْمَانَةِ وَ
الْعَبَاسَةِ وَانْكَفَرُوا بِالْإِيمَانِ وَجَوَّازِ الشُّكَاةِ وَعَدَمِهِ
عَلَى النَّاصِبِيِّ بِهَذَا الْمَعْنَى.

وَقَدْ تَغَطَّى شَيْخَنَا الشَّهِيدُ الشَّافِعِيُّ قَدْ سَلَّمَ اللَّهُ رُوحَهُ
مِنَ الْإِطْلَاجِ عَلَى غَرَابِيبِ الْأَخْبَارِ قَدْ هَبَ إِلَى أَنْ

هُوَ الَّذِي نَصَبَ الْعَدَاوَةَ لِشِيعَتِهِ أَهْلَ الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ
 السَّلَامُ وَتَظَاهَرَ بِالْمَذْفُوعِ فِيهِمْ كَمَا هُوَ حَالُ أَكْثَرِ
 الْمُخَالِفِينَ لَنَا فِي هَذِهِ الْأَعْصَارِ فِي كُلِّ الْأَمْصَارِ
 وَعَلَى هَذَا فَلَا يَخْرُجُ مِنَ النَّصَبِ سِرَى الْمُسْتَضْعَفِينَ
 مِنْهُمْ وَالْمُقِلِّدِينَ وَالْبُلَّغِيَّةَ وَالنِّسَاءَ وَنَحْوَ ذَلِكَ
 وَهَذَا الْمَعْنَى هُوَ الْأَوَّلَى وَيَدُلُّ عَلَيْهِ مَا رَوَاهُ الضُّعَفِيُّ
 قَدْ سَمِعْتُ اللَّهَ رُوحَهُ فِي كِتَابِ عِلَلِ الشَّرَائِعِ بِأَسْنَادٍ
 مُعْتَبَرٍ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَيْسَ النَّاصِبُ
 مَنْ نَصَبَ لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ لِأَنَّكَ لَا تَجِدُ رَجُلًا يَقُولُ
 أَنَا أَبْعَضُ مُحَمَّدًا وَالْمُحَمَّدِ وَلَكِنَّ النَّاصِبَ مَنْ
 نَصَبَ لَكُمْ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّكُمْ تَتَوَلَّوْنَا وَأَنَّكُمْ مِنْ
 شِيعَتِنَا وَفِي مَعْنَاهُ أَخْبَارٌ كَثِيرَةٌ

وَقَدْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ
 عَلَامَةَ النَّاصِبِ تَقْدِيرُ غَيْرِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ وَهَذِهِ
 خَاصَّةٌ شَامِلَةٌ لِأَخَاصَةٍ وَيُمْكِنُ إِرْجَاعُهَا
 أَيْضًا إِلَى الْأَوَّلِ بِأَنَّهُ يَكُونُ الْمُرَادُ تَقْدِيرُ غَيْرِهِ عَلَيْهِ
 عَلَى وَجْهِ الْإِغْتِقَادِ وَالْجُزْمِ لِيَخْرُجَ الْمُقِلِّدُونَ وَ
 الْمُسْتَضْعَفُونَ فَإِنَّ تَقْدِيرَهُمْ غَيْرَهُ عَلَيْهِ إِثْمًا
 نَشَأَ مِنْ تَقْلِيدِ عُلَمَائِهِمْ وَأَبَائِهِمْ وَأَسْلَافِهِمْ
 وَالْأَفْلَاسِ لَهُمْ لَا طِلَافَ وَالْجُزْمُ بِهِمْ أَشْيَبِيلُ
 وَيُؤَيِّدُ هَذَا الْمَعْنَى أَنَّ الْأَيْتَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَخَوَاصَّهُمْ

أَطْلَقُوا لَفْظَ النَّاصِيَةِ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ وَأَمَّا إِلَيْهِ
مَعَ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ لَمْ يَكُنْ مِمَّنْ نَصَبَ الْعِدَاةَ لِأَهْلِ
الْبَيْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بَلْ كَانَ لَهُ انْقِطَاعٌ إِلَيْهِمْ وَكَانَ
يُظْهِرُهُمُ التَّوَدُّدَ نَعَمَ كَانَ يُخَالِفُ أَرَأَيْتُمْ وَيَقُولُ
قَالَ عَلِيُّ وَأَنَا أَقُولُ وَمِنْ هَذَا يَقْوَى قَوْلُ السَّيِّدِ
الْمُرْتَضَى وَابْنِ إِدْرِيسٍ قَدَسَ اللَّهُ رُوحَهُمَا وَبَعْضُ مَشَائِعِنَا
الْمُعَاصِرِينَ بِتَجَاسُّةِ الْمُتَخَالِفِينَ كُلِّهِمْ نَظَرًا إِلَى إِطْلَاقِ الْكُفْرِ
وَالشِّرْكِ عَلَيْهِمْ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَنِ قَتْنَا وَلَهُمْ
هَذَا اللَّفْظُ حَيْثُ يُطْلَقُ وَلَا تَنَكَ قَدْ تَحَقَّقَتْ أَنَّ
أَكْثَرَهُمْ نَوَاصِبٌ بِهَذَا الْمَعْنَى .

(الزارعانیہ جلد دوم ص ۳۰۶ - تذکرہ

فی احوال الصوفیہ والنواصب

مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ:

ہمارے اکثر اصحاب کے مذہب کے مطابق ناصبی وہ شخص ہے
جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک سے عداوت رکھتا ہو۔ اور ان
سے بغض ظاہر کرتا ہو۔ جیسا کہ یہ بات خارجیوں میں پائی جاتی ہے
اور کچھ لوگ اور اراک النہر کے رہنے والے بھی ایسے ہیں۔ اور جو احکامات
لہمارے دین نجاست، کفر و ایمان اور نکاح کے جواز و عدم جواز کے
کھے گئے ہیں۔ وہ اس معنی کے ناصبی کے متعلق ہیں۔

شہید ثانی کہ جسے غائب اخبار پر اطلاع کی سمجھ عطا ہوئی ہے اس

کا مذہب یہ ہے۔ کہ ناصبی ہر وہ شخص ہے۔ جو آل بیت کے شیعوں سے عداوت رکھتا ہے۔ اور ان سے بغض کا اظہار کرتا ہے۔ جیسا کہ موجودہ دور میں ہمارے اکثر مخالفین کا یہ وصف ہے۔ اور تمام ہمسائیوں میں ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں، اگر ناصبی کی یہ تعریف مافی جائے تو پھر ناصبی کی اس تعریف وہی لوگ کچھ سکیں گے۔ جو مقلدین، مستضعفین بے وقوف یا عورتیں ہیں۔ لیکن یہ معنی ہے بہت بہتر۔ اس معنی پر شیخ صدوق کی وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے۔ جو اس نے اپنی کتاب علل الشرائع میں اسناد معتبرہ کے ساتھ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ذکر کی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ ناصبی وہ نہیں جو ہم اہل بیت کے ساتھ دشمنی کا اظہار کرتا ہو۔ کیونکہ ہمیں ایک شخص بھی ڈھونڈنے سے ایسا نہ ملے گا۔ جو یہ کہتا ہو میں محمد اور آل محمد سے بغض وعداوت رکھتا ہوں۔ اس لیے ناصبی وہ ہے جو اسے شیعین علی اہل بیت ہمارے دشمن ہو۔ کیونکہ اسے علم ہے۔ کہ تم ہم اہل بیت سے دوستی رکھتے ہو۔ اور تم ہمارے شیعہ بھی ہو۔ (لہذا تمہیں اچھا نہ سمجھنے والا ناصبی ہے)۔ اور اس پر بہت سی روایات بھی موجود ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ ناصبی کی علامت یہ ہے کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر دوسروں کو افضلیت دیتا ہو گا۔ اور آپ نے ناصبی کی جو یہ خاصیت اور علامت بیان فرمائی۔ یہ علامت کسی خاص طبقہ کے لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ جو بھی اس صفت سے موصوف ہو گا۔ وہ ناصبی ہو گا۔ اس روایت کو بھی ہم پہلے معنی کی طرف اس طرح لٹھا سکتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر کسی دوسرے کو فضیلت دینے والے کو نامبی کہا۔ تو اس سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہو۔ اور اس سے یقین ہو۔ کہ کوئی دوسرا شخص حضرت علی المرتضیٰ سے افضل ہے۔ اس مفہوم اور تاویل کی وجہ سے مقلدین اور متفہمین نکل جائیں گے۔ کیونکہ اگر وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ فلاں شخص حضرت علی المرتضیٰ سے افضل ہے۔ تو ان کا یہ کہنا اپنے علماء کی تقلید کی بنا پر ہو گا۔ اور اپنے آباؤ اجداد یا بزرگوں سے سننے پر ہو گا۔ ورنہ اس یقین اور عقیدہ پر اطلاع پانے کا ان کے ہاں کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے۔

نامبی کے اس معنی کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت اور ان کے مخصوص ساتھیوں نے امام ابوحنیفہ وغیرہ پر نامبی کا اطلاق کیا ہے۔ حالانکہ امام ابوحنیفہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ جو اہل بیت سے عداوت و بغض رکھتے ہوں۔ بلکہ امام ابوحنیفہ تو ایسے لوگوں سے دور رہتے رہے۔ اور خود آپ اہل بیت کے ساتھ محبت اور مودت کا اظہار کرتے رہے۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ ابوحنیفہ کچھ رائے اور قیاس میں اہل بیت کی مخالفت کرتے رہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ یوں فرماتے ہیں میں یوں کہتا ہوں۔ اس بات کو دیکھ کر سید مرتضیٰ اور ابن ادریس اور ان کے بعض ہم عصر مشائخ کے اس قول کی تعویبت ہوتی ہے۔ کہ وہ اہل تشیع کے ہر مخالف کو نجس کہتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے یہ دیکھا۔ کہ ان مخالفین کے یہ کتاب و سنت میں مطلقاً کفر اور شرک کے الفاظ آئے ہیں۔ لہذا

جب کفر و شرک کا لفظ مطلقاً بولا جائے۔ تو ان سب کو وہ شامل ہوتا ہے
اس لیے کہ ابھی تو تحقیق کر چکا ہے۔ کہ ان مخالفین میں اکثریت ناصبی لوگوں کی
تھی۔ جو اسی معنی کے اعتبار سے ہیں۔

خلاصہ:

ناصری کا اطلاق تین معانی پر ہے۔

- ۱۔ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت رکھنے والا۔
- ۲۔ آل رسول کے شیعوں کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے والا۔ (نعمت اللہ جزاؤری
کے نزدیک یہ معنی پہلے سے زیادہ اچھا ہے)
- ۳۔ جو حضرت علی المرتضیٰ پر کسی دوسرے کو افضلیت دے۔ (اسی معنی کے
پیش نظر امام ابو حنیفہ ناصبی ہیں۔

ملحد فکریہ:

”ناصری“ کا پہلا معنی یعنی جو شخص آل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت
رکھے۔ ایسے آدمی کے متعلق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا ناصبی تو کوئی
بھی نہیں نظر آئے گا۔ اس لیے اب ناصبی دو آخری تعریف والے رہ گئے یعنی
اہل تشیع سے بغض و عداوت رکھنے والے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر دوسرے کو
افضلیت دینے والے (اور یہ ہر دو میں بکثرت رہے ہیں۔ اور آج بھی موجود ہیں۔)

قارئین کرام! آپ پر یہ بات بخوبی عیاں ہو گئی ہوگی۔ کہ اہل تشیع سے عداوت
اور بغض کن لوگوں کو ہے؟ صاف بات ہے۔ انہی لوگوں کو کہ جن سے ان
کو عداوت اور بغض ہے۔ یعنی اہل سنت و جماعت اور اسی مفہوم کی تائید قرآن

منی بھی کرتا ہے۔ کیونکہ تمام اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ حضرات انبیائے کرام کے بعد سب سے افضل شخصیت صدیق اکبر پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی اور چوتھے مرتبہ پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ رہا یہ معاملہ کہ سینوں کو ان سے بغض و عداوت کیوں ہے؟ سو اس بارے میں عرض یہ ہے۔ کہ اہل تشیع جب حضرت شیخین اور سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ کے بارے میں لعنت بھیجتے ہیں۔ اور انہیں فاحش از اسلام کہتے ہیں۔ بلکہ اسوائے چار پانچ صحابہ کرام کے بقیہ تمام کو معاذ اللہ مرتد قرار دیتے ہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و گستاخی کے مرتکب ہیں تو پھر کونسا سنی ان سے محبت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع اپنی کتب میں جس کو ”ناموسی“ کہتے اور رکھتے ہیں۔ اس سے مراد ”اہل سنت و جماعت“ ہی ہیں۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں۔ کہ جن کے مذہب میں سنی کا وہ مقام ہے۔ جو گزشتہ حوالہ جات میں ”ناموسی“ کہہ کر بیان کیا گیا۔ ان سے سینوں کی رشتہ داری کیا معنی رکھتی ہے؟

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

فصل

شرمگاہ کے ستر و پردہ

کے کچھ مسائل

مرد اور عورت کو اپنی شرمگاہ کا ستر اور پردہ کرنا اہم امر ہے۔ اور سخت مجبوری کے علاوہ اس کا کھلا رکھنا یا کسی کو دکھانا جائز نہیں ہے۔ فقہ حنفی میں اسی ضمن میں ایک مسئلہ موجود ہے۔ کہ اگر کسی شخص کو استنجاء کی ضرورت ہے۔ لیکن ایسا مقام میسر نہیں جہاں کوئی نہ دیکھے۔ بلکہ لوگوں کے سامنے ہی استنجاء کر سکتا ہے تو اس کو چاہیے کہ لوگوں کے درمیان بیٹھ کر استنجاء کرے۔ اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو بغیر استنجاء کے نماز پڑھے۔ اس کی اس حالت میں نماز ہو جائے گی کہ نہ کلمہ استنجاء کرنا اگرچہ طہارت کا ایک طریقہ ہے۔ لیکن سنت ہے۔ اور بے پردہ ہونا حرام۔ لہذا اپنا پردہ قائم رکھے۔ لیکن ”فقہ جعفریہ“ میں اولیٰ تو پردہ کسی عضو کو ہی نہیں اور اگر ہے بھی تو اس پر عمل کرنا بڑا آسان ہے۔ صرف پیشاب اور پافانہ کرنے کے دو عضو پردہ کے ماتحت ہیں۔ بقیہ کسی عضو کا پردہ فرض نہیں۔ اور ان

دونوں میں سے اول الذکر پر اگر ہاتھ رکھ لیا جائے تو پردہ ہو گیا۔ اور ثوخر الذکر خود بخود سرین کے دھتوں میں چھپا ہوا ہے۔ اس پر ہاتھ رکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔
حوالہ بات ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ ۱:

”ران“ کا پردہ نہیں

من لایحضرہ الفقیہ

وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْفَخْدُ لَيْسَ
مِنَ الْمَوَرَّةِ -

من لایحضرہ الفقیہ ص ۷۶ مطبوعہ تہران
(طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ران پردہ کیے جانے والے اعضاء
میں شامل نہیں ہے۔

❖

مسئلہ نمبر ۲:

پردہ صرف قبل اور دبر کا ہے۔ اور ان میں

سے صرف قبل کا پردہ کرنا پڑتا ہے دوسرا

خود بخود پردہ میں ہے۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْهَاشِمِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْعَوْرَةُ عَوْرَتَانِ
الْقُبْلُ وَالذَّيْرُ فَأَمَّا الذَّيْرُ مَسْتُورٌ بِإِلَاسَتَيْنِ
قَبْلَ أَنْ تَسْتَرَّتِ الْقَضِيْبَ وَالْبَيْضَتَيْنِ فَقَدْ سَتَرَتْ
الْعَوْرَةَ وَقَالَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى وَأَمَّا الذَّيْرُ فَقَدْ
سَتَرَتْهُ الْإِلَاسَتَانِ وَأَمَّا الْقُبْلُ فَتَسْتُرُهُ
بِيَدِكَ

(۱) - فروع کافی جلد ۱ ص ۵۰۱ کتاب لاتی

والبطن

(۲) - وسائل الشیعیہ جلد اول ص ۳۶۵

کتاب الطہارۃ باب حد العقدہ الخ

ترجمہ:

ابو الحسن کہتے ہیں۔ کہ قابل پردہ دو عضو ہیں۔ قبل اور دبر۔ ان میں سے

دُبر تو چوڑوں میں پھپی ہوئی ہوتی ہے۔ (لہذا اس کے پردہ کی کوئی ضرورت نہیں) پھر جب ترے آدے تناسل اور دو گویوں کا پردہ کر لیا تو ترے اپنی شرمگاہ ڈھانپ لی۔ ایک اور روایت میں ہے۔ کہ دُبر کو تودونوں چوڑوں نے چھپا لیا ہے۔ اب اگر ترے قبل (ذکر وغیرہ) کام پر پردہ کرنا ہے۔ تو اپنے ہاتھ سے پردہ کرے۔

سُئِلَ

صرف قبل پر پردہ کافی ہے اور اتنا ہی
پردہ امام جعفر صادق نے کیا

وسائل النبیۃ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ السَّيِّدُ لَا أَعْلَمُ
إِلَّا قَالَ رَأَيْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْ مَنِ
رَأَاهُ مَتَجَرِّدًا وَعَلَى عَوْرَتِهِ ثَوْبٌ فَقَالَ إِنَّ
الْفَحِذَ لَيْسَ مِنَ الْعَوْرَةِ.

وسائل النبیۃ ص ۴۶۴ کتاب الطہارت
الاجاب آداب المحام۔

ترجمہ:

ایشی کہتا ہے۔ مجھے پتہ نہیں۔ مگر یہ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو نکا دیکھا۔ یا اس شخص کو دیکھا کہ جس نے امام صاحب کو رہنہ دیکھا تھا۔ صرف ان کی مخصوص شہرگاہ پر کھڑا تھا۔ اور ران وغیرہ ننگے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو ران ان اعضاء میں شامل نہیں جن کا پردہ لازم ہے۔

مسئلہ

قبل اور دبر کا پردہ ہاتھ رکھنے سے ہو جاتا ہے

چاہے اپنا ہاتھ ہو یا اپنی بیوی کا

تحریر الوسید

وَالْعَوْرَةُ فِي الْمَرْأَةِ هَلُمْنَا الْقَبْلُ وَالذُّبُرَ - وَفِي
الرَّجُلِ هُمَامَعَ الْبَيْضَتَيْنِ وَلَيْسَ مِنْهُمَا فَخْذَانِ
وَلَا الْيَتَانِ وَلَا الْعَانَةُ وَلَا الْعِجَانُ نَعْمُ فِي
الشَّعْرِ الْمَتَابِ اطْرَافَ الْعَوْرَةِ الْأَحْوَطَا لَا جَنْبَا
الْأَجْتِمَابُ نَاطِرًا وَمَنْظُورًا وَيَسْتَحِبُّ
سِتْرُ السُّرَّةِ وَالْبُرْكَهَ وَمَا بَيْنَهُمَا
يَكْفِي السُّرَّةَ بِكُلِّ مَا لَيْسَتْ وَلَوْ بِيَدِهِ أَوْ

یَدِ زَوْجَتِهِ مَشْدًا

(تحریر اوسید ص ۱۵ جلد اول فصل

فی احکام التخلی مطبوعہ تہران،

طبع جدید)

ترجمہ:

عورت کو جن اعضاء کا پردہ کرنا چاہیے وہ دو ہیں۔ ایک قبل اور دوسرا دُبر۔ اور مرد کے لیے ان دونوں کے علاوہ دونوں گولیاں بھی پردہ ہیں۔ ان دونوں اعضاء کے علاوہ ان، چوتڑ، زین ناف جگہ پردہ میں شامل نہیں ہیں۔ ہاں وہ بال جو شرمگاہ کے ارد گرد اُگے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں اقیطاط یہی ہے۔ کہ دیکھنے اور دکھانے والا اسے نہ دیکھیں۔ (اگرچہ اعضاء پردہ میں شامل نہیں) اور ناف کا پردہ کرنا اور گھٹنے کا پردہ کرنا بہتر ہے۔ اور ان دونوں کے درمیانی حصہ کا پردہ مستحب ہی ہے۔ جن اعضاء کا پردہ (قبل اور دُبر) ضروری ہے۔ وہ ان پر اپنا ہاتھ یا اپنی بیوی کا ہاتھ رکھنے سے پورا ہو جاتا ہے۔

نوٹ:

تحریر اوسید انقلاب ایران کے رہنما اور اہل تشیع امام وقت روح الشرفین کی تفسیر ہے۔ جس کا احترام و عظمت ہر شیعہ پر لازم ہے۔

تبصرہ:

قارئین کرام: اعضاء پردہ کے بارے میں آپ نے حواہات ملاحظہ

کیے۔ اول تو اہل تشیع کے نزدیک پردہ صرف دو عضو کا ہے۔ اور وہ بھی ایک خود بخود پردے میں ہے۔ اس لیے اُسے چھپانے کی ضرورت ہی نہیں اور دوسرا تناسل ہے کہ جس پر اپنا ہاتھ رکھ لیا جائے یا اپنی بیوی کا پردہ ہو گیا۔ اگر پردہ کا فلسفہ اور سبب قدرت دیکھا جائے۔ تو یہی بات سامنے آتی ہے۔ کہ پردہ اس لیے ضروری ہے۔ کہ اس سے ضروری حیاء قائم رہے۔ اور خواہشات نفسانیہ کے بھڑکنے اور انگیخت کا مسئلہ حل ہو۔ ران، ناف، کا زریں حصہ، دونوں چوڑا اور آلہ تناسل کے دائیں بائیں یہ سب وہ عضو ہیں۔ جو منبع شہوت ہیں۔ پھر عورت کا سینہ بھی ان کے نزدیک پردہ کا عضو نہیں گویا ان کے نزدیک شہوت اور خواہشات نفسانیہ کے ابھرنے کے تمام مواقع کھلے چھوڑے گئے۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر کہیے۔ کون عقل مندیہ گوارا کرے گا۔ کہ اس کی بیٹی بیوی، ماں، بہن وغیرہ صرف تن قبل پر ہاتھ رکھ باہر نہ ہی گھر میں ہی پھرے؟ نقہ جعفریہ کی علت غائیہ ہی نفس پرستی اور متغہ کے مواقع پیدا کرنا ہے۔ یہی ایک ممتاز عبادت ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے دنیا میں زنا کا وجود ہی نہیں رہے گا۔ بلکہ زنا کا نام متعین جائے گا۔ پردے کے ان احکام میں کس قدر بے حیائی ہے۔ یہاں تک لکھا ہے۔ کہ یہودی مرد عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا اس قدر سمجھنا چاہیے جیسا کہ کوئی گائے بھینس کی پیشاب کی جگہ دیکھ رہا ہے۔ ان کے مذہب میں بے حیائی کی کھلی چھٹی ہے۔ حاشا وکلاء ائمہ اہل بیت پردہ کے اعضاء کے بارے میں یہ کچھ کہیں۔ اور پھر خود بھی ایسا ہی کریں۔ یہ سب ان پر بہتان ہیں۔ پچھلے حوالہ بات میں آپ نے آئینہ تناسل پر ہاتھ رکھنے سے پردہ ہو جانا پڑھا۔ لیجئے امام جعفر صادق نے اہل تشیع کے بقول اُس پر چونا لگا کر پردہ کا کام لیا تھا۔

مسئلہ ۵

شمر گاہ پر چونا لپ یا جائے تو پردہ ہو
جاتا ہے

من لایحضره الفقہ:

وَكَانَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُطْلَى فِي الْحَمَامِ
فَإِذَا بَلَغَ مَوْضِعَ الْعَوَّةِ قَالَ لِلَّذِي يُطْلَى نَحْ ثَمَرِ طَلِي
مَوْذِئِكَ الْمَوْضِعِ وَمَنْ أَطْلَى فَلَا بَأْسَ أَنْ يُطْلَى الْبِسْرُ عَنْهُ
لِأَنَّ الثَّوْبَةَ يَثْرُ.

(۱- وسائل الشیعہ ص ۸۷۸ کتاب الطہارۃ

جلد اول،

(۲- فروع کافی جلد ششم ص ۲۰۲ کتاب الزنی

والجمل)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں چونے کا لپ کیا کرتے تھے
پھر جب ستر کی جگہ پہنچتے۔ تو اس شخص سے فرماتے جواب کا چونا لپ کرنے
والا ہوتا۔ ایک طرف ہر جاؤ۔ پھر خود اس مخصوص جگہ پر لپ کر لیتے۔

اور فرماتے: کہ جو شخص چوڑے کا لپ کرنا چاہے۔ تو اسے شرمگاہ سے کپڑا اٹا کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ چوڑا بھی پردہ کا کام دیتا ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الرَّافِعِيِّ فِي حَدِيثِهِ أَنَّهُ دَخَلَ حَتَمًا
بِالْمَدِينَةِ فَأَخْبَرَهُ صَاحِبُ الْحَمَامِ أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَدْخُلُهُ فَيَبْدَأُ يُنْطَلِقُ عَائِنَتَهُ
وَمَا يَلِيهَا شَرَّ يَلْفُ إِزَارَةٍ عَلَى أَطْرَافِ إِحْلِيلِهِ
وَيَدْعُو فِي قَائِلِهِ سَائِرَ بَدَنِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَوْمًا
مَنْ الْيَوْمِ إِنَّ الَّذِي تَكْرَهُ أَنْ أَرَاهُ قَدْ رَأَيْتُهُ
قَالَ كَلَّا إِنَّ التَّوْرَةَ سُنَّتُهُ وَمَسْرَرُهُ:

(۱- وسائل الشیعہ صفحہ نمبر ۲۷۱)

(کتاب الطہارت)

(۲- فدوی کافی جلد ۶ ص ۲۹۷)

(کتاب الزی والتجمل)

ترجمہ:

عبد اللہ الرافعی کہتا ہے۔ کہ میں مدینہ منورہ کے ایک حمام میں گیا۔ مجھے
حمام کے مالک نے بتلایا۔ کہ امام باقر رضی اللہ عنہ بھی یہاں آیا کرتے ہیں۔
آپ سب سے پہلے اپنی ناف کے نیچے والے بالوں وغیرہ پر
چوڑے کا لپ کرتے۔ پھر ایک کپڑا اپنے اذنیوں پر لپیٹ کر مجھے
بلاتے۔ میں ان کے بقیہ جسم پر لپ کرتا۔ ایک دن میں نے عرض کیا

وہ خاص عضو جس کو آپ مجھے دکھانا پسند نہیں فرماتے۔ میں نے تو اُسے یقیناً دیکھ لیا ہے۔ فرمانے لگے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چونے نے اُن کو چھپا رکھا ہے۔ اور چوننا بھی پردہ کا کام دے دیتا ہے۔

وسائل الشیعہ

إِنَّ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقُولُ مَنْ كَانَتْ
يَوْمًا مِنْ يَدَيْهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدْخُلُ
الْحَقَّامَ إِلَّا يَمِيزُ فَقَالَ فَتَدَخَّلَ ذَاتَ يَوْمٍ
الْحَقَّامَ فَتَنَوْا فَلَمَّا أَطْبَقَتِ الثَّوْرَةُ عَلَى
بَدَنِهِ أَلْقَى الْمِيزَ فَقَالَ لَهُ مُوَلَّى لَهُ يَا بَنِي
أَنْتَ وَأُخِي إِنَّكَ لَتَوْضِيئَانَا بِالْمِيزِ وَلَزُومِهِ
وَلَعَدَّ الْقَيْتَةَ عَلَى نَفْسِكَ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ
أَنَّ الثَّوْرَةَ قَدْ أَطْبَقَتِ الْعَوْرَةَ

(۱۔ وسائل الشیعہ ص ۸، ۴ کتاب الطہارۃ

جلد اول)

(۲۔ فروغ کافی جلد ششم صفحہ نمبر ۵۰۶

کتاب الزی والتجمل)

ترجمہ :

امام باقر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ اور تیاست کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ تہبند کے بغیر حمام میں داخل نہ ہو۔ راوی کہتا ہے کہ ایک دن امام باقر رضی اللہ عنہ حمام میں تشریف لے گئے۔ اور چوننا لکایا

تو اپنا تہبند اتار پھینکا۔ یہ دیکھ کر ان کے ایک غلام نے عرض کیا۔ میرے مالِ باپ قربان! آپ ہمیں تہبند کے بارے میں وصیت فرماتے ہیں۔ اور اس کی پابندی کی تاکید کرتے ہیں۔ اور خود آپ نے اپنے جسم سے اتار پھینکا ہے؟ فرمایا تہیں پتہ نہیں۔ کہ چونے نے شرمگاہ کو ڈھانپ لیا ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ حَنَّانِ بْنِ سَدِيرٍ عَنْ أَبِيهِ فِي حَدِيثٍ أَنَّهُ
دَخَلَ فَنَازِلًا فِيهِ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ وَمَعَهُ
ابْنَةُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَرَوَاهُ الصَّدُوقُ بِإِسْنَادِهِ عَنْ حَنَّانِ بْنِ مَدِيرٍ
ثُمَّ قَالَ فِي هَذَا الْخَبَرِ إِطْلَاقٌ لِلْإِمَامِ أَنَّهُ
يَدْخُلُ وَلَدَهُ مَعَهُ الْحَقَّامَ دُونَ مَنْ لَيْسَ
بِإِمَامٍ لِأَنَّ الْإِمَامَ مَعْصُومٌ فِي صَنْعِهِ وَ
كِبَرِهِ لَا يَقَعُ مِنْهُ التَّنْظَرُ إِلَى الْعَوْرَةِ فِي
حَقَّامٍ وَلَا فِي غَيْرِهِ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول صفحہ نمبر ۳۸۰)
کتاب الطہارۃ باب اجزاء ستر العورت
بالنورۃ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حنان بن سدید اپنے والد سے روایت کرتا ہے۔ کہ جب میں حمام میں

داخل ہوا۔ تو میں نے اچانک دیکھا۔ کہ حمام میں امام زین العابدین اور ان کے فرزند امام باقر رضی اللہ عنہما موجود ہیں۔ صدوق نے اپنی اسناد کے ساتھ اس کو روایت کیا۔ پھر لکھا۔ کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام وقت کو اس امر کی اجازت ہے۔ کہ وہ اپنے ساتھ حمام میں اپنے بچے کو لے جائے۔ لیکن کوئی دوسرا اندر نہیں جاسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام چھوٹی عمر اور بڑی عمر دونوں میں محصور ہوتا ہے۔ اس لیے اُس سے یہ توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ حمام یا کسی اور جگہ شرمگاہ کی طرف دیکھے گا۔

ملحہ فکریہ

قارئین کرام! اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے ہم نے چند حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ جن میں ان کے ہاں پردہ اور اس کے اعضاء کی تصریح ملتی ہے۔ پردہ ان کے ہاں برائے نام ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر اعضاء پردہ پر چونا لگا ہو یا اپنا ہاتھ رکھا ہو یا اپنی بیوی کا ہاتھ رکھا ہو۔ تو پردہ کی آیات و احادیث پر عمل ہو گیا۔ ایسے میں اگر کسی کی نظر پڑ جائے۔ تو نہ دیکھنے والا گناہ گار اور نہ دکھانے والا بے شرم! ابھی امام جعفر صادق اور ان کے والد گرامی کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ انہوں نے صرف عضو مخصوص پر چونا لگا کر پردہ کر لیا تھا۔ ان کے دیگر جسم کے حصوں پر چونا لگانے والا حقیقت بیان کر رہا ہے۔ کہ جس کا پردہ کیا جا رہا ہے۔ اور جسے دیکھنے سے احتراز کی خاطر کچھ وقت کے لیے مجھے باہر بھیج دیا گیا۔ وہ تو مجھے نظرِ بابے لیکن امام صاحب پھر بھی بضد ہیں۔ کہ بے وقوف! کہتے ہو۔ کچھ اور نظر آیا ہو گا۔ اس پر تو چونا لگا ہوا ہے۔ اور وہ پردے میں چھپا بیٹھا ہے۔ بے چارہ چپ ہو گیا۔ اور اپنا کام انجام دیتا رہا۔ خدا لگتی کہیے۔ کہ حضرات اہل بیت رحم

کے پردے کا یہ عالم تھا۔ کہ صرف اذتناسل کا پردہ کنافہ وری فرماتے رہے۔ اور مذہب کا اگرچہ پردہ ہے لیکن اس کا خود بخود بند و بست کر دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ بقیہ اعضاء کا کوئی پردہ نہیں۔ حاشا وکلا۔ یہ شرم و حیاء کے پیکر اس قدر بے حیائی کی تعلیم ہرگز نہیں دے سکتے۔ یہ روایات و احادیث دراصل زراہ اور ابوبصیر ایسے خناس لوگوں کی اختراع ہیں۔ جو اپنے دور میں ائمہ کے مغرض و ملعون تھے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ ”فقہ جعفریہ“، امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کے ارشادات کا نام نہیں ہے۔ پردہ کے ان مسائل پر عمل پیرا ہو کر اگر کوئی ”مومن بھائی“ زور بڑ خود کے ہمراہ بازار میں خرید و فروخت کے لیے جائے۔ یعنی بیوی نے اپنے خاوند کے اذتناسل کو اپنا ہاتھ رکھ کر پردے میں کر لیا ہو۔ اور خاوند نے بیوی کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر اُسے نظروں سے اوجھل کر لیا ہو۔ بقیہ اعضاء کا چونکہ پردہ نہیں اس لیے سرتاپا ننگے ہو کر ذرا ادھر ادھر گھومیں پھریں۔ اگر لوگ اس عجیب کیفیت میں سب بازار دونوں میاں بیوی کو دیکھنے کے لیے جمع ہو جائیں۔ اور پوچھ بیٹھیں۔ یہ کیا ہے؟ تو انہیں صاف صاف کہہ دینا چاہیے کہ ”ہم فقہ جعفریہ“ کے بیروہیں۔ اور مسائل پردہ پر عمل کر رہے ہیں۔ اس پردہ مجمع ”فقہ جعفریہ“ کی داد دے گا۔ اور اس کی تشہیر کا بہترین موقع مل جائے گا۔

رَفَاعَتِیْزُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

فقہ حنفیہ میں وضو اور غسل کے چند مسائل

مسئلہ ۱

عورت کی دُبر میں وطی کرنے سے اس کا روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی اس پر غسل کا وجوب۔

وسائل الشیعہ

عن الحلبي قال سئل أبو عبد الله عليه السلام
عن الرجل يصيب المرأة فيمادون الفرج أعلیها
الغسل إن موانزل ولم تنزل هو؟ قال ليس
عليها الغسل وإن لم ينزل موفليس عليه
الغسل

(۱- وسائل الشیعہ جلد اول ص ۲۸۱)

(۲- تہذیب الاحکام جلد اول ص ۱۲۹)

(۳- استبصار جلد ۱ ص ۱۱۲ مطبوعات تہران جامع جدید)

ترجمہ:

طبی بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے مرد کے بارے میں پوچھا گیا جو عورت کی شرمگاہ کے علاوہ کسی اور جگہ (دُبر میں) خواہش نفس پوری کرتا ہے۔ کیا اس پر غسل لازم ہوگا۔ اگر مرد کو انزال ہو جائے۔ اور عورت کو انزال نہ ہو؟ فرمایا۔ اس عورت پر غسل لازم نہیں۔ اور اگر مرد کو بھی انزال نہ ہوا ہو تو اس پر بھی غسل واجب نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ:

عن احمد بن محمد عن بعض الکوفیین یرفعہ
إلی اخی عبداً لله علیہ السلام فی الرّجل
یا فی المرأة فی دبر ما وہی صائتہ قال لا
ینقض صومہا وکیس حکمتھا غسل

وسائل الشیعہ جلد ۱

ص ۴۸۱ / ابواب الجنابة۔

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کچھ کوئی لوگ یہ حدیث مروفاً بیان کرتے ہیں۔ کہ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ اس کی دُبر میں خواہش نفس پوری کرتا ہے۔ اور عورت مذکورہ حالتِ روزہ میں ہو تو۔ اس عورت کا نہ روزہ ٹوٹتا ہے۔ اور نہ اس پر غسل لازم آتا ہے۔

المبسوط:

فَإِمَّا إِذَا دَخَلَ ذَكَرُهُ فِي دُبُرِ الْمَذْأَرَةِ أَوْ الْغَلَامِ
فَلَا صُحَابًا فِيهِ رِوَايَتَانِ أَحَدَاهُمَا يَحِبُّ
الْغُسْلُ عَلَيْهِمَا وَالْثَّانِيهِ لَا يَحِبُّ عَلَيْهِمَا
فَإِنْ أَنْزَلَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ
يَمُكِّنُ إِلَّا نَزَلَ فَإِمَّا إِذَا دَخَلَ ذَكَرُهُ فِي قُدْرَجٍ
بِهَيْئَةٍ أَوْ حَيَوَانٍ أَمَرَ فَلَا نَصَّ فِيهِ فَيَنْبَغِي
أَنْ يَكُونَ الْمَذْهَبُ إِلَّا يَتَعَلَّقَ بِهِ الْغُسْلُ لِعَدَمِ
الدَّلِيلِ الشَّرْعِيِّ عَلَيْهِ وَالْأَصْلُ بَرَاءَةُ
الدَّوْمَةِ.

(المبسوط جلد اول، ۲۷ کتاب الطہارت)

فصل فی ذکر غسل الجنابة الخ)

ترجمہ:

جب کوئی مرد اپنا آلات تناسل محرت یا لڑکے کی دُبُر میں داخل کرتا ہے
تو ہمارے اصحاب سے اس بارے میں دو روایتیں ہیں پہلی یہ
کہ ان دونوں پر غسل واجب ہے۔ اور دوسری یہ کہ ان میں سے کسی پر
بھی واجب نہیں ہے۔ پھر اگر ان میں سے کسی کو انزال ہو گیا۔
تو اس انزال کی وجہ سے اس پر غسل لازم ہو گا۔ اور اگر کسی نے بان
چر پانے یا کسی آدمی ان کی شہوانہ میں آلات تناسل داخل کیا۔ تو
اس بارے میں کوئی دو فک مسند نہیں ہے۔ پس ہمارا مذہب یہ

ہونا چاہیئے کہ اس طریقہ پر غسل لازم نہ ہو۔ کیونکہ تحریر غسل کے لیے کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ اور اصل یہ ہے۔ کہ دلیل شرعی کے بغیر ہر شخص کو بری الذمہ قرار دیا جائے۔

تبصرہ:

فقہ جعفریہ، اپنے ماننے والوں کی بڑی ہمدرد ہے۔ اور بہت سے اڑے اوقات میں کام آتی ہے۔ دیکھئے ناموسم ہو سردی کا، خواہش نفس ہو زوروں پر اور پانی گرم کرنے یا ٹپنے کی توقع بھی نہ ہو۔ تو ایسے میں ہم خراؤں عم ثواب، کے مصداق اپنی زوجہ محترمہ سے اٹھا ہونے کو کہیں۔ اور اگر بہانہ بنا لئے کہ میں روزہ سے ہوں۔ تو پہلے سے ”وسائل الشیخہ“ کا نسخہ ہاتھ میں تھام لیں۔ فوراً امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی حدیث پڑھ کر سنائیں۔ اور اس سے کہیں۔ کہ اے خوش بخت! امام کی نافرمان ہو کر جہنم میں جانا چاہتی ہو۔ پس دو تعارض چھوڑ دے گی۔ اور پھر تم اس پر وار کرنے کے لیے کپڑے اتار پھینکو اور نینقان کر اس پر حملہ آور ہو جاؤ۔ جب سب کچھ کر کے فارغ ہو جاؤ۔ تو غسل نہ روزہ ٹوٹنے کا خطرہ۔ بتلائیے کتنی مہربان ہے آپ پر فقہ جعفریہ۔ اور اگر کسی وقت بیوی بے چاری ہاتھ نہ لگے۔ تو بے زبان چار ٹانگوں والی مخلوق اس اڑے وقت میں مشکل کشائی، کر دے گی۔ اس کے بعد ”بری الذمہ“ ہونے کی سند تمہارے پاس ہے ہی۔ قارئین کرام! یہ مسائل اور امام باقر و جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی شخصیات، کیا کوئی صاحب ایمان یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ مسائل ان ائمہ اہل بیت کی خدمت میں سے ہیں۔ جن پر طہارت ناز کرتی ہے، ہمیں پھر یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان باکیز شخصیات کو بدنام کرنے کی ایک گھناؤنی یہودی سازش ہے۔ اللہ تعالیٰ حق پہنچانے اور اسے قبول کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ آمین

مسئلہ ۲

اڑنے والے تمام جانوروں کی بیٹ پاک ہے

نیز حلال جانوروں اور چوپایوں کا گوشت پاک ہے

الفقہ علی المذہب الخمسہ

وَقَالَ الْإِمَامُ عَنِ فَضْلَاتِ الطُّيُورِ الْمَاكُولَةِ كُلِّهَا
وَعَنِ الْمَاكُولَةِ طَاهِرَةً وَكَذَا كُلُّ حَيَوَانٍ
لَيْسَ لَهُ دَمٌ سَائِلٌ مَّاكُولًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مَّاكُولٍ
أَمَّا مَالُهُ نَفْسٌ سَائِلَةٌ فَإِنْ كَانَ مَّاكُولًا كَالِدَبِّ
وَالْفَعْرِ فَفَضْلَتُهُ طَاهِرَةٌ وَإِنْ كَانَ غَيْرَ
مَّاكُولٍ فَالْفَعْرِ كَالذَّبِّ وَالسَّبْعِ فَفَضْلَتُهُ وَكُلُّ
مَا يَشْكُ يَأْتِي مَّاكُولًا أَوْ غَيْرَ مَّاكُولٍ
فَفَضْلَتُهُ طَاهِرَةٌ وَقَالَ الْحَنَفِيُّ فَضْلَتُ

الْحَيَوَانِ غَيْرِ الطَّائِرِ كَالْإِيلِ وَالْفَنَمِ
نَجَسَةٌ أَمْثَا الطَّائِرُ فَإِنْ كَانَ
يَذُوقُ الْمَوَاءَ كَالْحَمَامِ وَالْعُصْفُورِ قَطَاةً
وَأِنْ كَانَ يَذُوقُ فِي الْأَرْضِ كَالذُّبَابِ
وَالْإِوَرَةِ فَنَجَسَةٌ.

(الفقہ علی المذاهب الخمسة صفحہ ۲۵)

(مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اہل تشیع کہتے ہیں۔ کہ تمام پرندوں کی بیٹ چاہے وہ حلال ہوں
یا حرام، پاک ہے۔ اسی طرح ہر وہ ذی روح کہ جس میں بہنے والا خون
نہیں وہ بھی چاہے حلال ہو چاہے حرام اس کی بیٹ پاک ہے
لیکن جن میں بہنے والا خون ہے۔ پھر اگر ان کا گوشت کھایا جاتا ہے
یعنی وہ حلال ہیں۔ جیسا کہ اونٹ، بھیریاں، بھیریاں وغیرہ تو ان کا بول و براز
پاک ہے۔ اور وہ جانور جس میں بہنے والا خون ہو۔ اور اس کے باسے میں
حلال و حرام ہونے کا شک ہو۔ تو اس کے فضلات ظاہر ہیں۔ احتیاطاً
کا مسک یہ ہے۔ کہ پرندوں کو چھوڑ کر دوسرے حیوانات کا بول و براز
نجس سے۔ بہر حال پرندے اگر ہوا میں اڑتے اڑتے بیٹ کسے
واسے ہوں۔ جیسا کہ کبوتر اور چڑیا تو ان کی بیٹ ظاہر ہے۔ اور اگر
زمین پر بیٹھ کر یا چل کر بیٹ کرتے ہوں جیسا کہ مرغ اور بطخ تو ان کی
بیٹ نجس ہے۔

مسئلہ ۳

سجدہ تلاوت کے لیے وضو کی ضرورت
_____ نہیں ہے۔ _____

الفقہ علی المذاہب الخمسة:

سُجُّودُ التَّلَاوَةِ وَ الشُّكْرِ تَجِبُ لَهَا الطَّهَارَةُ
عِنْدَ الْأَرْبَعِ وَ يَسْتَحِبُّ عِنْدَ الْأَمَامِيَّةِ
(الفقہ علی المذاہب الخمسة ص ۳۳)

ترجمہ:

سجدہ تلاوت اور شکر ادا کرنے کے لیے با وضو ہونا چاروں ائمہ
کے نزدیک واجب ہے۔ لیکن شیعوں کے نزدیک بہتر ہے۔

لمنفکریہ:

قارئین کرام! سجدہ تلاوت ایک متعدد عبادت ہے۔ اس کے ذریعہ

اُدھی اندر کے حضور انتہائی عجز و انکساری کا اظہار کرتا ہے۔ اسی لیے اس کے لیے طہارت کا ہونا شرط قرار دیا گیا ہے۔ لیکن فقہ جعفریہ میں اس کے لیے طہارت کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ آیت سجدہ پڑھنے اور سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ جب پڑھنے والا آیات سجدہ میں سے کسی کی تلاوت کرتا ہے۔ تو اس پر اس کی ادائیگی لازمی ہو جاتی ہے۔ اور فوراً کرے گا۔ تو اس سے پہلے تلاوت کر رہا ہو گا۔ اب اگر سجدہ تلاوت کے لیے طہارت کی شرط نہ لگائی جائے۔ تو اس سے لازم آئے گا کہ سجدہ تلاوت بغیر وضو جائز ہے۔ حالانکہ سجدہ تلاوت مخصوص جمادات ہے جو بغیر وضو ادا نہیں ہو سکتی۔

فقہ جعفریہ میں حالتِ پاخانہ میں آیت الکرسی پڑھنا جائز ہے

المبسوط:

وَلَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ عَلَىٰ حَالِ الْغَائِطِ إِلَّا آيَةَ الْكَرْسِيِّ.

(المبسوط جلد ۱، کتاب الطہارت ص ۱۸)

ترجمہ:

پاخانہ کرتے وقت آیت الکرسی کے سوا قرآن کی تلاوت نہ کی جائے

وسائل الشیعہ:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَقُطِيبٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي الْحَائِمِ وَأَنْعَىٰ قُبُحِهِ؟ قَالَ لَا نَاسَ.

(وسائل الشیعہ ص ۴۷ کتاب الصلوات)

ترجمہ:

علی بن یقین کہتا ہے۔ میں نے امام ابو الحسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا میں حمام میں قرآن پڑھ سکتا ہوں۔ اور نکاح کر سکتا ہوں؟ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔

تبصرہ:

مذکورہ دو حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک تلاوت قرآن کے لیے دو جگہ کا صاف ستھرا اور پاک ہونا ضروری ہے۔ اور نہ ہی تلاوت کرنے والے کا پاک ہونا اور کپڑے پہنے ہوئے ہونا ضروری ہے۔ ”المبسوط“ میں آیۃ الکرسی کو چھوڑ کر باخاند کرنے کی حالت میں بقیہ قرآن کریم میں سے کچھ پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس فرق کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ آیت الکرسی اس قرآن میں نہ ہو۔ جو امام قائم غار میں لیے بیٹھے ہیں۔ اور یہ صرف حضرت عثمان غنی کے جمع کردہ قرآن ہی کی مخصوص آیت ہو۔ ورنہ آیت الکرسی قرآن کریم کی ایک مستقل آیت ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو باقی قرآن کریم کا ہے۔ آپ غور فرمائیں۔ پانچاں اور غسل کرتے وقت آدمی بے پردہ ہوتا ہے۔ اور فرشتے (کراما کا تبین) بھی اس سے وقتی طور پر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں کوئی وظیفہ یا آیت قرآنیہ کی تلاوت کی اجازت دے کر ”فقہ جعفریہ“ نے تمغہ حیرات حاصل نہیں کیا۔؟ ایک طرف یہ بے حیائی اور دوسری طرف امام ائمہ اہل بیت۔۔۔ یدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نظر سے گزرتا ہے۔ کہ ”علی قرآن کے ساتھ قرآن علی کے ساتھ ہے۔“ تو سخت حیرانی ہوتی ہے۔ کہ یہ نام نہاد محبان علی قرآن کریم کو حمام میں پڑھنے کی اجازت دے رہے ہیں حقیقت یہ ہے۔

کہ ایسی باتیں اور ایسی رعایتیں اسرائیل بیت ہرگز نہیں دے سکتے۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ سب روایات ان کے دشمنوں کی ایجاد ہیں۔ اور بدنام امام کو کیا جا رہا ہے۔ اسی پر ظالموں نے بس نہ کی۔ بلکہ دو چار قدم اور چھلانگ لگائی۔ اور رہی یہی کسر بھی پوری کر دی۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

عَنْ زُرَّارَةَ وَمُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ الْحَائِضُ وَالْجُنُبُ يَتَمَرَّ
شَيْئًا قَالَ نَعَمْ مَا شَاءَ

(۱۔ وسائل الشیعہ کتاب الطہارت

جلد اول ص ۲۲۰)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد اول ص ۱۲۹)

تذکرہ حکم الجنابت الخ)

ترجمہ:

زرارہ اور محمد بن مسلم دونوں امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے حیض والی عورت اور جنبی شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں۔ جو چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَمِيرَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُهُ

أَكْثَرَ النَّفْسَاءِ وَالْحَائِضُ وَالْجُنُبُ وَالرَّجُلُ يَتَغَوَّطُ
الْقُرْآنَ ۖ قَالَ يَثْرُجُنَ مَا شَاءُوا ۝

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد اول ص ۲۲۱)

(الباب احکام الخلوۃ)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد اول ص ۱۲۸)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جب عبید اللہ بن علی علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا حیض و نفاس والی عورتیں، جنبی اور ٹیٹی کرنے والا ان حالات میں ہوتے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہیں؟ فرمایا جو چاہیں پڑھیں۔ (کوئی منع نہیں ہے۔)

تہذیب الاحکام

عن الفضیل بن یسار عن ابی جعفر علیہ السلام
قَالَ لَا بَأْسَ أَنْ تَتَلَوُا الْحَائِضُ وَالْجُنُبُ الْقُرْآنَ ۝

(تہذیب الاحکام جلد اول ص ۱۲۸)

تذکرہ حکم الجنابة وصفة

الطهارة منها مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

فضیل بن یسار کہتا ہے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حیض و نفاس والی عورت اور جنبی آدمی کے قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تبصرہ:

ان حوالہ جات سے حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں جو چاہیں قرآن کریم پڑھیں کھلی چھٹی مل گئی ہے۔ گزشتہ حوالہ میں پاخانہ کرنے کی حالت میں صرف آیۃ الکرسی کا ذکر تھا ”وسائل الشیعہ“ میں بات واضح کر دی گئی۔ کہ صرف آیۃ الکرسی ہی نہیں۔ بلکہ پورے قرآن میں سے جو مرضی ہو پڑھنا جائز ہے حیض ایسی بیماری ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے بوجہ عدم طہارت عورت پر نماز معاف کر دی۔ روزہ معطل کر دیا۔ اور اسی طرح نفاس بھی پلیدی کا دور ہے۔ اور جنابت بھی از روئے قرآن ناپاکی ہے۔ یعنی جسم انسانی (مرد و عورت) کی ناپاکی کی جو بھی صورت ہو سکتی ہے۔ اور بے پردگی کی جو بھی صورت بن سکتی ہے۔ ان تمام میں اہل تشیع کے نزدیک قرآن کریم کی تلاوت کرنا جائز ہے۔ کوئی بھی معتقد ان مسائل کو دیکھ کر یہی کہہ سکتا ہے کہ ان حالات و اوقات میں تلاوت کرنے والا دراصل قرآن کریم کی توہین کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن اہل تشیع کو شائد یہ دیکھ ہے۔ کہ

یہ قرآن جس کے (ان حالات میں) پڑھنے کی بات ہو رہی ہے۔ وہ قرآن نہیں۔ جو اصلی اور غیر محرف ہے۔ اس تحریف شدہ نامکمل قرآن کو پڑھنے سے کیا خرابی ہو سکتی ہے۔ جبکہ یہ قرآن ہے ہی نہیں۔ لیکن یہ بہانہ محض بہانہ ہے۔ کیونکہ ان حوالہ جات میں کہیں بھی ”محرف قرآن“ کو ان حالات میں پڑھنے کی بات نہیں۔ (اگرچہ موجود قرآن ہی کو واقعی محرف مانتے کہتے اور لکھتے ہیں) لہذا معلوم ہوا کہ ان مسائل کے ذریعہ اہل تشیع نے قرآن کریم کی سخت توہین کی ہے۔ اور پھر کمال ڈھٹائی سے ان باتوں کا انتساب امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی طرف کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ اندام اہل بیت ان مجاسات سے مبرا اور منزہ ہیں۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ ایسی بے حیا روایات ان بے حیاؤں کی اختراع ہیں۔ جن پر ان اماموں نے پھٹکار کی ہے۔ لہذا ”فقہ جعفریہ“ ان ائمہ کی نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کی ایجاد ہے۔

رَفَاعَتُّہُمْ وَاٰیَا اَوْلٰی الْاَبْصَارِ

مسئلہ ۴

خون اور پیپ وغیرہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

الفقہ علی المذاہب الخمسہ

الْخَارِجُ مِنَ الْبَدَنِ غَيْرَ السَّيْلَيْنِ كَمَا لَدَّمُ وَالْقَيْحُ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ عِنْدَ الْإِمَامِيَّةِ۔

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ ص ۱۸)

ترجمہ:

سبیلین دُور اور زکرا کے سوا جسم سے کوئی چیز نکلے۔ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جیسا کہ خون پیپ وغیرہ۔ یہ اہل تشیع کا مسلک ہے۔

لمفکرت:

خون اور پیپ کے متعلق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ائمہ اہل بیت

اور ائمہ اہل سنت سے یہ منقول ہے کہ جب یہ دونوں جسم سے نکل کر بہ نکلیں تو ان سے وضو جاتا رہتا ہے لیکن ”فقہ جعفریہ“ میں ان کو ناقض وضو شمار نہیں کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اہل بیت کچھ اور فرماتے ہیں۔ اور فقہ جعفریہ کچھ اور کہتی ہے ہے۔ ہم مندرجہ ذیل حواہجات سے اپنے دعوے پر دلیل پیش کرتے ہیں۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

الہدایہ

النَّاقِضَةُ لِلْوُضُوءِ كُلُّ مَا يَخْرُجُ مِنَ السَّبِيلَيْنِ
وَالدَّمَ وَالْعَيْحُ إِذَا خَرَجَا مِنَ الْبَدَنِ فَتَجَاوَزَا إِلَى
مَوْضِعٍ يُلْحِقُهُ حُكْمُ التَّطَهُّيرِ وَالْقَيْحُ مَلُؤُ الْفَرْجِ
يَقُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ
وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ قَاءَ أَوْ رَعَفَ فِي صَلَاتِهِ
فَلْيَنْصَرِفْ وَلْيَسَوِّدْ وَلْيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ مَا لَمْ
يَتَكَكَّمْ۔

دہارہ اولین فصل فی نواقض الوضوء ص ۸

مطبوعہ قرآن کینی کراچی

ترجمہ:

ہر وہ چیز جو سبیلین سے نکلے وضو کو توڑ دیتی ہے۔ اور خون و عیہ جب جسم سے نکل کر ایسی جگہ کی طرف پھیل جائیں جسے پاک رہنے کا حکم کسی نہ کسی صورت میں ادیا جاتا ہے۔ یہ بھی وضو کو توڑ دیتے ہیں۔ اور منہ بھر کر کئے بھی ناقض وضو ہے۔ دلیل یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر پہنے والے خون سے رجسب وہ جسم سے نکل کر ہڈی تک (وضو کرنا لازم ہو جاتا ہے۔) جب کوئی شخص طہارت والی عبادت کرنا چاہیے اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس نے تہ کی یا اس کی دوران نماز تکبیر پھوٹ گئی۔ تو وہ نماز وہیں چھوڑ کر وضو کرنے چلا جائے۔ اور واپس آکر پہلی نماز سے (اگے) رہی ہوئی نماز شروع کر دے جبکہ اس دوران اس نے گفت گو نہ کی ہو۔

وسائل الشیعہ

عن ابی عبیدۃ الخزاز عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
قَالَ الرُّعَاةُ وَالْقَتِيُّ وَالتَّخْلِيلُ يَسِيلُ الدَّمَ اِنْ
اسْتَحَرَّمْتَ شَيْئًا يَنْقُضُ الوُضُوْعَ اِنْ لَمْ تَسْكُرْهُ
لَمْ يَنْقُضِ الوُضُوْعَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۸۷)

(کتاب الطہارت)

ترجمہ:

ابو عبیدہ خزاز حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا نہ تکبیر رتے اور فاتحوں کا غلغلہ کہ جس سے خون نکل آئے ان میں سے کسی کو اگر تو اچھا نہ سمجھے تو وہ وضو توڑ دے گی۔ اور اگر تجھے کراہت نہ آئے۔ تو پھر وضو نہیں ٹوٹے گا۔

محرر:

”ہدایہ“ کی عبارت میں اہل سنت کا مسلک بیان ہوا ہے۔ اور اس پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو احادیث صاحب ہدایہ نے بطور دلیل پیش کیں۔ اسی طرح وسائل الشیعہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی خون اور قے کے تسلیٰ یہی فرمایا۔ کہ ناقض وضو میں۔ باب ”دفعہ جعفریہ“ کی دورنگی کا کیا ہے گا؟ ایک جگہ ان دونوں کو غیر ناقض وضو اور دوسری جگہ ناقض وضو کہا گیا ہے۔ وسائل الشیعہ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا صریح قول ہے۔ جو ان دونوں کو غیر ناقض بتاتا ہے۔ اس لیے اگر ”دفعہ جعفریہ“ امام جعفر صادق کے اقوال و ارشادات کا مجموعہ ہوتی۔ تو اس میں یہ دورنگی نظر نہ آتی۔ اس لیے یہ نام کے اعتبار سے تو ان کی طرف منسوب ہے۔ لیکن مسائل اس کے کسی اور نے گھر کر درج کیے ہیں۔

ایک فریب اور اس کا ازالہ:

اہل تشیع کے سامنے جب وسائل الشیعہ کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں۔

وسائل الشیعہ:

أَقُولُ حَمَلَهَا الشَّيْخُ عَلَيَّ التَّقِيَّةَ لِمَوَافَقَتِهَا
لِلْعَامَّةِ۔

(وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۸۷)

(کتاب الطہارت)

ترجمہ:

یعنی یہ روایت تقیہ پر محمول ہے۔ تاکہ اس طرح عام دینیوں (لوگوں) سے موافقت ہو سکے۔

اس فریب کا جواب یہ ہے۔ کہ اسے تقیہ پر محمول کرنا "جھوٹ" ہے۔ اور جھوٹ بولنے والے کے بارے میں "مستہی الامال" کی عبارت کے مطابق یہ فتویٰ ہے۔ کہ اس نے حقیقی ماں سے ستر مزید زنا کیا۔ بلکہ یہ گناہ کم اور جھوٹ کا زیادہ ہے۔ جھوٹ اس لیے کہ اگر روایت مذکورہ کو قائل کہا جائے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہ بات تقیہ کے طور پر یعنی ڈرتے ہوئے کہی تھی۔ تو پھر دین کے احکام کی صحت اور عدم صحت کا کون سا طریقہ باقی رہ جائے گا۔ امام صاحب دین کا مسدود بننے میں جھوٹ بول رہے ہیں۔ حالانکہ اہل تشیع کے نزدیک امام صاحب کا مقام دہ مرتبہ نبی سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔ انبیاء بھی معصوم اور ائمہ اہل بیت بھی معصوم! پھر جھوٹ بولنا کیا عصمت کو باقی رہنے دے گا۔ بیچ ابلاغہ ص ۲۷۲ خطبہ نمبر ۴۴ پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وصیت اور وہ حکم جو آپ نے حسین کریمین کو دیا تھا۔ ان ظالموں کو اس کا بھی پاس نہ رہا۔ آپ نے فرمایا تھا: "امر بالمعروف اور نہی منکر کو ہرگز نہ چھوڑنا اگر ایسا کرو گے تو شریروں کی تم پر مسلط کر دیئے جائیں گے۔ پھر تم دعا مانگو گے لیکن وہ قبول نہ ہوگی" یہ حکم اور وصیت حسین کریمین کے ذریعہ تمام ائمہ اہل بیت کے لیے ہے۔ اب اس کے ہوتے ہوئے کیسے تصور کیا جا سکتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک غلط کام کو جائز کہہ کر ہمیشہ کریں۔ اور محض سنیوں کی موافقت کی وجہ سے قرآن و سنت اور اپنے دادا جان کے حکم کی قطعاً پرواہ نہ کریں۔ ادھر جب امام جعفر صادق کے زمانہ کی طرف جہنم نکلواتے ہیں۔ تو اہل تشیع ہی اس بات کی تائید دیتے ہیں۔ کہ ان کے زمانہ میں "تقیہ" کو اٹھا کر پھینک دیا گیا تھا۔ اور ہر ادنیٰ و ادنیٰ اس غلو سے نکل کر تشیع و سنی کی تقسیم میں مشغول ہو گیا تھا۔ ایسے دور میں امام جعفر رضی اللہ عنہ "تقیہ" باز نہ ثابت کرنے کی ہمت محبت کا حق ادا کیا ہوا ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ روایت مذکورہ پر تفتیح، کافقوی بھی ایک افتراء ہے۔ جس
طرف ”فتنہ جعفریہ“ پوری کی پوری بطور افتراء امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما
کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ اس لیے خون جاری اور منہ بھر کرتے سے وضو کا ٹوٹنا
متفق علیہ ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

تھوک اور ایک دو قطروں سے

استنجاء ہو سکتا ہے

تہذیب الاحکام

عن فضیل بن صالح عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
قَالَ سَأَلْتُهٖ كَمْ يَجْزِي مِنَ الْمَاءِ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ
مِنَ الْبَوْلِ فَقَالَ بِمِثْلَيْهِ مَا عَلَي الْحَشْفَةِ مِنَ
الْبَوْلِ۔

(۱) تہذیب الاحکام جلد اول

ص ۳۵ باب فی الاحداث

(۲) وسائل الشیعہ جلد اول

صفحہ ۲۴۲

ترجمہ:

فضیل بن صالح کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سے پوچھا۔ پیشاب کرنے کے بعد استنجا کرنے کے لیے کتنا پانی کافی ہوگا؟ فرمایا اتنا جتنا ذکر کے سرے (سپاری) پر پیشاب لگے۔

تبصرہ:

پیشاب کرتے وقت چونکہ ذکر کے سوارخ سے پیشاب سیدھا باہر گرتا ہے نکلتے اور ختم ہوتے وقت ایک آدھ قطرہ ذکر کے سوارخ پر پھیل جائے۔ تو ممکن ہے اب اگر استنجا کرنا ہے۔ تو پانی کی اتنی ہی مقدار کافی ہے۔ یعنی اگر تھوڑا سا تھوک ہاتھ پر ڈال کر اترتا نسل پر لگا دیا گیا۔

یا ایک

آدھ آنسو یا پانی کا قطرہ اس پر لگا دیا گیا۔ تو مومن بھائی، کا استنجا ہو گیا۔ معلوم یہ استنجا اس طرح ہو گیا۔ ایک آدھ قطرہ پانی کا ملا۔ تو ان دونوں سے مزید جگہ ناپاک ہونے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ عقل کے اندھوں کو یہ بھی نہ پتہ چل سکا۔ کہ اس طرح تو ناپاکی بڑھ جائے گی۔ لیکن اس سے انہیں کیا نقصان؟ غافل پیشاب کے قطرے اگر پنڈلی تک پہنچ جائیں تو بھی طہارت ہی طہارت ہے۔ یہ رعایت آپ کو کسی اور فقہ میں نہ ملے گی۔

الاستبصار:

عن ابن البختری عن ابی عبد اللہ السلام فی الرجل یمسح بالیمن ثم یشترط ثلاثاً ثم یران سال حتی یمسح الساق فلا یبالی۔

(الاستبصار جلد اول ص ۴۹)

باب من قدر ما یجزی من الملمس۔

فی الاستنجا والنجس

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابن بختری روایت کرتا ہے کہ پشیا ب
 کرنے والے آدمی کے بارے میں امام صاحب نے فرمایا کہ پشیا ب کے
 بعد اسے تین مرتبہ نچوڑے۔ پھر اگر اس کے بعد پشیا ب اس کی پنڈلی
 تک کو سیراب کر دے۔ تو کوئی پرواہ نہ کرے۔ (یعنی اس سے جسم
 کی طہارت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔)

تبصرہ:

روایت بالا میں آپ نے دیکھا کہ پشیا ب کے بعد بننے والے قطرے اگر
 پنڈلی تک پہنچ جائیں۔ تو اندیشہ کی کوئی بات نہیں۔ اگر اتنی رعایت ہے۔
 تو پھر پہلے ”ارشاد“ کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ یعنی استبراء کے لیے اتنا ہی
 پانی کافی ہے۔ جتنا پشیا ب اذتناسل پر لگا ہے۔ کیونکہ اذتناسل پر لگنے والا پشیا ب
 بہر حال اس سے کم ہو گا۔ جو وہاں سے چلا اور پنڈلی تک سیراب کرتا یا اس قدر
 سیرابی والا پشیا ب معاف ہے اور استبراء کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو
 ایک قطرہ پانی کی کیا ضرورت رہے گی۔

اپنے گھر کی خبر لیجئے!

اس دور کے ایک شہسی ”حجۃ الاسلام“، غلام حسین نجفی نے اپنی تصنیف
 ”تحقیق فقہ حنفیہ“، ص ۸۵ پر لکھا ہے۔ ”اگر حنفی احباب استبراء کے لیے اذتناسل
 آخر ہر روز کھینچتے رہیں۔ تو پھر کسی علما کے استعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ امام اعظم
 کی برکت سے اذتناسل آخر عمر تک گھوڑے کے اذتناسل کے برابر ہو جائے گا۔“

احناف پر مذاق اڑاتا صرف اسی وجہ سے کہ ان کے ہاں پیشاب کے بعد تین دفعہ
استبراد کرنا ذکر کی سوراخ میں اٹکے ہوئے قطرات بول نکل آئیں۔ اگر درست ہے۔
تو پھر ایسی عبارت ہو ہو صرف دو جگہ الفاظ تبدیل کر کے اسے بھی یوں بڑھا جائے گا۔
اگر شیعوہ اجاب..... امام جعفر صادق کی برکت سے
کیونکہ تین دفعہ اہل تشیع کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی نچوڑنے کا حکم دیا ہے۔
اسی کا مزید جواب ہم دوسری جگہ ذکر کر چکے ہیں۔ قارئین کرام وہاں پڑھ کر
حقیقت حال سے بخوبی واقف ہو جائیں گے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

وضوء سے متعلقہ چند مباحث

وضو میں پاؤں کا مسح نہیں دھونا ہے

چند فروعی مسائل میں اہل تشیع کے مغالطے
اور ان کے جوابات

شیعوں کا مغالطہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ
وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

(پت ۴)

ترجمہ:

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہروں
کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو۔ اور مسح کرو۔ اپنے سروں کا اور
دھو اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک۔

✽

استدلال :

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے وضو کے چار فرائض کا ذکر فرمایا۔ لیکن جس انداز سے بیان کیا گیا۔ وہ دو مختلف انداز ہیں۔ ایک حکم دھونے کا ہے۔ اور دوسرا ”مسح کرنے“ کا ہے۔ دھونے کے حکم کے تحت دو اعضاء ذکر کیے۔ ۱۔ منہ۔ ۲۔ ہاتھ کہنیوں تک۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان دو اعضاء کے دھونے کا حکم ہے۔ دوسرا حکم مسح کرنے کا تو اس کے تحت بھی دو ہی اعضاء ذکر کیے۔ ۱۔ سر۔ ۲۔ پاؤں۔ جس سے صاف مطلب یہ ہے۔ کہ سر اور پاؤں کو دھونے کا نہیں بلکہ ان پر مسح کرنے کا حکم ہے اگر مسح کے تحت ذکر ہونے والے دوسرے عضو یعنی پاؤں کے دھونے کا حکم ہوتا تو پھر اس کا ذکر یہاں مسح کے تحت نہ ہوتا۔ بلکہ دھونے والے اعضاء میں مذکور ہوتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ قرآن پاک میں مذکور ترتیب پر عمل اسی صحت میں ہو سکتا ہے کہ پاؤں پر بھی سر کی طرح مسح کیا جائے۔ ورنہ ترتیب میں تحدید لازم آئے گی۔ لہذا اہل سنت جو پاؤں کو وضو کرتے وقت مسح کی بجائے دھو سکتے ہیں۔ یہ ترتیب قرآنی اور ترکیب نحوی دونوں کے خلاف ہے۔ اس لیے ترتیب کی رعایت اور قانون نحوی کی صحت اس طرح ہو سکتی ہے۔ کہ پاؤں پر مسح کیا جائے۔ اور یہی اہل تشیع کا معمول ہے۔

✽

شیعوں کے ترجمہ قرآن کے مطابق بھی پاؤں دھونے کا حکم ہے مسح کا نہیں

جواب اول

آیت مذکورہ کو جب ہم نے اس قرآن مجید میں دیکھا۔ جوشیعوں نے چھاپا۔ اس کا ترجمہ کیا۔ تو ایک شیعہ مترجم کے ترجمہ سے خود اس کی وضاحت ہو جائے گی۔ کہ کیا تھا اور کیا بن گیا؟

کسی شیعہ مطبع میں طبع شدہ قرآن پاک کے اس مقام و آیت میں مذکور لفظ ”وَرَجُلٌ مِّنْهُمْ“، حرف لام مفتوحہ کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ اور اسی حرکت کے ساتھ قرأت مشہورہ بھی آئی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ کیا گیا۔ ”اور دوڑ اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک“ تو اس سے بات خود بخود واضح ہو گئی۔ کہ پاؤں کے دھونے کا ہی حکم ہے۔ اگر یہ حکم نہ تھا۔ تو ترجمہ ایسا کیوں کیا گیا؟

اگر اس لفظ کے ”وَرَجُلٌ“ پر فتح پڑھی جائے۔ اور اس کا عطف ”وَرَجُلٌ مِّنْهُمْ“ پر ڈالا جائے۔ تو اس صورت میں نحو کی ترکیب کیا ہوگی؟ اس کا آسان اور سیدھا سا جواب یہی ہے۔ کہ اس عطف کی صورت میں ”وَرَجُلٌ مِّنْهُمْ“ یعنی راہ کی کسر کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ کیونکہ علم نحو کا مسئلہ ضابطہ ہے۔ کہ معطوف اور معطوف علیہ کا ہر ایک جیسا ہوتا ہے۔ تو جب خود اہل تشیع کے چھپے ہوئے قرآن پاک میں ”وَرَجُلٌ مِّنْهُمْ“ لام مفتوحہ کے ساتھ ہے۔ تو اس سے صاف ظاہر کہ اس لفظ کا عطف ”وَرَجُلٌ مِّنْهُمْ“ پر نہیں۔ بلکہ ”وَجُوْهُكُمْ“ پر ہے جو فعل ”فَاغْسِلُوا“

کا مول (منقول پر) ہے۔ یہی روایت مشہورہ بھی ہے۔ اور اسی کو اہل تشیع نے بھی اختیار کیا۔

قرآن کریم میں مسح کی حد بندی کہیں
نہیں کی گئی۔ تو اس آیت میں کیوں

جواب دوم

قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی اللہ رب العزت نے ”مسح“ کا ذکر فرمایا۔ اس کی حد بندی بھی لفظ و راوی، کے ساتھ ذکر نہیں۔ ایک دو مقامات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَ
اَيْدِيكُمْ۔

(پٹ - ۳۷)

ترجمہ:

پھر تمہیں پانی میسر نہ آئے۔ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ سو اپنے چہروں اور
بازوؤں کا مسح کرو۔

-۲-

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ
وَاَيْدِيكُمْ مِنْهُ

(پٹ ۷۷)

ترجمہ: پھر تمہیں پانی میسر نہ آئے۔ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ سو اپنے چہروں اور

بازوؤں کا اس سے مسح کرو۔

ان دو عدد مذکورہ آیات قرآنہ کے انداز بیان سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں مسح کا ذکر فرمایا۔ وہاں لفظ ”ورالی“، کے ساتھ اس کی حد بندی نہیں فرمائی لیکن اس کے برخلاف جہاں لفظ غسل،، مذکور فرمایا۔ تو وہاں ان اعضاء (اعضاء) کو نہ دھونے کا ذکر ہے۔ ان میں ابہام کے پیش نظر وضاحت کی خاطر حد بندی فرمائی اور لفظ ”ورالی“، کا ذکر فرمایا اس انداز بیان سے بھی معلوم ہوا کہ پاؤں کا دھوئیں دھونے کا حکم ہے۔ نہ کہ مسح کرنے کا۔

وضاحت

”وَجُوهَكُمْ“، کا مفرد ”وَجْهٌ“، ہے۔ جس کا معنی ”چہرہ“، ہے۔ یعنی ٹھوڑی سے اوپر سر کے بالوں تک اور دونوں کانوں کی نوک کے درمیان کا حصہ ہے۔ اس لفظ کے مصداق میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ اسی ابہام کے نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی مقام پر بھی لفظ ”ورالی“، سے اس کی تحدید در نہ تائے غایت نہیں بیان فرمائی۔ لیکن اس کے خلاف ”وایدیکم اور ارجلکم“ میں ”ید“ اور ”رجل“ اپنے مصداق کے اعتبار سے ابہام رکھتے ہیں۔ لفظ ”واید“، کا اطلاق ہاتھ کی انگلیوں سے لے کر کندھے تک اور لفظ ”ورجل“، پاؤں کے تہ سے گھٹنے تک کے حصہ پر بولا جاتا ہے۔ اس ابہام کے دور کرنے کے لیے دونوں جگہ لفظ ”ورالی“، سے ان دونوں اعضاء کی تحدید کی گئی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ارجلکم والی الکعبین فرما کر اس امر کی نشاندہی فرمائی کہ پاؤں کے دھونے کا حکم تھوڑے سے ٹخنے تک ہے۔ اس قرآنی استعمال نے یہ بات واضح کر دی۔ کہ اگر پاؤں کے دھونے کی بجائے ان پر مسح کرنے کا

حکم ہوتا۔ تو لفظ ”الٰہی“ سے اس کی تحدید نہ ہوتی۔ جب کہ تیمم میں اللہ تعالیٰ نے
ایدیکم، کو درج کیا، اسے مقید نہ فرما کر یہ بھی بتلادیا۔ کہ مسح اور تیمم میں ”وہابی“
سے مقید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

آئیے، بخود اہل تشیع کی کتب سے اس کی تائید و توثیق ملاحظہ کریں۔ اہل تشیع کی
ایک معتبر اور متداول تفسیر ”مجمع البیان“ میں علامہ طبرسی یوں رقمطراز ہے۔

”مرد وریں وضو کے اندر پائوں دھونے

بیرونی علماء کا اتفاق رہا ہے اور

پاؤں خشک رہنے پر بارشاد نبیؐ

غلاب جہنم ہے

مجمع البیان:

وَأَمَّا الْقِرَاءَةُ بِالتَّصْبُّ فَقَالُوا فِيهِ
أَنَّهُ مَعْطُوفٌ عَلَى آيِدِيكُمْ لِأَنَّا
رَأَيْنَا فَتَاهًا أَلَا مُصَارِعِمَلُوا
عَلَى الْغَسْلِ دُونَ الْمَسْحِ وَلِإِمَارَتِي
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَأَى قَوْمًا تَوَضَّؤُوا وَأَعْتَابَهُمْ
تَلَوُّهُمْ فَقَالَ وَيْلٌ لِّلْعَسَا أَقِيبْ

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم جز سوم
ص ۱۶۵ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:

(لفظ ارجل حکمر کی) نصب کے ساتھ قرأت کے بارے میں
مفسرین کرام نے فرمایا۔ کہ اس صورت میں اس کا عطف وایدیکہ پر
پڑ ہوگا۔ (جس کی وجہ سے ”فاغسلوا“ امر کا مفعول بنے گا۔)
اور باتوں کی طرح پاؤں کے بھی دھونے کا حکم ہوگا نہ کہ مسح کرنے کا
کیونکہ ہر دور کے فقہاء کرام کو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اس آیت مبارکہ پر
عمل کرتے ہوئے پاؤں کو دھوتے ہیں۔ مسح نہیں کرتے۔ اور
دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو وضو کرتے دیکھا۔
اور وضو کرتے وقت پاؤں کی ایڑیاں نہ دھونے کی وجہ سے سفید سی نظر
آ رہی تھیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ ”وایسی ایڑیوں کے لیے جہنم کی آگ
سے تباہی اور ہلاکت ہے۔“

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے وضو کرتے وقت بوجہ
ایڑیوں کے خشک رہنے پر وعید شدید فرمائی۔ اس میں تو صرف ایڑیاں خشک رہی
تھیں۔ پاؤں کا باقی حصہ ان لوگوں نے دھویا تھا۔ جس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا۔
کہ پاؤں کے دھونے میں احتیاط سے کام نہ لینے والوں کے لیے جہنم کی وعید
ہے۔ لیکن جو لوگ پاؤں کو سرے سے دھوتے ہی نہیں۔ بلکہ مسح کرتے ہیں ان
کے متعلق آپ خود تمیاس کرہیں۔ کہ کیا انجام ہوگا؟ اور ان کا یہ فعل کس قدر باعث

باعث اجتناب و نفرت ہے ؟

مغالطہ نمبر ۲ :

”تیمم“ وضو کا نائب ہے یعنی جب کسی وجہ سے وضو نہ ہو سکے۔ تو پھر طہارت کے حصول کے لیے تیمم کرنے کا حکم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اصل (وضو) میں ہاتھ اور منہ دھوئے جاتے ہیں۔ اور سر کا مسح کیا جاتا ہے۔ ان تینوں امور پر سب کا اتفاق ہے۔ اب نائب (تیمم) کو لیجئے۔ چونکہ وہ خود مسح ہے۔ لہذا جو اصل (وضو) میں مسح کے ذریعہ فرض ادا ہوتا تھا۔ وہ نائب (تیمم) میں ساقط ہو گیا۔ لہذا تیمم میں سر کا مسح کرنا ساقط ہو گیا۔ اس کے علاوہ وہ دونوں عضو کہ جن کے دھونے کا بالاتفاق حکم تھا۔ اب تیمم میں ان پر مسح کرنا فرض قرار دیا گیا۔ لہذا ان دونوں حقیقتوں کے پیش نظر یہ نسا ہے جائز ہو گا۔ کہ اگر وضو میں پاؤں دھونے کا ہی حکم ہوتا۔ تو تیمم کے وقت ان پر مسح کرنے کا حکم ہوتا جس طرح کہ باقی دو اعضا کے اوپر مسح کرنے کا حکم ہے۔ کہ جنہیں وضو میں دھونے کا حکم تھا۔ تیمم میں پاؤں پر مسح کا حکم نہ ہونا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ دوران وضو پاؤں پر مسح کرنے کا حکم تھا۔ تبھی تو اس پر دوران تیمم مسح کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

جواب ۱۔

مختصر نے جو یہ کہا۔ کہ تیمم وضو کے قائم مقام ہے۔ ہم اس میں مزید وسعت کرتے ہیں۔ اور تیمم کو وضو کے علاوہ غسل کے معنی قائم مقام سمجھتے ہیں۔ اس پر بھی اہل سنت کی طرح اہل تشیع میں اتفاق ہے۔ یعنی اگر مکمل جسم نہ ہو ہی کی ناپاکی دور کرنا مقصد ہو۔ لیکن ایسا ناپاک جسم الپاکی کے استعمال پر کسی وجہ سے قادر نہ ہو۔ تو اس کے لیے بھی پاؤں کی

کے حصول کا طریقہ تیمم ہی ہے۔ اس تیمم (جو کہ مکمل جسم ظاہری کی طہارت کے لیے کیا جائے۔) اور اس تیمم (جو کہ صرف بے وضو شخص طہارت صفائی کے لیے کرے) میں کوئی فرق نہیں۔ لہذا اس متفقہ بات کے بعد ہم معترض سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ غسل جنابت وغیرہ میں جب کہ تمام اعضاء ظاہری کا دھونا فرض ہوتا ہے۔ تو اس کے قائم مقام تیمم میں تمام ظاہری جسم کا مسح کیوں فرض نہیں؟ حالانکہ تمہارے ضابطہ کے تحت ایسا ہونا ضروری ہے۔ لہذا جو جواب تمہارا وہی جواب ہمارا ہے۔

بہر حال اس الزامی جواب سے یہ حقیقت مشکرا ہو گئی۔ کہ تیمم میں مسح کرنے کو دو غسل اعضاء کے قائم مقام قرار دینا قیاس فاسد ہے۔

اہل تشیع کے وضو کی ترتیب

اہل تشیع کے ہاں وضو کی ترتیب یوں ہے۔ دو پاؤں سے شروع کرنا۔ اور پھر دیگر اعضاء کا دھونا اور سر کا مسح کرنا، ان لوگوں کا صرف ترتیب وضو میں ہی قرآن حدیث سے اختلاف نہیں۔ بلکہ اور بھی بہت سی باتیں ان کے ہاں اُلٹی ہیں قرآن حدیث میں وضو کی ترتیب یوں ہے۔ در پہلے منہ دھونا پھر ہاتھ کہنیوں تک پھر سر کا مسح اور آخر میں پاؤں دھونا۔ لیکن ان کی ترتیب میں پاؤں سب سے پہلے۔ مقام حیرت ہے۔ کہ ان لوگوں کو اللہ اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل بیت سے آخر کیوں دشمنی ہے؟ جس چیز کا یہ حکم دیں۔ اُس کا یہ الٹ کریں گے جیسا کہ عمل ثابت ان کا عمل اس کے خلاف۔ انہوں نے سفید لباس کو پسند فرمایا۔ اور پہننے کو کہا۔ یہ اس کے بالکل الٹ سیاہ لباس پسند کریں۔ اور اسی

فرعونی اور جنہی لباس کو زیب تن کریں۔ انہوں نے فرمایا۔ دائرہ بڑا ہو۔ اور مونچھیں
پست رکھو۔ ان کی دائرہ غائب اور مونچھیں اس طرح کہ کسی پگھلنے والی چوڑی گھاں
اُگی ہو۔ بعینہ وضو میں بھی ان کا یہی طریقہ اور طریقہ ہے۔ ہم اس بات کی تائید کے
لیے انہی کی کتاب سے وضو کی وہ ترتیب پیش کرتے ہیں۔ جو حضور سرور کائنات صلی اللہ
عز و سلم اور ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تھی۔ ملاحظہ فرمائیں۔

اہل سنت کی ترتیب وضو نبی اور علی والی ترتیب ہے

الاستبصار:

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَرِيْطٍ عَنْ اَبَايِهِ عَنْ عَلِيٍّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ جَاسَتْ اَتَوْضَأُ
فَاقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ حَتَّى ابْتَدَأْتُ فِي التَّوَضُّؤِ
فَقَالَ لِي تَمَضَّمْ وَاسْتَنْشِقْ
وَاسْتِنْ ثُمَّ غَسَلْتُ ثَلَاثًا فَقَالَ قَدْ
يُجْزِيكَ مِنْ ذَلِكَ الْمَرَّتَانِ فَعَسَلْتُ
ذَرَأَتِي وَمَسَحْتُ بِرَأْسِي مَرَّتَيْنِ
فَقَالَ قَدْ يُجْزِيكَ مِنْ ذَلِكَ الْمَرَّةُ
وَغَسَلْتُ قَدَمَيَّ فَقَالَ لِي يَا
عَلِيُّ خَلِّ بَيْنَ الْأَصَابِعِ لَا

تَحْلِيلُ بِالنَّارِ۔

(۱) - الاستبصار جلد اول ص ۶۵-۶۶

باب وجوب المسح علی
الرجلین مطبوعہ تہران طبع جدید
(۲) - تہذیب الاحکام جلد اول
ص ۹۲ - فی صفة الوضوء
والغرض منه الخ مطبوعہ تہران
طبع جدید

ترجمہ :

حضرت زید بن علی اپنے آباؤ اجداد رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں ایک دفعہ بیٹھا وضو کر رہا تھا۔ کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ ابھی میں نے وضو شروع ہی کیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کھڑے کرو۔ اور ناک میں پانی ڈال کر عاف کرو۔ پھر میں نے تین مرتبہ منہ دھویا۔ اُس پر آپ نے فرمایا۔ دو دفعہ ہی کافی تھا۔ پھر میں نے اپنے دونوں بازو دھوئے۔ اور اپنے سر کا دوسرے مسح کیا۔ آپ نے فرمایا ایک دفعہ ہی کافی تھا۔ پھر میں نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے علی! انگلیوں کے درمیان خلال۔ اللہ تمہیں آگ کے خلال سے بچائے۔

لمحمد فکریہ :

اہل تشیع کی کتب حدیث (صحاح اربعہ) میں سے ایک ایسی سند سے

حوال بیت کی ہے۔ ہم نے روایت بیان کرتے ہوئے خود ان کی زبانی وضو کا طریقہ ذکر کیا۔ یہ طریقہ اس شخصیت کے وضو کا ہے۔ جو تمام اہل بیت کے جد اعلیٰ اور خلیفۃ السلیین امیر المومنین ہیں۔ پھر اس پر مزید یہ کہ اس وضو کا معائنہ فرمانے والے خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ خود فرمائیں کہ وضو کرنے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اس کی ہامید و توثیق نبی آخر الزمان حضور سخی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہو۔ اس سے زیادہ صحیح اور معتبر کونسا وضو ہو سکتا ہے۔؟ یہ صحیح ترین اور کامل ترین وضو ترتیب اور کیفیت کے اعتبار سے وہی ہے۔ جس پر اہل سنت کار بند ہیں۔ آپ دیکھیں کہ حضرت علی المرتضیٰ نے وضو کی ابتداء کبھی اور منہ میں پانی ڈالنے سے فرمائی۔ اور سب سے آخر پاؤں کو دھویا۔ اور پاؤں پر مسح نہ فرمایا۔ ابتداء ہتھ دھونے سے اور انتہا پاؤں دھونے پر کس وضو کی ترتیب ہے؟ اہل سنت کے ہاں معمول وضو کی یا اہل تشیع کے ہاں معمول وضو کی؟ اس واضح طریقہ پر ترتیب وضو کے بعد اب اگر کوئی اس کے خلاف چلتا ہے۔ تو آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ایسا کرنے والا دوست صلی علیہ وسلم اور متبع نبیؐ اکلا سکتا ہے۔؟

یہ جو روایت ہم نے اہل تشیع کی معتبر کتاب سے نقل کی۔ اس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مکمل وضو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا معائنہ فرمانے والے ہیں۔ ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ جس میں وضو فرمانے والے خود صاحب شرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اس وضو کو دیکھنے کی سعادت حضرت فاطمہ زہراؑ کو نصیب ہوئی۔ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضوء کی ابتداء ہاتھ دھونے

سے اور انتہا پاؤں دھونے پر کرتے تھے

امالی طوسی؛

عَلَىٰ رِسْلِكَ حَتَّىٰ أَخْرَجَ إِلَيْكَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا
رَأَىٰ فَاطِمَةَ فَقَامَتْ إِلَيْهِ وَآخَذَتْ
يَدَآءَهُ وَنَزَعَتْ نَعْلَيْهِ وَآتَتْهُ بِالْوُضُوءِ
فَوَضَّأَتْهُ بِيَدَيْهَا وَغَسَلَتْ رِجْلَيْهِ
ثُمَّ قَعَدَتْ -

(امالی شیخ الطوسی جلد اول ص ۳۸)

مطبوعہ قم ایران طبع جدید

ترجمہ:

اسیدہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب بارگاہ رسالت میں حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کے لیے تشریف لائے تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ٹھہرو! کہ میں فاطمہ سے مشورہ کر کے واپس
آؤں۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیڈہ خاتون جنت کے پاس تشریف
لے گئے۔ سیدہ دیکھتے ہی کھڑی ہو گئیں۔ اور آپ کی چادر مبارک
ہاتھوں میں لے لی۔ آپ کے غلین مبارک اتارے۔ اور اس کے
بعد وضوء کے لیے پانی بھر ابرتن لے آئیں۔ پھر اپنے ہاتھوں سے
حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرایا۔ اور آپ کے پاؤں مبارک

دھوئے۔ پھر فراغت پر اللہ کرمی ہو گئیں۔

حدیث بالا سے معلوم ہوا۔ کہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ وضو کو اچھی طرح جانتی تھیں۔ اس طریقہ میں انہیں یہی معلوم تھا۔ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے آخر میں پاؤں شریعت دھویا کرتے تھے۔ یہی تسبیح تو سیدہ نے آپ کے پاؤں مبارک دھوئے۔ اور وہ بھی سب کے آخر میں تو اس سے بھی یہی ثابت ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کامل شریعت بھی یہی تھا۔ کہ آپ ابتداء (وضو کی) باتھوں کے دھونے اور انتہاء پاؤں پر فرماتے تھے۔ اور پاؤں کو آخر میں دھوئے تھے۔ نہ کہ مسح کرتے تھے۔ اور یہی طریقہ اہل سنت نے اپنایا ہے۔

مذکورہ تین روایات کے نقل میں خیانت کا

اعتراف

اہل تشیع کی کتب میں جو روایات مذکور ہوئیں۔ ناقل نے ان میں خیانت سے کام لیا ہے۔ جس قدر الفاظ سے نقل کرنے والے کا مقصد پورا ہوتا تھا۔ وہ کلمہ دیکھے لیکن جن الفاظ سے اس مقصد پر زد پڑتی تھی۔ وہ اذروئے خیانت جھڑ دیتے۔ الفاظ زائد یہ ہیں۔

فَهَذَا الْخَبَرُ مُوَافِقٌ لِلْعَامِلَةِ قَدْ وَرَدَ مَوْرِدَ النَّقِيَّةِ

ترجمہ ۱

یہ خبر جو مذکور عام (اہل سنت و جماعت) کے مذہب کے موافق ہے اس لیے یہ تفسیر پر معمول ہوگی۔

ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ ایسا عمل بطور تقیہ تھا جو ہم پر حجت نہیں بن سکتا؟

جواب:

مثل مشہور ہے ”اَنَا جُورٌ كَوْتَالٍ كُوْذَانُطِي“، ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایت بیان کرنے پر خیانت خود اہل تشیع نے کی۔ اور الزام ہم پر تھوپ دیا۔ فہذا الخبر موافق الحاکم خود ہی اس کے بارے میں بتلاؤ۔ کہ یہ حدیث مذکور کا حصہ ہے؟ یا کتاب کے مصنف دو ملاطوسی؟ کا اضافہ ہے؟ یہ حقیقت ہے۔ کہ یہ الفاظ، الفاظ حدیث نہیں۔ بلکہ مصنف کا اپنا خیال و عقیدہ ہے۔ ”ملاطوسی“ کے خیال کو ائمہ اہل بیت کی روایت کا حصہ قرار دینا کتنی بڑی جسارت ہے۔ اور کتنی بھیاں کٹ خیانت ہے۔ جس کا ارتکاب تم نے کیا۔ اور الزام ہم پر دھر مارا۔؟

بفرض محال اگر ان الفاظ کو حدیث کا حصہ ہی تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی تمہارا مقصد نکلتا نظر نہیں آتا۔ اور نہ ہی اس جملے سے تمہیں کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عقل و نقل کے خلاف ہے۔ نقل کے خلاف اس لیے کہ ہم اس سے قبل تمہاری کتب نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وضو کے طریقہ کو ذکر کر چکے۔ اور عقل کے تسلیم نہ کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ خود کتب شیعوں سے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعیہ میں دو تقیہ، پر عمل پیرا نہیں ہوئے۔ مجمع البیان وغیرہ کتب کا حوالہ گزر چکا ہے۔

اس وضاحت کے بعد یہ کیونکر ممکن کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ بنت اسد نے جو وضو کرایا۔ وہ بھی تقیہ کے طور پر تھا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیکھتے دیکھتے جو وضو کیا۔ وہ بھی بطور تقیہ تھا۔؟

ایک اور بات غور طلب ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وضو

دُست یا غلط ہونا اس کا دار و مدار کس بات پر ہے؟ کیا اہل سنت کی مطابقت پر ہے۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اتباع پر؟ ہر ذی عقل یہی کہے گا۔ کہ ان کے وضو کی محنت اور عدم محنت کا دار و مدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر ہے۔ تو اس حقیقت کے پیش نظر کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وضو کریں۔ اور سر کا ردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اس کا معائنہ فرما رہے ہوں۔ اور یوں وہ وضو مکمل ہو تو اس وضو کے صحیح اور درست ہونے میں کیا کوئی شک و شبہ باقی رہ سکتا ہے۔؟

رہی یہ بات کہ چونکہ روایات مذکورہ اہل سنت و جماعت کے طریقہ وضو کی تائید کرتی ہیں۔ اور ان کے مذہب کے مطابق ہیں۔ اس لیے قابل قبول نہیں۔ تو پھر ہم تمہارے ساسی ضابطہ اور اصل کو تم پر لاگو کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ اسے اہل تشیع! تمہیں ہر اس بات میں عمل میں مخالفت کرنی چاہیئے۔ جو اہل سنت کا معمول ہو۔ اگر وہ ”محمد رسول اللہ“ کہتے ہیں۔ تو تمہیں اس کے خلاف کہنا چاہیئے اگر وہ ”لا الہ الا اللہ“ کہتے ہیں۔ تو تمہیں کچھ اور کہنا چاہیئے۔ اگر وہ اللہ کے دیئے میں سے حلال و طیب کھاتے پیتے اور پہنتے ہیں۔ تو تمہیں وہ سب حرام کر لینے چاہئیں۔ ہمیں یقین ہے کہ تم ایسا نہ کرتے ہو۔ اور نہ کرنے پر تیار۔ ہاں لگا ہے لگا ہے کڑوا سمجھ کر تھوک دینا اور میٹھا جان کر ٹھپ کر جانا تمہاری دیرینہ عادت ہے۔ اس بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟

اوپر نیچے اتر کر ہم یہ بھی تھوڑے سے وقت کے لیے تسلیم کیے لیتے ہیں کہ یہ سب کچھ بطور تفسیر کیا گیا۔ لیکن ہم اس سلسلہ میں یہ ضرور پوچھنے کی جسارت کریں گے۔ کہ آخر تفسیر کا تمہارے ہاں معیار کیا ہے۔ کب اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ کوئی نہ کوئی تو اس کا موقع و محل ہوتا ہو گا اور کسی نہ کسی سبب و علت کی وجہ سے تم اس کے قائل ہو گئے ہو گے؟ ہمیں کم از کم یہی بتلا دیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

وضو فرما رہے ہوں۔ اور انہیں دیکھنے والے صرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں
 باوجود خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہوں۔ اور انہیں وضو کرانے والی
 سبزہ خاتون جنت ہوں۔ کوئی تیسرا پناہیگانہ وہاں نہ تھا۔ تو پھر ایسے میں کس کے جور
 سے حقیقت کو پھینکا کر تفتیر پر عمل کیا جا رہا ہے؟

ہم اعلان کرتے ہیں۔ کہ اسے ملت شیعہ! شیخ صدوق کے من گھڑت الفاظ کا
 سنو دوسرے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عمل شریف
 سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ ہاں اگر تم میں سے کسی میں یہ ہمت ہے۔ کہ کوئی ایک صحیح
 روایت ایسی دھو دے۔ کہ جس میں خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم باب مدینہ اہم
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے وضو کے بارے میں یہ فرمایا ہو۔ کہ ہمارا یہ وضو
 لفظ رقیقہ تھا۔ لہذا غلط اور باطل ہے حقیقی وضو کی ترتیب یہ نہیں۔ بلکہ اور ہے۔ تو ایسے ہر
 ایک حوالہ پر کسی ہزار روپے نقد وصول کریں۔

اس سے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ مذکورہ روایات حقیقت پر مبنی ہیں۔
 تفتیر کا پتھر شیخ طوسی وغیرہ کا اضافہ ہے۔ اس کا ائمہ اہل بیت کے ارشاد کے کوئی
 تعلق نہیں۔

اس حقیقت کے انہار کے بعد بھی اگر کوئی نابطلہ اور حسد کا مارا ہی رٹ لگاتا
 پھرے۔ کہ یہ روایات بمعہ پتھر ہیں۔ تو پھر ہم تمہاری ہی کتاب سے اسی عمل کی
 حدیث ذکر کرتے ہیں۔ جو اس زیادتی سے محفوظ اور پتھر سے خالی ہے۔

❖

ارشاد امام جعفر اکراہل سنت والی ترتیب وضوء
میں غلطی ہو جائے تو غلطی دور کرنی چاہیے

تہذیب الاحکام۔ الاستبصار؛

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ إِنْ تَسَيَّيْتُ فَعَسَلْتُ ذِرَاعَيْكَ قَبْلَ
وَجْهِكَ فَأَعِدْ غَسَلَ وَجْهِكَ ثُمَّ اغْتَسِلْ
ذِرَاعَيْكَ بَعْدَ الْوَجْهِ فَإِنْ بَدَأْتَ بِذِرَاعَيْكَ
الْأَيْسَرِ فَأَعِدْ عَلَى الْاَيْمَنِ ثُمَّ اغْتَسِلِ
الْيَسَارَ وَإِنْ تَسَيَّيْتُ مَسَحَ رَأْسِكَ حَتَّى
تَغْتَسِلَ رِجْلَيْكَ فَأَمْسَحْ رَأْسَكَ ثُمَّ
اغْتَسِلْ رِجْلَيْكَ -

۱۔ تہذیب الاحکام جلد اول ص ۹۹

فی مسئلۃ الوضوء الملبوس بہ

طبع جدید

۲۔ الاستبصار جلد اول ص ۴۴

فی وجوب الترتیب

فی الاعضاء۔ ملبوس بہ تہران

طبع جدید۔

ترجمہ:

ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے راوی کہ امام موصوف نے فرمایا۔ اگر تو بھول کر منہ دھونے سے قبل (دھوئیں) اپنے بازو دھو لے۔ تو منہ کو دھو۔ پھر اس کے بعد بازوؤں کو دھو۔ پھر اگر اردوئے نسیان دونوں بازوؤں میں سے تو بایاں بازو پہلے دھو بیٹھے۔ تو پھر بھی دایاں بازو دھو۔ اور اس کے بعد بایاں پھر سے دھو۔ اور اگر بھولے سے سر کا مسح کرنے سے پہلے تو نے پاؤں دھو لیے۔ تو پہلے مسح کر۔ پھر پاؤں کو دوبارہ دھو۔

الحاصل:

اہل تشیع کی ان دو مستند کتب کی روایت سے واضح ہو گیا۔ کہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک وضو کی ترتیب وہی ہے۔ جو اہل سنت و جماعت کے ہاں معمول ہے۔ بلکہ وہ تو اس ترتیب سے وضو کرنے کو لازم (فرض یا واجب) سمجھتے تھے اسی وجہ سے ابو بصیر کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ کہ اگر بھولے سے بھی ترتیب وضو میں نقص رونما ہو جائے۔ تو اسے فوراً درست کر لو۔ جیسا کہ روایت مذکورہ میں نیا فی طور پر چند بے ترتیبیوں کو بھی بیان فرمایا۔

اس روایت سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نزدیک وضو کے فرائض میں سے ایک فرض در پاؤں دھونا، اسہے۔ پاؤں پر مسح کرنا ان کا مسلک و مشرب نہیں ہے۔ دیکھا آپ نے کہ اگر وضو کی مذکور ترتیب اور پاؤں کا دھونا بطور تہنہ جڑتا۔

تو امام ترتیب کو لازم نہ فرما۔ گئے۔ اور پاؤں کو دھونے کی ہدایت نہ دیتے۔

تو معلوم ہوا کہ ”ترتیب مذکور اور غسلِ رطیلین“ کو تفسیر پر محمول کرنا امام کا مسلک نہیں۔ بلکہ مصنف کی اپنی طرف سے من گھڑت زیادتی ہے۔ ورنہ اس روایت میں بھی وہ زیادتی موجود ہوتی۔

ایک اور مقام پر اس امر کی تصدیق موجود ہے۔ کہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وضو میں پاؤں کا وضو نام شروع جانتے تھے۔ ذکر ان پر مسح کرنا۔ ملاحظہ کرنا۔

تہذیب الاحکام:

عَنْ عَمَّارِ بْنِ مُوسَى عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي الرَّجُلِ يَتَوَضَّأُ الْوُضُوءَ كُلَّهُ إِلَّا رَجُلِيَّةً ثُمَّ
يَخُوضُ الْمَاءَ بِمَا خَوْضًا قَالَ اجْزَأُكَ ذَلِكَ۔

(تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۶۶)

باب صفة الوضوء الخ لم يبدوہ

تہران طبع جدید

ترجمہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عمار بن موسیٰ نے ایسے شخص کے متعلق روایت کی۔ کہ جس نے وضو مکمل کیا۔ لیکن پاؤں نہ دھوئے پھر پانی میں دونوں پاؤں کو اُس نے ابھی طرح ڈبو دیا۔ پوچھا کیا اس طرح اس کا وضو مکمل ہو گیا۔ یا اس کو ابھی پاؤں دھونے کی ضرورت ہے؟ فرمایا۔ اس کا پاؤں کو پانی میں ڈبونے کا بدلہ بن گیا۔ (لہذا اب اس کو پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں رہی۔

اختتام:

حدیث مذکور بالا اور گزشتہ احادیث سے یہی ثابت ہوا کہ حضرات ائمہ اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاں وضو کی ترتیب وہی تھی جس پر اہل سنت عمل پیرا ہیں۔ اور فرائض وضو میں ان کے نزدیک آخری فرض ”پاؤں دھونا“ ہے مسح کرنا نہیں ضرور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ بنت جنت رضی اللہ عنہا کا بھی در ترتیب وضو اور غسل جلیں،، وہی طریقہ تھا جو ہم اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے مطاف فرمایا اہل تشیع کا وضو (یعنی ترتیب وضو اور پاؤں پر مسح کرنا) خود ساختہ ہے۔ قرآن و احادیث اور تعلیمات و معمولات اہل بیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ تو وضو کے معاملہ میں بھی ہم یہی کہیں گے کہ اگر محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اہل بیت کرام کی سچی سچی دوستی چاہتے ہو۔ تو پھر ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ دین و دنیا بھلی کر دے گا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

”فقہ جعفریہ“ میں سے پاک پبیدی کے چند مسائل

تحریر الوسیلہ

الْمَنْحِيُّ مِنْ كُلِّ حَيَوَانٍ ذِي نَفْسٍ نَجَسٍ جَلَّ أَكْلُهُ وَأَوْحَرَمَ
دُونَهُ عَزِيزٌ ذِي نَفْسٍ فَإِنَّهُ مِنْهُ طَاهِرٌ۔

(تحریر الوسیلہ ص ۱۱۱ جلد اول)

ترجمہ:

ہر زندہ حیوان کی منی ناپاک ہے۔ خواہ اس کا گوشت کھانا جائز ہو یا طہر
لیکن مرے ہوئے کی پاک ہے۔

توضیح:

بے جان (مردہ) جانور کی منی کے پاک کرنے کی اہل تشیع کو ضرورت کیوں
محسوس ہوئی؟ ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے کھانے سے لطف اندوز ہونا چاہتے
ہوں۔ اگر یہی ارادہ ہے۔ تو پھر یہ مہذب اور طاقت ور خوراک مبارک ہو۔ اور اگر
طہارت کے معاملہ میں کہ اس کے کبھی کپڑے پر لگ جائے یا کسی پاک چیز میں گر
جانے سے کوئی خرابی نہیں ہوتی۔ یعنی اگر سالن، پانی، چائے، یا شربت میں یہ منی
گر پڑے۔ اور اس کی طہارت قائم رہے گی۔ تو فقہ جعفریہ کی اس رعایت پر
بھی اس کے مننے والوں کو بہت بہت مبارک ہو۔ لیکن اس کے لیے کوئی نص تو

ہونی چاہیے تھی۔

تے یعنی الٹی میں نکلا ہوا مواد پاک ہے۔

الفقه على المذاهب الخمسة:

الْقَوُّ نَجَسٌ عِنْدَ الْأَرَبِ بَعْدَ طَهْرِهِ عِنْدَ الْأِمَامِيَّةِ.

الفقه على المذاهب الخمسة

ص ۲۶ باب النجاسات

مذی اور ودی بھی پاک ہے

مذاهب

كَمَا انْفَرَدَ الْأَرَبُ بَعْدُ عَنْ الْأِمَامِيَّةِ بِنَجَاسَةِ الْقَوِّ

وَأَنزِدِي وَالْمَذِي.

(مذاهب ص ۲۶)

ترجمہ:

چاروں فقہاء کرام کے بانیان اور فقہ جعفریہ کے پیروں میں جہاں اور بہت سی باتیں ممتاز ہیں۔ وہاں یہ بھی ہے۔ کہتے، ودی اور مذی کو چاروں ائمہ نجس کہتے ہیں۔ اور وہ فقہ جعفریہ، والے انہیں ظاہر قرار دیتے ہیں۔

پکی ہینڈیا میں مراہو لہو جو ہا ملے تو

شور باگرا دو۔ اور بوٹیوں کو کھا جاؤ

وسائل الشیعہ

عن السكوني عن جعفر عن ابيه عليه السلام
ان علياً عيئه السلام سئل عن قد رطبحت واذا
في التذير فارة قال يهرق مرقها ويغسل اللحم
ويؤكل۔

۱۔ وسائل الشیعہ جلد اول ص ۱۵۰

کتاب الطہارت

(فروع کافی جلد ۶ ص ۲۶۱)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ ایک ہانڈی پکائی گئی
پنجنے کے بعد چائیک اس میں چوہا نظر آیا۔ تو اب اس کا کیا کیا جائے؟ فرمایا
اس میں پکا ہوا سالن گرا دیا جائے گا۔ اور گوشت کو دھو کر تناول کر لیا
جائے گا۔

چوہا اور کتا اگر تیل یا گھی میں گر پڑے
تو گھی یا تیل بدستور پاک رہے گا

فروع کافی

عن سَعِيدٍ الْأَعْرَجِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَنِ الْفَارَةِ وَالْكَلْبِ يَقَعُ فِي السَّمَانِ وَالزَّيْتِ ثُمَّ
يُخْرَجُ مِنْهُ حَيًّا ۖ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِأَكْلِهِ -

(فروع کافی جلد ۱ ص ۲۶۱ باب الفارہ)

(تموت فی الطعام الخ)

ترجمہ:

سیداعرج کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے پوچھا۔ اگر چوہا اور کتا گھی اور تیل میں گر پڑیں۔ پھر انہیں اس سے
زندہ نکال لیا جائے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اس کے کھانے میں
کوئی حرج نہیں ہے۔ (یعنی وہ پاک ہے)

✽

ہر حیوان بلکہ سُر بھی جب تک

زندہ ہے پاک ہے

المبسوط:

وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحَيَوَانُ كُلُّهُ طَامِرٌ فِي حَالِ
حَيَاتِهِ وَلَمْ يَسْتَشْنِ الْكَلْبُ وَالْخِنْزِيرُ قَالَ إِنَّمَا
يَنْجَسُ الْخِنْزِيرُ وَالْكَلْبُ بِالْقَتْلِ وَالْمَوْتِ

(المبسوط ج ۶ ص ۲۷۹ کتاب الاطعمۃ)

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

بعض شیعہ مجتہدین کا کہنا ہے کہ تمام حیوان جب تک زندہ ہیں۔
پاک ہیں۔ ان بعض نے کتے اور خنزیر کو اس حکم سے خارج نہیں کیا
اور کہا کہ کتا اور خنزیر دو طرح نجس ہوتے ہیں۔ ایک قتل کرنے اور
دوسرا مرنے سے۔

تبصرہ

خنزیر وہ حیوان ہے جس کے بارے میں قرآن کریم کہتا ہے۔ إِنَّمَا
حَرَّمَ عَلَيْنَا لَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَالْدَّمِ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ الْحَرَامِ

بہر یقیناً مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کر دیا گیا ہے حکم کے پیش نظر اس کو سب لوگوں نے نجس تعین کہا۔ لیکن ”فقہ جعفریہ“ میں اس کو زندہ رہے۔ تب بھی اور مر جائے تب بھی طاہر کہا گیا البسوط کے مذکورہ حوالہ میں اگرچہ میت قاتل کی صورت میں اس کو نجس کہا گیا ہے لیکن من لا یحضرہ الفقیہ میں یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ کہ سور کی کھال کا ڈول اور اس کے بالوں کا رتہ بنا کر پانی نکالا جائے تو پانی پاک رہتا ہے۔ (یعنی ڈول کے ذریعہ نکالا ہوا پانی) اس لیے یہاں موت کی صورت میں نجاست کا قول اس اجتماعی قول کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ خنزیر بہر حال اہل تشیع کے نزدیک طاہر ہے۔ صحاح اربعہ میں سے دو یعنی الاستبصار اور تہذیب الاحکام کا مصنف شیخ طوسی کتے اور خنزیر کے زندہ ہونے کی صورت میں طہارت کا قائل ہے۔ اور اس کا قول دو نصف فقہ جعفریہ، کا وزن رکھتا ہے۔ ان مسائل کو دیکھ کر ہر ذی عقل اور صاحب علم سر پٹو کر بیٹھ جائے گا۔ اور سوچے گا۔ کہ کیا امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما ہی اس قسم کے گھٹیا مسائل بیان فرما رہے ہیں؟ لیکن وہ دوسرے ہی لمحے یہ سمجھ جائے گا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کو ان مسائل کے ذریعہ بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُن کا دامن ان واہی تباہی باتوں سے پاک ہے۔ اسی لیے انہوں نے اپنی زندگی میں ان ملعونوں کے کوقوتوں کی بنا پر فرما دیا تھا کہ ہماری طرف سے کوئی حدیث اور روایت اس وقت تک تسلیم نہ کی جائے۔ جب تک وہ کتاب اللہ کے موافق نہ ہو۔ چونکہ ائمہ اہل بیت اسی موجود قرآن کو وہ کتاب اللہ کہتے تھے۔ اس لیے مذکورہ مسائل ان حضرات کے اقوال نہیں ہو سکتے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

”فقہ جعفریہ میں دستیم کے کچھ مسائل“

منہ میں صرف پیشانی اور بازوؤں میں سے صرف
ہاتھوں کا تیمم کافی ہے۔

تحفہ العوام

دونوں ہتھیلیوں کو زمین یا مٹی پاک و مباح پر مارے اس طور سے کہ آخرت اور
اول ہاتھ مارنا ایک ہو پھر دونوں ہتھیلیوں سے مسح پیشانی کا کرے جہاں سے بال شروع
ہوتے ہیں ناک کے سر تک اور دونوں جانب کی بھنویں اور تمام پیشانی دونوں طرف
مس میں گھیرے پھر بائیں ہاتھ کی تھیلی سے دائیں ہاتھ کی پشت دست کو بندہ دست سے
انگیوں کے سر تک مسح کرے پھر داہنے ہاتھ کی تھیلی سے بائیں ہاتھ کی پشت کو
بھی مسح کرے پھر دوسری ضرب مارے۔ اور اس ضرب سے دونوں ہاتھوں کی پشت
کو مسح کرے پہلے دائیں ہاتھ کی پشت کو پھر بائیں ہاتھ کی پشت کو جس طرف ابھی ذکر
ہوا۔ یہی ترکیب کر جائے معنی میں رائج ہے۔ بموجب فتویٰ جناب شیخ زین العابدین
علیہ الرحمۃ ہے۔

(تحفہ العوام ص ۲۲ فصل فی بیان تیمم)

المبسوط

فَإِذَا ارَادَ التَّيْمَ وَضَعَ يَدَهُ مَعَ عَلَى الْأَرْضِ مُفَرَّجًا
 أَصَابِعَهُ وَيَنْفُضُهَا وَيَمْسَحُ أَحَدَهُمَا بِالْأُخْرَى ثُمَّ
 يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ مِنْ قِصَاصِ شَعْرِ الرَّاسِ إِلَى
 طَرَفِ أَنْفِهِ ثُمَّ يَضَعُ كَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ
 الْيُمْنَى وَيَمْسَحُ بِهَا مِنَ النَّزْدِ إِلَى أَطْرَافِ الْأَصَابِعِ
 ثُمَّ يَضَعُ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى يَمْسَحُ
 مِنَ النَّزْدِ إِلَى أَطْرَافِ الْأَصَابِعِ مَرَّةً وَاحِدَةً هَذَا
 إِذَا كَانَ يَسْتَمُّهُ بَدَلًا مِنْ التَّوَضُّعِ
 وَإِنْ كَانَ بَدَلًا مِنَ الْغُسْلِ ضَرَبَ ضَرْبَتَيْنِ أَحَدَهُمَا
 لِلْوَجْهِ وَالْأُخْرَى لِلْيَدَيْنِ وَالْكَفَّيْنِ عَلَى مَا
 بَيَّنَّا ۝

(۱۔ مبسوط جلد اول ص ۳۳ فی کیفیت التیم)

(۲۔ تحریر الوسیع جلد اول ص ۵۰)

ترجمہ:

جب کوئی شخص تیمم کرنا چاہے۔ تو اپنے دونوں ہاتھ اکٹھے زمین پر رکھے
 اور ان کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں۔ ایک ہاتھ سے دوسرے کو ملے۔
 پھر دونوں سے اپنا چہرہ بال اُگنے کی جگہ سے لے کر ناک تک ملے۔
 پھر بائیں ہاتھ کی تہلیل دائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر کلائی سے انگلیوں
 کے سر تک ملے۔ پھر بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر کلائی
 سے انگلیوں تک ملے۔ اور یہ صرف ایک مرتبہ کرے۔ تیمم کا یہ طریقہ

وضو کے بدلے میں ہے۔ اور اگر غسل کے بدلے کوئی تیمم کرنا چاہے۔ تو اسے ہاتھ دوم مرتبہ زمین پر مارنے چاہیئیں ایک مرتبہ مار کر چہرہ پر مسح کرے اور دوسری مرتبہ دونوں ہاتھوں کا مسح کرے۔ اور طریقہ وہی ہے جو ابھی ہم نے بیان کر دیا ہے۔

قبصرہ

گزشتہ مسائل کی طرح تیمم میں بھی دو فقہ جعفریہ اسے رعایت اور سہولت کی حد کر دی ہے۔ اس بات کو سمجھی جانتے ہیں۔ کہ تیمم اس وقت کیا جاتا ہے جب اصل یعنی پانی سے طہارت نہ ہو سکتی ہو۔ اسی لیے تیمم کو وضو کا خلیفہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ باتفاق ائمہ ہے کہ جب یہ خلیفہ ہوا۔ تو پھر چہرے اور بازوؤں کا مسح کرنے وقت اسی قدر ضروری ہونا چاہیئے۔ جس قدر وضو کرتے وقت ان پر پانی بہانا لازم تھا۔ سب چہرہ پر پانی بہانا فرض ہے اس لیے پورے چہرہ کا تیمم کے وقت مسح کرنا لازم ہوا۔ اور اسی طرح کہنیوں کے دھونے کی جگہ تک کا مسح کرنا لازم ہوا۔ لیکن فقہ جعفریہ میں چہرہ میں سے صرف بال اُگنے کی جگہ سے لے کر ناک تک کا مسح کرنا ذکر کیا گیا ہے۔ اور بازوؤں میں کلائی سے انگلیوں تک کے حصہ پر تیمم کرنا لکھا گیا ہے۔ کیا تیمم جو کہ وضو کا خلیفہ ہے۔ اس میں یہ رعایت حضرات ائمہ اہل بیت نے دی ہے؟ نہیں نہیں بلکہ یہ خود اہل تشیع کی گھر میں بنائی ہوئی شریعت ہے۔ تیمم کے بارے میں ائمہ اہل بیت کا مسلک یہ ہے۔

ومسائل الشیعہ

عن محمد بن مسلم قال سالت ابا عبد الله عليه السلام

عَنِ التَّيْمَرِ فَضْرَبَ بِكَفِّهِ الْأَرْضَ ثُمَّ مَسَحَ
بِهَا وَجْهَهُ ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ الْأَرْضَ فَسَحَّ بِهَا
مِرْقَتَهُ إِلَى أَطْرَافِ الْأَصَابِعِ وَاحِدَةً عَلَى ظَهْرِهَا
وَاحِدَةً عَلَى بَطْنِهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهَا بِيَمِينِهِ الْأَرْضَ
ثُمَّ ضَمَّ بِيَمِينِهِ ثُمَّ قَالَ هَذَا التَّيْمَمُ عَلَى مَا كَانَ
فِيهِ الْغُسْلُ وَفِي الْوُضُوءِ الْوُجُودُ وَالْيَدَيْنِ
إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم)

ص ۹۰۹ باب وجوب الضرتین

فی التیمم

ترجمہ:

محمد بن مسلم کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تیمم کے متعلق پوچھا۔ کہ کیسے کیا جاتا ہے۔ تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مار کر ان سے اپنا چہرہ ملا۔ پھر آپ نے اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو زمین پر مارا اور اس سے دائیں ہاتھ کی کہنی سے انگلیوں تک کے حصہ کا مسح کیا۔ ایک مرتبہ ہاتھ کے ظاہری حصہ اور دوسری مرتبہ اندر کے حصہ کے ساتھ۔ پھر آپ نے اپنے دائیں ہاتھ (ہتھیلی) کو زمین پر مار کر بائیں ہاتھ کی کہنی سے انگلیوں تک کا مسح کیا۔ پھر فرمایا یہ تیمم اس شخص کے لیے ہے۔ جس پر غسل واجب تھا۔ اور وہ پانی سے نہ کر سکا۔ اور وضو کے لیے تیمم یہ ہے۔ کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک پر مسح کیا جائے۔

تنبیہ

وسائل الشیعہ کی مذکورہ روایت میں پورے چہرہ اور کہنیوں تک بازوؤں پر مسح کرنے کا طریقہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول و مروی ہے۔ لیکن گزشتہ دو حوالہ جات (تحفۃ العوام، المبسوط) میں جو طریقہ تنیم مذکور ہوا اس میں اور اس میں بہت فرق ہے۔ اور جیسا کہ ہم ابھی تحریر کر چکے ہیں۔ کہ تنیم دراصل وضوء کا غلیفہ ہے۔ اس لیے چہرہ اور بازو کا اسی قدر تنیم ہوگا جس قدر ان کا وضوء میں دھونا فرض تھا۔ لیکن پچھلی دو روایات اس کے خلاف ہیں ساسی نے کچھ شیعہ علماء نے ان کی تردید کی۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

مذہب خمسہ

كَمَا اُخْتَلَفُوا فِي مَعْنَى الصَّعِيدِ اُخْتَلَفُوا
اَيْضًا فِي الْمُرَادِ مِنَ التَّوَجُّهِ وَالْأَيْدِي فِي الْآيَةِ
الْكُرْمِيَّةِ فَقَالَ الْأَرْبَعَةُ وَابْنُ بَابُو يَهُ مِنَ الْإِمَامِيَّةِ
الْمُرَادُ مِنَ التَّوَجُّهِ جَمِيعُ التَّوَجُّهِ وَ يَدُ خُلُ
فِيهِ اللَّحْيَةُ وَمِنْ الْأَيْدِيَنِ الْكَفَّانِ وَالزُّنْدَانِ
مَعَ الْمُرَفَقَيْنِ وَعَلَيْهِ يَكُونُ الْحَدُّ فِي التَّنِيمِ
هُوَ الْحَدُّ بَيْنَهُمَا فِي الرُّضْسَةِ فَيَضْرِبُ مَرَّتَيْنِ
إِحْدَاهُمَا يَمْسَحُ بِهَا تَمَامَ التَّوَجُّهِ وَالثَّانِيَةُ يَمْسَحُ
بِهَا الْأَيْدَيْنِ مِنْ رُؤُسِ الْأَصَابِعِ إِلَى الْمُرَفَقَيْنِ

(مذہب خمسہ ص ۱۰۰ باب کیفۃ التیم طبرستان)

ترجمہ:

اہل سنت اور اہل تشیع میں جس طرح لفظ صغیر کے مصداق میں اختلاف ہے۔ اسی طرح تیمم کے بارے میں آیت کریمہ کے اندر ذکر شدہ لفظ ”وجہ“ اور ”وایدی“ میں بھی ان کا اختلاف ہے۔ چاروں ائمہ اہل سنت کہتے ہیں۔ اور اہل تشیع میں سے ابن بابویہ کا بھی یہی قول ہے۔ کہ ”وجہ“ سے مراد پورا چہرہ ہے اور اس میں جبڑے بھی داخل اور ویدین“ سے مراد دونوں ہاتھ اُن کی کلاٹیاں بمعہ کہنیاں ہیں اس تحقیق کے مطابق تیمم کی حد اور مقدار بعینہ وضو کی حد اور مقدار ہو گی۔ لہذا تیمم کرنے والا دو مرتبہ اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو زمین پر مارے گا۔ ایک مرتبہ مار کر مکمل چہرہ کا مسح کرے گا۔ اور دوسری مرتبہ مار کر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے لے کر کہنیوں تک پر مسح کرے گا۔

وسائل الشیعہ:

عن زرارة عن ابی جعفر علیہ السلام فی التیمم
قَالَ قَضِیْتُ بِكَفِّكَ الْاَرْضَ ثُمَّ تَنَفَّصْتُهَا
وَتَمَسَّحْتُ بِهَا وَجْهَكَ وَیَدَیْكَ۔

وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۹۷

کتاب الطہارت الباب التیمم

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے کہ تیمم کے

متعلق امام صاحب نے فرمایا۔ کہ تراپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مار۔ پھر
انہیں جھارے۔ اور ان دونوں سے اپنے چہرہ اور دونوں بازوؤں
کا مسح کر

تبصرہ

احناف کا تیمم کے متعلق جو موقف ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ چہرہ اور بازو دونوں
اعضاء کا اتنا مسح کرنا لازم ہے۔ جتنا وضو کرتے وقت اُن کا دھونا فرض تھا چنانچہ
صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔

ہدایت

التَّيَمُّمُ ضَرْبَانِ يَمْسَحُ بِأَحَدَاهُمَا وَجْهَهُ
وَبِالْآخَرِ يَدَيْهِ إِلَى الْمَرْفَقَيْنِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ التَّيَمُّمُ ضَرْبَانِ ضَرْبَةٌ لِلْوُجْهِ
وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ وَيَنْفُضُ يَدَيْهِ بِقَدْرِمَا يَكْتَانِ
الْتَرَابُ كَيْلًا يَمِيرُ مُثْلَةً وَلَا بُدَّ مِنَ
الْاِسْتِيْعَابِ فِي ظَاهِرِ الزَّوَايِدِ لِقِيَامِهِ
مَقَامَ الْوُضُوءِ

رہدایت اولیں ص ۳۵ کتاب الطہرات

باب التیمم

ترجمہ:

تیمم دو دفعہ زمین پر ہاتھ مار کر کیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ ہاتھ مار کر

اپنا چہرہ اور دوسری مرتبہ اپنے دونوں بازو کہنیوں تک کا مسح کیا جائے گا۔ دلیل یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے۔ دو تیمم کے لیے دو دفعہ زمین پر ہاتھ مارنا ہے۔ ایک ضرب چہرہ کے لیے اور دوسری دونوں ہاتھوں (بازوؤں) کے لیے ہے۔ اور زمین پر ہاتھ مار کر ان کو بھاڑ لیا جائے تاکہ زیادہ مٹی ہوئی ہو مٹی جھڑ جائے۔ یہ اس لیے کہ اگر زیادہ مٹی لگی ہوتے ہوئے منہ پر ہاتھ بھیرا گیا۔ تو اس طرح مشدّد شکل بگڑنے کا خطرہ ہے۔ اور دونوں اعضاء کا مسح کرتے وقت یہ بھی خیال رہے کہ ظاہر روایت کے مطابق دونوں اعضاء میں کوئی تھوڑی سی جگہ بھی ایسی نہیں ہونی چاہیئے جو مسح سے بچی رہے۔ کیونکہ تیمم میں مسح دراصل وضو کے قائم مقام ہے۔

نوٹ

گزشتہ اوراق میں ایک مسئلہ کے ضمن میں اہل تشیع اپنے اوپر کیے گئے اعتراض کا جواب یوں دیتے ہیں۔ کہ خون اور پیپ وغیرہ سے ہمارا مسلک یہی ہے۔ کہ ان سے وضو نہیں جاتا۔ اور ان دونوں سے وضو ٹوٹ جانے کی جو روایت وسائل الشیعہ میں امام جعفر صادق سے منقول ہے۔ وہ ان کے لفظیہ کا منہ ہے۔ اسی طرح یہاں تیمم کے مسئلہ میں بھی جب ان سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ امام صاحب تو پورے چہرہ اور کہنیوں تک بازوؤں کا مسح کرنے کا فیصلہ فرما رہے ہیں۔ اور تم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ تو اس کے جواب میں؟ کہتے ہیں۔ آپ کا یہ قول بھی ”تقیہ“ پر محمول ہے۔

وسائل الشیعہ

أَقُولُ مَسْحُ الرَّجْدِ وَالْيَدَيْنِ إِلَى الْمَدْفَقَيْنِ
مَحْمُولٌ عَلَى التَّقْيَةِ.

رو مسائل الشیعہ جلد ۲

(ص ۹۷۹)

ترجمہ:

میں کہتا ہوں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تیمم کے بارے
میں جو یہ حدیث آئی ہے کہ پورے چہرے اور دونوں بازوؤں
کا کہنیوں تک تیمم میں مسح کرنا چاہیئے۔ یہ تفسیر پر محمول ہے۔ یعنی آپ
نے یہ بات بطور تفسیر کہی ہے۔

حالانکہ یہ سنا تا تاریخ طبرستان پر غلط ہے۔ کیونکہ خود شیعہ کتب اس کی عداوت
کرتی ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا زمانہ ایسا زریں دور تھا۔ کہ جس میں شیعیت
کو پھیلنے پھولنے کا خوب موقع ہاتھ آیا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ امام جعفر
صادق رضی اللہ عنہ سے کھلے بندوں امامیہ کی تعلیم لیتے تھے۔ جیسا کہ کچھ
مسئلہ میں ہم اس کی کچھ وضاحت کر چکے ہیں۔ اس لیے یہ محض بہانہ ہے
حقیقت نہیں۔

ۛ

باب اذان

”اذان“ شمار اسلام میں سے ہے۔ اور اس کے الفاظ بارگاہ رسالت سے حاصل شدہ ہیں۔ کسی کو اپنی طرف سے کسی بیشی کی اجازت نہیں ہے۔ ہذا ہر وہ شخص جو اذان کے ان الفاظ میں زیادتی یا کمی کرے وہ بدعتی بلکہ لعنتی ہے اس بات سے تمام واقف ہیں۔ کہ اذان کے الفاظ میں اہل تشیع نے چند الفاظ زیادہ مقرر کر رکھے ہیں۔ مثلاً محمد و آل محمد خیر البریہ، اشہد ان علیاً ولی اللہ، اشہد ان علیاً امیر المومنین حقا۔ اگر ان سے اس بارے میں عام آدمی گفتگو کرے۔ تو کہتے ہیں۔ تمہاری اہل سنت کی اذان میں نہ اہل بیت کا ذکر ہے۔ اور نہ ہی تم علی ولی اللہ کہہ کر ان کی ولایت کا اقرار کرتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے۔ تمہارے دل میں نہ اہل بیت سے محبت ہے۔ اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ کو ولی اللہ کہنا گوارا کرتے ہو۔ لیکن یہ امن کا ایک فریب اور دھوکہ ہے۔ ان کی اذان کے زائد الفاظ جو تقریباً آٹھ کلمات بنتے ہیں۔ ان کو بہت بعد میں اذان میں شامل کیا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کے زمانہ سے حضرت موسیٰ بن جعفر کے زمانہ تک وہی اذان ہوتی تھی۔ جو اہل سنت دیتے ہیں۔ اور اسی کا حکم ائمہ اہل بیت دیتے رہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ آبَائِهِ عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حَدِيثٍ تَفْسِيرِ الْإِذَانِ أَنْهُ قَالَ فِيهِ
 اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ،
 أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ،
 أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ،
 حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، اللَّهُ أَكْبَرُ،
 اللَّهُ أَكْبَرُ - لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

(وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۶۲)

(ابواب الاذان)

(من لا يحضره الفقيه جلد اول)

ص ۱۸۸ فی الاذان والاقامة

ترجمہ:

جناب موسیٰ بن جعفر اپنے آباؤ اجداد کے ذریعہ سے حضرت علی
 المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اذان کی تفسیر میں حدیث بیان کرتے
 ہوئے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں - اللہ اکبر چار مرتبہ - اشہد
 ان لا اله الا اللہ دو مرتبہ، اشہد ان محمد رسول اللہ و محمد
 حتی الصلوة دو مرتبہ حتی اعلی الفلاح دو مرتبہ اللہ اکبر دو مرتبہ

اور ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ۔

نوٹ:

وسائل الشیعہ کی مذکورہ روایت جو امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی۔ اس میں انہوں نے اپنی ذات سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک تمام ائمہ کی یہی اذان بیان کی۔ یعنی ۱۔ موسیٰ کاظم، ۲، امام جعفر صادق۔ ۳۔ امام محمد باقرؑ۔ ۴۔ امام زین العابدینؑ۔ ۵۔ امام حسینؑ۔ ۶۔ امام حسنؑ۔ ۷۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اجمعین۔ لگاتار اہل بیت کی یہ اذان تھی۔ اور یہی اذان اہل سنت کہتے ہیں۔ اس میں ان آٹھ کلمات کا نام و نشان نہیں ہے۔ جو اہل تشیع نے اپنی اذان میں زائد کر لیے ہیں۔ اس سے اہل تشیع کا وہ دھوکا بھی کھل کر سامنے آ جاتا ہے کہ سینوں کو چونکہ اہل بیت سے محبت نہیں۔ اس لیے وہ اذان میں ان کا نام نہیں لیتے۔ بلکہ یہ الزام تو خود ان کے سر آتا ہے۔ کہ جن ائمہ کے تم فدائی اور شیدائی کہلاتے ہو۔ ان کی اذان کو تم نے انہی الفاظ سے کہنا قبول نہ کیا۔ بلکہ اپنی طرف سے اس میں چند کلمات داخل کر لیے۔ ائمہ اہل بیت سے مروی اذان وہی ہے جو ہم اہل سنت دیتے ہیں۔ اس لیے ان کے صحیح جاشین اور پیر و ہم ہیں نہ کونم۔ وسائل الشیعہ میں مذکور کلمات اذان کے متعلق جب ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔ تو تیمم کی طرح یہاں بھی ”تقیہ“ کی رٹ لگاتے ہیں۔ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں وہ تقیہ، کی کیا ضرورت تھی۔ شیر خدا ہوں۔ اور خلیفہ وقت بھی ہوں۔ اور حق کے اظہار کے متعلق سب ایک طرف اور آپ تنہا ایک طرف تب بھی کوئی ہچکچی ہٹ نہ فرمائیں۔ اس کے باوجود اہل تشیع ان پر وہ تقیہ، کا الزام لگا کر اپنا اٹو سیدھا

کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے بعد امام حسن و حسین جو حق کامرندی کی خاطر قربان ہو گئے۔ ناقابل یقین ہے کہ وہ اذان کے الفاظ میں ”وقتہ، کریں۔ پھر اصل و اصول شیعہ ص ۲ کے تاریخی حوالہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا زمانہ شیعیت کے فروغ کا سہرا زمانہ تھا۔ اس میں ”وقتہ“ کی کیا ضرورت۔ ان حقائق کی روشنی میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ اذان کے الفاظ و کلمات وہی ہیں۔ جو ان ائمہ سے مروی ہیں۔ جو یہ خود اپنے اپنے دور میں کہتے رہے۔ اب ذرا انہوں کی بھی سن لو۔ ان زائد کلمات اذان کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں۔

اذان میں زیادتی نے والا
گنہگار ہے

المبسوط

فَإِمَّا قَوْلُ أَشْهَدُ أَنَّ حَلِيتًا أَمِيرًا مُؤْمِنِينَ
وَأَلْ مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ عَلَى مَا وَرَدَ فِي شَوَاهِدِ
الْأَخْبَارِ فَلَيْسَ بِمَعْمُولٍ عَلَيْهِ فِي الْأَذَانِ وَتَوَفَعَكَ
الْإِنْسَانُ يَا ثَمَرُ بِهِ غَيْرَ أَكْثَرُ لَيْسَ مِنْ فَضِيلَةِ الْأَذَانِ
وَلَا كَمَالِ -

(المبسوط جلد ۱، مطبوعہ مکتبہ المدینہ، طبع جدید)

ترجمہ:

اذان میں یہ کہنا ”اشھد ان علیا امیر المؤمنین

اور آل محمد خیر البریۃ، جیسا کہ شافعیہ میں آیا ہے۔
ان کے کہنے پر کوئی کار بند نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص اذان میں
یہ کلمات کہتا ہے۔ تو وہ گنہگار ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ کلمات اذان کی
فضیلت اور کمال میں سے بھی نہیں ہیں۔

اللعة الدمشقية

فَلِهَذَا جُمِلَهُ الْفُصُولِ الْمَنْقُولَةِ شَرَعًا وَ لَا
يَجُوزُ اِعْتِقَادُ شَرْعِيَّةِ غَيْرِ هَذِهِ الْفُصُولِ
(فِي الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ كَالْتَّشَهُدِ بِالْوِلَايَةِ)
لِعَلِّي عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا وَ اِلَيْهِ ،
خَيْرُ الْبَرِيَّةِ اَوْ خَيْرُ الْبَشَرِ وَ اِنَّ كَانَ
اَلْعَوَاقِعَ كَذَا لِكَ ، فَمَا كُنْ وَ اِقِ حَقًّا يَجُوزُ
اِدْ خَالَهُ فِي اَلْعِبَادَاتِ الْمَوْظُفَةِ شَرْعًا اَلْحُدُودَ
مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَكُوْنُ اِدْ خَالُ ذَا لِكَ فَيُهَابِدُ عَدُوَّ
وَقَشْرِيْعًا۔

اللمعة الا مشقية الفصل

الثالث في كيفية الصلوة

جلد اول ص ۲۴۰ مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

مذکورہ اذان جو کہ اہل سنت کی اذان کے مطابق ہے۔

یہی شرع میں منقول ہے۔ اس کے علاوہ زائد کلمات کا شرعی طور پر درست سمجھنا جائز نہیں ہے۔ چاہے وہ اذان میں ہوں یا اقامت میں جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ کی ولایت کی گواہی کے الفاظ اور محمد وآل کے خیر البریہ اور خیر البشر ہونے کے الفاظ ہیں۔ اگرچہ جو کچھ ان کلمات میں کہا گیا ہے۔ وہ واقعہً درست ہے۔ لیکن ہر وہ بات جو واقع کے مطابق سچی اور حقیقی ہو اُسے ایسی عبادات میں داخل کر لینا جو شرعی وظیفہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حد بندی کی گئی ہو۔ جائز نہیں ہو جاتا۔ لہذا ان کلمات کا اذان میں داخل کرنا بدعت ہے۔ اور ایک نئی شریعت بنانا ہے۔

ومائل الشیعہ

وَقَالَ الضُّدُّ وَقِي بَعْدَ مَا ذَكَرَ حَدِيثُ
أَبِي بَكْرٍ الْخَضِرِيِّ وَكُلَيْبِ الْأَسَدِيِّ هَذَا
هُوَ الْأَذَانُ الصَّحِيحُ لَا يَزَادُ فِيهِ وَلَا يَنْقُصُ
مِنْهُ وَالْمُفَسِّرُ ضَمَّنَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ قَدْ وَضَعُوا
أَخْبَارًا وَزَادُوا ابْنَهُ فِي الْأَذَانِ مُحَمَّدٍ
وَالِ مُحَمَّدٍ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ مَرَّتَيْنِ وَفِي بَعْضِ
رَوَايَاتِهِمْ بَعْدَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ
أَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللَّهِ مَرَّتَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ
رَوَى يَذَلُّ ذَلِكَ أَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

حَقًّا مَرَّتَيْنِ وَلَا تَشْكُ أَنْ عَلَيْكَ وَلِيُّ اللَّهِ وَاتَّكَمَ
 أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ حَقًّا وَأَنَّ مُحَمَّدًا وَاللَّهُ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ
 وَلَكِنَّ ذَلِكَ لَيْسَ فِي أَصْلِ الْإِذَانِ وَإِنَّمَا
 ذَكَرَتْ ذَلِكَ لِتَعْرِفَ بِهَذِهِ الزِّيَادَةِ الْمُتَلِمُونَ
 بِالتَّفَرُّيْضِ الْمَوْلَسُونَ أَنْفُسَهُمْ فِي جَمَلَتِنَا
 اِنْتَهَى كَلَامُهُ۔

۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۴

صفحہ ۶۳۸ کتاب الصلوٰۃ

باب الاذان

۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ

جلد اول صفحہ ۱۸۸ باب الاذان

والاقامہ

ترجمہ:

ابو بکر حضرمی اور کبیب اسدی کی حدیث ذکر کرنے کے بعد شیخ
 صدوق نے کہا۔ یہی دینی اہل سنت والی اذان صحیح اذان
 ہے۔ نہ اس میں زیادتیاں کی گئی ہیں اور نہ اس سے کچھ الفاظ کم کیے
 گئے ہیں۔ اور گروہ مفسدہ (اشترکی اُن پر لعنت ہو) نے بہت سی
 روایات گھڑیں۔ اور ان کی بنا پر انہوں نے اذان میں ”محمد و آل
 محمد خیر البریہ“ کے الفاظ دومرتبہ کہنے کے لیے بڑھا دیئے۔ اور ان
 کی بعض روایات میں اشہد ان محمد رسول اللہ کے بعد
 اشہد ان علیاً ولی اللہ دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ ان مفسدین سے

بعض نے ان الفاظ کی بجائے یہ الفاظ روایت کیے ہیں وہ اشہد
ان علیا امیرا المؤمنین حقا، یہ بات یقینی ہے۔ کہ حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وولم اللہ، ہیں اور سچے امیر المؤمنین ہیں۔ اور
محمد و آل محمد خیر البریۃ ہیں۔ لیکن یہ الفاظ اصل اذان
میں نہیں ہیں۔ میں نے یہ الفاظ اس لیے ذکر کیے ہیں تاکہ ان کی وجہ
سے وہ لوگ پہچانے جاسکیں۔ جو مفوض ہونے کی اپنے اوپر تہمت لیے
ہوئے ہیں۔ اور اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو ہم اہل شیعہ ہیں
سے شمار کرتے ہیں۔

فقہ امام جعفر صادق

ثَبَّتَ بِالْإِجْمَاعِ أَنَّ الْإِمَامَ الصَّادِقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
كَانَ يُقْرَأُ مِنْ مَحْمَدًا - اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ،
اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ
حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى
عَلَى الْفَلَاحِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، حَتَّى عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ
حَتَّى عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ -

وَأَتَّفَقُوا جَمِيعًا عَلَى أَنَّ قَوْلَ رَأْشَهُدُ أَنْ عَلِيًّا
وَلِيِّ اللَّهِ، كَثِيرٌ مِنْ قُصُولِ الْأَذَانِ وَأَحْزَانِهِ

وَأَنَّ مَنْ أَتَى بِهِ بِذِيئَةٍ أَتَى مِنْ الْإِذَانِ فَقَدْ أَبْدَحَ
فِي الذِّئْبِ وَأَدْخَلَ فِيهِ مَا هُوَ خَارِجٌ عَنْهُ

(فقہ امام جعفر صادق مصنف محمد جواد مغنیہ طبر)

ص ۱۶۶ مطبوعہ قم ایران طبع جدید

ترجمہ:

بالاجماع ثابت ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ یقول اذان میں
کرتے تھے۔ اللہ اکبر چار مرتبہ، افسلہ ان لا الہ الا
اللہ دو مرتبہ، افسلہ ان محمدا رسول اللہ دو مرتبہ
حتی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ حتی علی الفلاح دو مرتبہ
حتی علی خیر العمل دو مرتبہ، اللہ اکبر دو مرتبہ
اور ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ۔ اور تمام کا اس بات پر بھی اتفاق
ہے۔ کہ "اشہد ان علیا ولی اللہ"، کلمات اذان اور اس کے اجزاء
میں سے نہیں ہے۔ اور اس پر بھی کہ جو شخص ان الفاظ کو اس
بیت سے کہتا ہے۔ کہ یہ بھی اذان میں شامل ہیں۔ تو اس نے
دین میں بدعت نکالی۔ اور وہ بات دین میں داخل کر دی جو اس
سے خارج تھی۔

لمفکر:

کتب شیعہ کے مذکورہ حوالہ جات سے معلوا ہوا کہ

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہ امام موسیٰ کاظم تک کلمات اذان
وہی تھے جو اب اہل سنت کی اذان کے ہیں۔

۲۔ اشہد ان علیا ولی اللہ اور محمد و آل محمد خیر البریہ کے الفاظ ایسی روایات میں مذکور ہیں۔ جو شاذ ہیں۔

۳۔ ان دونوں زائد کلمات کو کہنے والا گنہگار ہے۔

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ کا دلی اشد ہو نا اور محمد و آل محمد کا خیر البریہ ہونا۔ واقعہ درست ہے۔

۵۔ لیکن ان الفاظ کا کلمات اذان میں شامل کرنا بدعت اور نبی شریعت گھرنا ہے۔

۶۔ علی ولی اللہ، محمد و آل محمد خیر البریہ کے الفاظ اذان میں موقوفہ نے داخل کیے جو ملعون ہیں۔

ان امور کو مد نظر رکھ کر اس دور کے اہل تشیع کی اذان کے الفاظ پر غور کریں۔ اور ان میں دیکھیں۔ کہ کیا کیا الفاظ زیادہ ہیں۔ ان زیادہ الفاظ کی وجہ سے انہوں نے ائمہ اہل بیت کی اذان کو من و عن قبول نہ کر کے اپنی مرضی کی شریعت گھڑی۔ اور اس بدعت کی بنا پر وہ گنہگار ہوئے اور اپنے آپ کو موقوفہ نامی ملعون فرقتے میں سے شمار کرایا۔ یہ سب باتیں ہم نے اپنی طرف سے اگر کسی جوتیں۔ تو پرواہ نہ کی جاتی۔ لیکن یہ باتیں حضرات ائمہ اہمیت اور شیعہ مجتہدین کی ہم نے نقل کی ہیں۔ اب ان کی محبت کا دعویٰ کرنے والے اور ان کے ارشادات کو شریعت سمجھنے والے اپنے بارے میں خود فیصلہ کریں۔ کہ وہ اپنے دعویٰ میں کہاں تک سچے ہیں۔ اور کس حد تک ان کی باتوں پر عمل پیرا ہیں۔

اذان میں الفاظ ولایت و امامت وغیرہ کے بارے میں شیخ صدوق کا فتویٰ کہ یہ زیادتی ایک لغتی مفوضہ فرقے نے کی ہے

”من لایحضرہ الفقیہہ“ کے مصنف شیخ صدوق (کجس کی روایت ابھی گزری) نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی و منقول الفاظ اذان کو لکھنے کے بعد ان الفاظ کے بارے میں اپنا فتویٰ دیا۔ جوابی تشیع نے بطور اضافہ اذان میں شامل کر لیے ہیں۔ اور بتلایا کہ یہ کن عیسوں کی سازش تھی۔ ملاحظہ ہو۔

من لایحضرہ الفقیہہ

وَقَالَ مُصَنِّفُ هَذَا الْكِتَابِ هَذَا هُوَ الْأَذَانُ
الصَّحِيحُ لَا يُزَادُ فِيهِ وَلَا يُنْقَضُ مِنْهُ وَالْفَوَسَةُ
لَعَنَهُمُ اللَّهُ قَدْ وَصَعُوا أَحْبَارًا وَزَادُوا فِي الْأَذَانِ
مُحَمَّدٌ وَالْمُحَمَّدِ حَبِيبُ الْبَرِيَّةِ مَرَّتَيْنِ وَفِي
بَعْضٍ رَوَايَاتِهِمْ بَعْدَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ أَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللَّهِ مَرَّتَيْنِ
وَمِنْهُمْ مَنْ رَوَى بَدَلَ ذَلِكَ أَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا
أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ حَقًّا مَرَّتَيْنِ وَلَا شَكَّ فِي أَنَّ عَلِيًّا

وَلِیُّ اللّٰهِ وَآلُہٗ اَیْمٰنُ الْمُؤْمِنِیْنَ حَقًّا وَاَنْ مُحَمَّدًا وَاٰلُہٗ
 صَلَوةُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ وَالْحَقُّ لَیْسَ
 ذٰلِکَ فِیْ اَصْلِ الْاِذَا نِ وَ اِنَّمَا ذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِیَعْرِفَ
 بِہِذِہِ الزَّیَادَۃِ السَّیِّئُومُونَ بِالتَّغْوِیْضِ الْمُدَّکِسُوْنَ
 اَنْفُسَہُمْ فِیْ جُمْلَتِنَا۔

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۸۸ تا ۱۸۹)

فی الاذان والاقامۃ الخ مطبوعہ تہران
 طبع جدید

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ ص ۹۳ باب الاذان
 والاقامۃ طبع قدیم مطبوعہ کعبنور)

ترجمہ:

اس کتاب (من لا یحضرہ الفقیہ) کا کتا ہے۔ کہ صبح اور کامل اذان وہی
 ہے۔ جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اسی کتاب میں روایت
 کی گئی ہے۔ نہ اس میں زیادتی ہو سکتی ہے اور نہ ان الفاظ سے کم حواس میں
 مذکور ہوئے۔ ”مفوض“ نامی گروہ پر اللہ کی لعنت ہو۔ انہوں نے بیت سی
 من گھڑت باتیں بنائیں۔ اور ان من گھڑت باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے
 کہ انہوں نے اذان میں ”محمد والہ خیر البریۃ“ کے الفاظ لڑھا
 دیئے۔ انہی کی کچھ دوسری من گھڑت روایات میں یہ بھی ہے کہ اشہد
 ان محمد رسول اللہ کے الفاظ کے بعد دو مرتبہ مؤذن یہ بھی
 کہے۔ ”اشہد ان علیا ولی اللہ“ ان میں سے ہی بعض نے
 مذکورہ الفاظ کی جگہ یہ الفاظ کہنے کو کہا۔ ”اشہد ان علیا ابیہ المؤمنین

حَقًّا۔

یہ باتیں حقائق پر مبنی ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ "و لی اللہ" میں آپ "امیر المؤمنین بالحق" ہیں۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک و خیر البریہ، میں لیکن اس حقیقت کے ہوتے ہوئے یہ الفاظ ہرگز ہرگز اذان میں داخل نہیں۔ ہیں (مصنف) نے یہ بات اس لیے ذکر کی تاکہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کی پہچان ہو جائے۔ جو "مفوضہ" کہلاتے ہیں۔ اور ہم میں سے اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں۔

شیخ صدوق (مصنف من لایحضرہ الفقیہ) نے کتنے واضح الفاظ میں اس کی نشاندہی کر دی۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کی اذان وہی ہے۔ جو مذکور ہوئی اور جو لوگ مذکور اذان میں زیادہ الفاظ پڑھتے ہیں۔ ان کا تعلق "مفوضہ" نامی فرقے سے ہے۔ کلمہ ولایت وغیرہ کے اضافے پر ہم شیعہ لوگوں پر الزام نہیں ہو سکتا۔ ہم اس سے بری ہیں۔ کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول اذان میں ایسے کلمات کا نام و نشان تک نہیں۔ اور ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ امام موصوف سے مذکور اذان میں کمی بیشی ہرگز ہرگز جائز نہیں آئیے چلتے چلائے "مفوضہ" نامی گروہ کا کچھ تعارف بھی ہو جائے۔ اسی "من لایحضرہ الفقیہ" کتاب کے حاشیہ پر اس گروہ کا تعارف یوں لکھا ہے

مفوضہ نامی گروہ کا مختصر تعارف

حاشیہ من لایحضرہ الفقیہ

الْمُعْتَقُ صَدِّقَةُ مَا لَدَى مَا لَتْ بِأَنَّ اللَّهَ خَلَقَ مَعَهُ
(ص) وَقَدْ مِنْ إِلَيْهِ خَلَقَ الدُّنْيَا فَلَهُوَ الْخَلَّاقُ وَقِيلَ

بَلَىٰ مَقْصُودَ إِلَٰهِكَ إِلَىٰ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(حاشیہ من لایحضرہ الفقیہہ جلد اول ص ۸۸
فی الاذان والاقامة الخ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

”مغفرت“ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ اس کے بعد ذنب کی پیدائش کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ لہذا آپ ہی ”وہبت“ زیادہ پیدا کرنے والے ”ہوئے“ اور ان کے عقائد میں یہ بھی عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش کا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔
”ومن لایحضرہ الفقیہہ مطبوعہ قدیم کے نسخہ کے حاشیہ پر اس گمراہ کا تعارف ان الفاظ سے کرایا گیا ہے۔“

حاشیہ من لایحضرہ الفقیہہ

الْمُقَوَّصَةُ هُمُ الَّذِينَ قَوَّصُوا الْأُمُورَ مِنَ
التَّحْلِيلِ وَالتَّحْرِيمِ إِلَى الْبَيْتِ وَعَلَيْتٍ وَقَالُوا
إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا وَلَمْ يُحَلِّلْ بَلَىٰ مِمَّا
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔

(حاشیہ من لایحضرہ الفقیہہ مطبوعہ قدیم
لکھنؤ ص ۹۳)

ترجمہ:

”مفوضہ“ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمام امور کے حلال و حرام کرنے کا اختیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر رکھا ہے اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی شئی کو حلال کیا۔ اور نہ ہی حرام بلکہ یہ کام ان دونوں اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔

گروہ مفوضہ کے گمراہ اور لعنتی ہونے پر ائمہ
اہل بیت کا اتفاق ہے

احتجاج طبرسی

و قد روى عن ابي الحسن الرضا عليه السلام
من ذم الغلاة والمفوضة وتكفيرهم و
تضليلهم والبراءة منهم ومتن والاهم
وذكر علة ما دعاهم الى ذلك الاعتقاد
الفاسد الباطل ما قد تقدم ذكر طرف منه
في هذا الكتاب وكذا الكروى عن ابا محمد وابائه
عليهم السلام في حقهم والامر ببعثهم والبراءة
منهم واشاعة حالهم والكشف عن سوء اعتقادهم
الى لا يعلق بقائلهم ضعفاء الشيعة ولا يعتقد

مَنْ خَالَفَ هَذِهِ الطَّائِفَةَ اِنَّ الشَّيْعَةَ اِلَّا مَا مَيَّتَ
بِاسْرِ مِرْعَايَ ذَاكَ لَعْنُوْهُ وَمَيَّتَ وَ مَيَّتَ اِحْتَقَدَهُ
وَذَهَبَ اِلَيْهِ۔

راجہ حاج طبری جلد دوم ص ۲۳۱ / کلام
الامام الرضا علیہ السلام فی ذکر
الغلاة النعم مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ حد سے بڑھنے
والے (شیعہ) اور مغوضہ نامی فرقہ کی آپ نے مذمت کی۔ اور ان کو کافر
اور گمراہ بھی کہا۔ اور ان سے کامل بیزاری کا بھی اظہار کیا۔ صرف اس گروہ
کے متعلق ہی امام موصوت کے یہ خیالات نہ تھے۔ بلکہ ہر شخص کے بارے
میں آپ کا یہی خیال تھا۔ جس نے ان سے دوستی رکھی۔ اور امور ولایت
ان کے سپرد کیے۔ آپ نے وہ وجہ بھی بیان فرمائی۔ کہ جس کی بنا پر آپ
نے ان کی اس قسم کے الفاظ سے مذمت کی۔ یعنی اس گروہ کے وہی ناسد
عقیدے اور باطل نظریات کہ جن میں سے کچھ پہلے ذکر ہو چکے ہیں۔

امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان کے اباؤ اجداد اور ان کے صاحبزادگان
نے بھی اس فرقہ کی مذمت ایسے الفاظ سے کی۔ جو امام سے منقول ہوئے۔ ان
سے علیحدگی اختیار کرنا، ان پر لعن طعن کرنا، ان کے عقائد و اعمال پر لوگوں کو مطلع
کرنا اور ان کی بدعتیہ گی کی تشہیر یہ ایسی باتوں کا ان حضرات نے حکم دیا ہے۔ تاکہ
مذہب شیعہ کے کمزور عقیدے والے لوگ ان کی میٹھی میٹھی باتوں کے دھوکہ میں
نہ آئیں۔ اور اس لیے بنی ایسا کونا ضروری ہے۔ تاکہ ہر وہ شخص جو اس گروہ مغوضہ

کا مخالف ہے۔ وہ یہ اعتقاد نہ کر بیٹھے۔ کہ شیعہ تمام کے تمام ہوتے ہی ایسے ہیں ہم اس گروہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ ہم ان کے اعتقادات سے بیزاری کرتے ہیں۔ اور ہر ایسے شخص سے ہماری کٹی جو ان کا ہم مذہب ہے۔

خلاصہ کلام:

حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام آباؤ اجداد و صاحبزادگان یعنی تمام ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کا یہی ارشاد ہے۔ کہ "مفوضہ" نامی فرقہ کافر، گمراہ اور بد مذہب ہے۔ کیونکہ ان کے عقائد کفر و رباطل پر مبنی ہیں اور ان لعینوں نے ہی ائمہ اہل بیتؑ مروی اذان میں دو کلمہ ولایت وغیرہ، کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔ اصل اذان میں وہ کلمات نہیں۔ علامہ طبرسی نے اپنی تصنیف احتجاج طبرسی میں جو نقل کیا۔ اس سے صاف واضح کہ موجود دور کے شیعہ (جو کہ اذان میں انہی کلمات کا اضافہ کرتے ہیں جن کا مفوضہ کیا) مفوضہ فرقہ سے متعلق ہیں۔ ان کا مذہب بعینہ انہی کا ہے۔ ان تمام شیعوں کا نہ تو امام رضا رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہ ان کے آباؤ اجداد سے کوئی عقیدت۔ کیونکہ ان حضرات کے نزدیک اذان میں مذکور اضافہ کی بنا پر مفوضہ ہوئے۔ اور یوں ائمہ اہل بیتؑ کے نزدیک گمراہ اور ملعون قرار پائے۔

نیز اس سے بھی واضح ہو گیا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے منقول و مروی اذان انہی کلمات پر مشتمل ہے۔ جو اہل سنت و جماعت کی اذان میں ہیں۔ لہذا حضرات ائمہ اہل بیتؑ کے ہاں مقبول و منظور اہل تشیع انہیں بلکہ اہل سنت و جماعت ہیں۔

(ذالك فضل الله يوتيہ من يشا من عبادہ)

ایک اعتراض!

اگر کوئی شیعہ یہ اعتراض کرے کہ ہمیں تم کہتے ہو کہ تم نے اذان کے کلمات میں اضافہ کیا ہے۔ اور ایسا کرنا بدعت ہے۔ تو تم سنیوں نے بھی تو ایسا کیا ہے۔ ثبوت یہ ہے کہ الصلوٰۃ خیر من النور۔ صبح کی اذان میں زیادہ کیا گیا ہے۔ اور ہم اپنی اذان میں اس لیے نہیں پڑھتے کہ یہ الفاظ ناجائز ہیں۔ اور کسی امام نے یہ نہیں کہے۔ البتہ اس کو بدعتِ عمر بن الخطاب کہا جاسکتا ہے:-

جواب

اس سوال کے جواب میں ہم اولاً یہ گزارش کرتے ہیں۔ کہ ان الفاظ کے ناجائز ہونے کی وجہ اگر یہ ہے کہ ان کا معنی اور مفہوم غلط ہے اور شریعت کے خلاف ہے۔ تو یہ وجہ بالکل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ ان الفاظ کا معنی یہ ہے۔

نماز نیند سے بہتر ہے۔ اور ہر ذی عقل اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ نماز واقعی نیند سے بہتر ہے۔ اگر اس کے علاوہ وجہ ہے کہ ائمہ اہل بیت میں سے کسی سے اذان صبح میں یہ الفاظ کہنا مروی نہیں۔ اور اس لیے ہم اہل تشیع ان الفاظ کو ناجائز کہتے ہیں۔ تو اس سلسلہ میں ہم گزارش کرتے ہیں۔ کہ ان الفاظ کی ادائیگی ائمہ اہل بیت میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور یہ روایت بھی کتب اہل تشیع میں پائی جاتی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تہذیب الاحکام

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ أَبِي يُسَادِئِي
فِي بَيْتِهِ بِالصَّلَاةِ خَيْرَ مِنَ النَّوْمِ وَلَوْ رَدَّتْ
ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ بِهِ بَأْسٌ۔

۱۔ تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۶۲

فی عدد فصول الاذان

والاقامة۔

۲۔ وسائل الشیعة جلد دوم

صفحہ ۶۵۱

ترجمہ:

”محمد بن مسلم، حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ امام موصوف نے فرمایا کہ میرے والد گرامی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں ”الصلاة خیر من النوم“ کہا

کرتے تھے۔ اور اگر میں بھی ان کلمات کو دہرائوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

”الصلوة خیر من النور“ کے بارے میں ہم تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے۔ بلکہ اذان فجر میں یہ الفاظ آپ کے ارشاد فرمانے سے پڑھے گئے۔ اب اگر انہیں ناجائز کہا جاتا ہے۔ تو پھر لازم آئے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ ناجائز کلمات اذان میں کہنے کا حکم دیا۔ اور پھر انہی ناجائز الفاظ کو امام زین العابدین نے بار بار کہا۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ انہیں کہنا غلط اور ناجائز نہیں سمجھتے۔ ان ائمہ کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔ لہذا اگر یہ بدعت ہے۔ تو بدعتِ امامی بھی ہوگی۔ صرف بدعتِ عمری ہی نہیں ہوگی۔ ان الفاظ کو بطور تشوہب کہا گیا جن سے لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

نوٹ:

اہل تشیع شاید یہ کہہ دیں۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے الفاظ مذکور بطور تقیہ کہے تھے۔ جیسا کہ تیمم اور خون و پیپ کے مسئلہ میں یہ کہہ دیتے ہیں۔ ہم امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ”تقیہ“ مان کرنے کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ”تقیہ“ کا معنی کھلم کھلا بھوٹ ہوتا ہے۔ اور امام موصوف اس عیب نقص سے بہت دُور تھے۔ دوسری وجہ تسلیم نہ کرنے کی یہ بھی ہے۔ کہ ”تقیہ“، اہل تشیع کے نزدیک بوقتِ خوف کام میں لایا جاتا ہے۔ لیکن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو کیا اپنے گھروالوں سے خوف تھا۔ وہ ان کے جانی دشمن تھے۔ ان کی شر سے بچنے کے لیے آپ یہ الفاظ کہتے رہے۔ اگر گھروالوں سے کوئی خوف نہ تھا

اور واقعی نہ تھا۔ تو پھر ان کلمات کو ”تقیہ“ پر محمول کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ امام صاحب نے خوف و خطر کے نہ ہوتے ہوئے بھی یہ تقیہ کیا۔ کیا یہ صریح جھوٹ نہ بنے گا۔

معلوم ہوا کہ الصلوٰۃ خیر من النوم، جس طرح اہل سنت کی کتب میں سنت نبوی ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح اہل تشیع کی کتب میں اس کا سنت امامی ہونا بھی موجود ہے۔ اذان کے ان چند مسائل سے معلوم ہوا کہ۔۔۔ اہل تشیع نے جو اپنی اذان میں چند کلمات کا اضافہ کیا ہے۔ وہ کسی امام سے مروی نہیں۔ بلکہ ان کے اپنے بطوں کی من گھڑت باتیں ہیں۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

فقہ جعفریہ میں جنبی کی اذان بلا کراہت
جاؤں ہے

من لا یحضرہ الفقیہ:

وَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَا بَأْسَ أَنْ يُؤْذَنَ بِالْعَلَامِ
قَبْلَ أَنْ يَحْتَلِمَ وَلَا بَأْسَ أَنْ يُؤْذَنَ الْمُؤْذِنُ وَهُوَ جُنُبٌ۔

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ ص ۱۸۸ فی الاذان)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۴۴۵۔ فی الاذان)

(۳۔ وسائل الشیخ جلد دوم ص ۲۲۴ کتاب الصلوٰۃ باب الاذان)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر بوط کا بالغ ہونے سے پہلے اذان دیتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اسی طرح منی کی اذان میں بھی کوئی حرج نہیں۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ زُرَّارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ تَوَدُّنَا وَأَنْتَ عَلَى غَيْرِ وَضْعٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَائِمًا أَوْ قَاعِدًا أَوْ أَيُّمَا تَوَجَّهْتَ -

(۱- وسائل الشیعہ جلد ۱)

صفحہ ۲۲، کتاب الصلوٰۃ

(۲- من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱)

ص ۱۸۳ / باب الاذان

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ تو بغیر وضو اذان دے دیا کر۔ اور ایک ہی کپڑے میں اذان ہو سکتی ہے۔ چاہے بیٹھ کر اذان دے یا کھڑے ہو کر اور مجدد مرضی منہ کر کے اذان دے دے۔ (سب جائز ہے)

تبصرہ

تاریخین کرام! مع فقہ جعفریہ، نے اپنے ماننے والوں کے لیے بہت زیادہ

اُسانی پیدا کر دی ہے۔ اور اس اُسانی کی ایک جھلک اذان میں بھی نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ اس کے لیے وضو کرنا ضروری ہے نہ بالغ ہو نا ضروری ہے ذلیلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔



کِتَابُ الصَّلَاةِ

نماز کے متعلق فقہ حنفیہ فریہ سے چند مسائل

مسئلہ نمبر (۱)

دوران نماز بچے کو دودھ پلانے سے نماز
نہیں ٹوٹتی

وسائل الشیعہ:

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَخِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ الْمَرَأَةِ تَكُونُ
فِي صَلَاتِهَا تُرِيضَةً وَوَلَدُهَا إِلَى جَنْبِهَا يَبْكِي وَهِيَ

قَاعِدَةُ مَلٍّ يَصْلِحُ لَهَا أَنْ تَتَنَاوَلَهُ فَتَتَعَدَّ فِي حَجَرِهَا
وَتُسْكُهُ وَتُرْصِعَهُ ۚ قَالَ لَا بَأْسَ۔

(۱- وسائل الشیعہ جلد چہارم

صفحہ ۷ کتاب الصلوٰۃ)

(۲- قرب الامداد ص ۱۰۱ باب جواز

حمل المرأة طفلاً في الصلوٰۃ في

ارضاعها اياد جالساً

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے پوچھا کہ
ایک عورت فرضی نماز پڑھ رہی ہو۔ اس کا بچہ اس کے پیلو میں رہا
ہو۔ اور وہ عورت بیٹھی ہوئی ہو تو کیا اس کے لیے یہ جائز ہے۔ کہ
وہ اٹھ کر بچے کو پکڑے اسے اپنی گود میں بٹھائے۔ اور اسے چپ
کرائے اور دودھ پلائے؟ فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ملحہ فکریہ

نماز اول تا آخر عبادت الہیہ ہے۔ اور اس میں تکبیر تحریمہ کے بعد بجز عبادت
کے دوسرے تمام کام حرام ہو جاتے ہیں۔ اور فاصل کر ایسا کام کہ خود نمازی اُسے
نماز کے منافی سمجھے، دیکھتے والا اُس کو نمازی نہ جانے۔ اصطلاح فقہ میں اس قسم کے
عمل کو ”عمل کثیر“ کہا جاتا ہے۔ اور عمل کثیر سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اب
اس قانون کو مد نظر رکھ کر آپ مذکورہ مسئلہ دیکھیں۔ عورت حالت نماز میں بچے کو
اٹھاتی ہے۔ اُسے چپ کراتی ہے۔ اُسے گود میں بٹھا کر اپنا دودھ بھی پلاتی

ہے۔ کیا یہ سب باتیں ہوتے ہوئے دیکھ کر کوئی دوسرا آدمی اس عورت کو نماز پڑھنے والی عورت کہہ سکتا ہے؟ یا وہ خود ان کاموں کے کرتے ہوئے اپنی نماز کو کامل اور مکمل سمجھتی ہے؟ کوئی بھی ایسا ہرگز نہ کہے گا۔ اس لیے اس کی نماز ٹوٹ گئی لیکن قربان جائیں فقہ جعفریہ پر کریہ سب کچھ کرنے کے باوجود ”لا باس“ ہے۔ کوئی کراہت بھی نہیں ہے۔ نماز کا فاسد ہونا یا باطل ہونا تو درکنار۔ ایسی رعایات کسی اور فقہ میں ملنا عقائد ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب شریعت اپنی خواہشات کے مطابق ہو۔ تو پھر ایسی باتیں آدمی ڈھونڈ لیتا ہے۔ اور اگر حضرات اجمیاد کرام کے ذریعہ سے ملنے والی شریعت ہو۔ تو پھر اس میں تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اور نفسانی خواہشات کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح ان انبیائے کرام کے نقش قدم پر چلنے والے حضرات مزاج شریعت سے ہٹ کر آسانیاں تلاش نہیں کیا کرتے۔ جس قدر کسی شرعی حکم میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے اس کا اجر و ثواب بھی اسی قدر بڑھ جاتا ہے۔ اسی فلسفہ کے تحت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ قول مشہور ہے۔ کہ کاش سردیوں میں لگاتار نمازیں ہوتیں اور گرمیوں میں متواتر روزے ہوتے۔ یہ مجھے اچھا لگتا۔ لیکن فقہ جعفریہ کو دیکھیں۔ اس میں تکلیف کم سے کم کر کے بڑے سے بڑا اجر و ثواب حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ تن آسانیاں اور نفس پر دریاں حضرات ائمہ اہل بیت سے مروی ہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ وہ خواہشات نفسانیہ کے پیچھے چلنے والے نہ تھے بلکہ یہ ان لوگوں کی محنت و کوشش کا نتیجہ ہیں۔ جن کو ابوبصیر، زرارہ اور محمد بن مسلم وغیرہ کے نام سے لکھا پڑھا جاتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مسئلہ ۲

دوران نماز بیہوشی یا لونڈی کو سینے سے لگانا جائز ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ مَسْمَعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَقُلْتُ أَكُونُ أَصْلِي فَنَمُرُ فِي الْجَارِيَةِ كَرُبَّمَا
ضَمَمْتُهَا إِلَيَّ قَالَ لَا بَأْسَ.

(وسائل الشیعہ ص ۲۷۳ جلد ۴)

باب عدم بطلان الصلوة بضم

المرأة المحللة

ترجمہ:

مسموع کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ سے پوچھا میں نماز

پڑھ رہا ہوتا ہوں۔ اور میرے اگے سے لوٹتی گزرتی ہے۔ بے اوقات
میں اسے سینہ سے لگا لیتا ہوں (کیا یہ نماز میں جائز ہے؟) فرمایا۔ اس
میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نوٹ:

صاحب وسائل الشیعہ محمد بن حسن نے حدیث مذکورہ جس باب کے
تحت درج کی۔ اس کے عنوان کے یہ الفاظ ہیں۔ باب عدم بطلان الصلوۃ
بعض المرأة المحللة ورویۃ وجهها۔ یہ باب ان احادیث میں ہے۔ کہ
جن میں یہ مذکور ہے۔ کہ کسی طہال عورت کو سینہ سے لگانے اور اس کے چہرہ کو دوران نماز
دیکھنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف جس مذکورہ
حدیث کی نسبت کی گئی ہے۔ اس میں اگرچہ یہ شرط اور قید نہیں ہے۔ لیکن صاحب
وسائل الشیعہ نے یہ قید از خود لگا ئی ہے۔ بہر حال اس سے مراد ایسی عورتیں ہیں
جن کو دوسرے الفاظ میں محرم کہا جاتا ہے۔ یا جن کا اہل تشیع کے نزدیک سینہ
سے لگانا جائز ہے۔ ان سب میں سے زیادہ مواقع اپنی بیوی کے ساتھ میسر آتے
ہیں۔ لہذا اس روایت کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ دوران نماز اپنی بیوی کو
سینہ سے لگایا جائے۔ تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ نماز بھی پڑھو اور مزے
بھی لوٹو۔ خدا بھی راضی کرو اور فضائی کو بھی سینہ سے لگاؤ۔ کیا خوب فقہ ہے۔ اور کیا
خوبصورت عبادت ہے۔ جب متعہ سے عظیم ثواب ملتا ہو۔ تو دوران نماز بیوی
کو گلے لگانے سے نماز کی قبولیت میں کوئی کسر باقی رہ جائے گی؟

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم

مسئلہ ۳

دوران نماز آلہ تناسل سے دل بہلانا جائز ہے۔

وسائل الشیعہ

عن ابی القاسم معاویہ بن عمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قُلْتُ لَهُ الرَّجُلُ يُعْبَثُ بِذَكَرِهِ فِي صَلَاةِ الْمُكْتَوِّبَةِ قَالَ وَمَا لَهُ فَعَلْتُ عِبْتُ بِهِ حَتَّى مَسَّهُ سَيْكُهُ قَالَ لَا بَأْسَ۔

(وسائل الشیعہ جلد چہارم)

ص ۲۷۷

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابوالقاسم معاویہ بن عمار نے پوچھا۔ ایک مرد اگر نماز فرضی کے پڑھتے ہوئے اپنے آلہ تناسل

سے کھینتا ہے۔ پوچھا اُسے کیا ہوا کہ اس نے ایسا کیا؟ میں نے عرض کیا۔
 ویسے ہی کیسے ہوئے اُسے اپنا ہاتھ لگا تا ہے۔ فرمایا کوئی حرج نہیں۔

قابل غور:

”فقہ جعفریہ“ میں نہ خوف خدا نہ شرم مصطفیٰ اور نہ احترام ائمہ اہل بیت کچھ بھی نہیں
 ائمہ رب العزت کی نماز کی صورت میں جو عظیم عبادت کی جا رہی ہے۔ اسی
 میں اپنے ائمہ تناسل سے بیکار اور کسی ضرورت کے بغیر چھیڑ چھاڑ کی جا رہی ہے۔
 اور پھر اس سے نماز ایسی عبادت کے خشوع و خضوع میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور پھر
 کمال ڈھٹائی اور بے حیائی سے اس فعل کی اجازت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف
 منسوب کی جا رہی ہے۔ ظالموں کو نہ جانے ان سے کونسا پڑانا بے مرتقا جس کی وجہ سے
 ایسے مسائل ان کی طرف منسوب کر کے ان کی بدنامی کا سامان مہیا کرنے کی کوشش
 کی گئی۔ اس قسم کی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے اور بھی کئی مواقع مل سکتے تھے
 امام موصوف کے دادا جناب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ ان ،
 ”نام نہاد مجاہدان علی“ کو یاد نہ آیا۔ جب آپ نے نماز پڑھنا شروع کی اور کوفہ
 کی مسجد میں آگ لگ گئی۔ لوگ بچانے کے لیے دوڑے۔ جب آپ نے نماز
 سے سلام پھیرا اور دیکھا کہ لوگ بہت سی تعداد میں جمع ہیں۔ پوچھا۔ یہ لوگ کیوں
 جمع ہوئے ہیں؟ کہا گیا آپ کو پتہ نہیں مسجد کا ایک حصہ آگ لگنے سے بھل گیا اور لقمہ
 حصہ ان لوگوں نے آگ کو بجھا کر بچا لیا ہے؟ فرمانے لگے۔ مجھے اس کی بہا خبر میں
 تو صرف اللہ کی طرف متوجہ تھا۔ ایک طرف تو ائمہ اہل بیت کا نماز میں اس قدر
 استغراق اور دوسری طرف ائمہ تناسل سے کھینچنے کی اجازت دیں؟ اس
 سے صاف ظاہر ہے کہ ایسی روایات لوگوں نے گھڑ کر ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب

کردی ہیں۔ اور انہی روایات کے مجموعہ کا نام ”فقہ جعفریہ“ ہے۔
فاعتبروا یا اولی الابصار

مسئلہ ۷

بخس ٹوپی اور موزہ پہننے ہوئے نماز
پڑھنا جائز ہے

المبسوط

وَإِذَا أَصَابَ حُفْنَهُ أَوْ تَحْتَهُ أَوْ جَوْرَبَهُ أَوْ قَلَنْسَوْتَهُ
أَوْ مَا لَا تَتِمُّ الصَّلَاةُ فِيهِ مُنْقَرِدَةً أَشَى مِنْ التَّجَامِسَةِ
لَمْ يَكُنْ بِالصَّلَاةِ فِيهِ بَأْسٌ۔

(المبسوط جلد اول ص ۳۸)

(کتاب الطہارت)

ترجمہ

جب کسی کے موزہ، تہبند، جراب، ٹوپی یا اس چیز کو نجاست لگ
جائے جسے تہنہا پہن کر نماز نہ ہو سکتی ہو۔ تو ان نجاست بھری اشیاء

کے جوتے ہوئے نماز پڑھنے والے کی نماز میں کوئی نفل نہیں پڑے گا۔

من لا یحضرہ الفقیہ

وَمَنْ أَصَابَ قَلَسُوتَهُ أَوْ عَمَاسَهُ أَوْ تَكَتَهُ
أَوْ جَوْرَبَهُ أَوْ حَقَقَهُ مَتْعَى أَوْ بَعُولًا أَوْ دَمْرًا
أَوْ غَائِطًا فَلَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ فِيهِ وَذَلِكَ
لِأَنَّ السَّلَاةَ لَا تَتَعَرَّفُ فِي شَيْءٍ مِنْ هَذَا وَاحِدُهُ
(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول)

ص ۲۲ فیما ینجس ثوب الخ

ترجمہ:

جس کی ٹوپی، پگڑی، تہبند، جراب، موزہ پر منی لگ جائے یا پیشاب
یا خون یا پاخانہ لگ جائے۔ تو اس کو اپن کر نماز پڑھنے میں کوئی خرابی
نہیں ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ ان میں سے کسی کیسلی چیز سے نماز
نہیں ہو سکتی۔

وسائل الشیعہ

عَنْ زَوَارَةَ قَالَ قُلْتُ كَذِبِي عَبْدَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِنَّ قَلَسُوتِي وَقَعَتْ فِي بَيْدٍ فَخَذْتُهَا وَوَضَعْتُهَا
حَتَّى رَأَيْتُ شَرَّ صَلَاتٍ فَقَالَ لَا بَأْسَ..

۱۰۔ وسائل الشیعہ کتاب الطہارت جلد دوم ص ۴۰۰ باب ۱۰ از احمد فی التام الخ

۲۰۔ مبسوط جلد ۱ ص ۴۸ کتاب الطہارت فی احکام النجاسات الخ

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ میری ٹوپی پیشاب میں گر پڑی تھی۔ اُسے اٹھا کر میں نے سر پر رکھا۔ اور نماز پڑھ لی۔ کیا یہ جائز ہے؟ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

تبصرہ:

قارئین کرام! نماز کی شرائط میں سے جس طرح جسم کی طہارت ہے۔ اسی طرح نماز کے کپڑوں کی پاکیزگی بھی شرط ہے۔ فقہاء کرام نے نجاست کی دو اقسام ذکر کیں۔ غلیظہ اور خفیفہ۔ فقہ جعفریہ کے جو مسائل ابھی مذکور ہوئے۔ جن میں منی پیشاب، پاخانہ اور خون میں آلودہ کپڑے کا تذکرہ تھا۔ تو یہ نجاستیں غلیظہ شمار ہوتی ہیں۔ اور فقہ حنفی کا ان نجاستوں کے بارے میں یہ قول ہے۔ کہ اگر کپڑے کے کسی حصہ پر ایک درہم کی مقدار برابر لگ جائیں۔ تو ایسا کپڑا بہن کو نماز ادا نہ ہوگی۔ ہاں اس سے کم کی صورت میں نماز ہو جائے گی۔ لیکن فقہ جعفریہ کو دیکھیں اگر ٹوپی، جرابیں، پگڑی وغیرہ پیشاب میں گر جائیں۔ تو ان کے دھوئے بغیر نماز کے جواز کا فتوے دیا جا رہا ہے۔ اور اگر یہ تینوں کپڑے پاخانہ سے بھرے ہوئے ہوں۔ اور ان کے ساتھ ساتھ موزوں پر بھی پیشاب یا پاخانہ لگا ہوا ہو۔ اور ایک ”مومن“ نماز پڑھے۔ تو ”فقہ جعفریہ“ اس کو منع نہیں کرتی۔ اور نہ ہی اس کی نماز میں کسی خرابی کی نشاندہی کرتی ہے۔ ان مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے کون عقل مند یہ باور کرے گا۔ کہ یہ مسائل ائمہ اہل بیت نے بیان فرمائے ہیں۔ سر سے لے کر پاؤں تک پیشاب و پاخانہ میں آلودہ ہو۔ اور اللہ کے حضور نماز ایسی عظیم عبادت کے لیے کھڑا ہو۔ یہ ان لوگوں کی اختراع ہی ہوگی۔ جنہیں طہارت سے دور رکھی

تعلق نہیں۔ ایسے مسائل پر مشتمل فقہ کو سیدنا امام باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کرنا ان حضرات کی شان میں بہت بڑی گستاخی اور حد سے زیادہ توہین کے مترادف ہے۔ اس سے قبل پردہ کے مسائل میں آپ اس فقہ میں پردہ کی حدود ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب فردا ان کو بھی پیش نظر رکھ کر اور ان مسائل مذکورہ کو ساتھ ملا کر ایک نمازی کا دوران نماز تصور کریں۔ یعنی اذیتا ناسل پر ہاتھ رکھا ہوا ہو۔ اور دُبر پر کسی کپڑے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ ان کے مذہب میں خود ہی باپردہ ہے۔ قبل پر ہاتھ رکھا۔ اور پردہ کرنے پر نماز شروع کر دی۔ اگر عمامہ باندھنا ہے۔ تو وہ پیشاب میں گر کر یا پافانہ پر پڑ کر ”خوشبودار“ ہو جائے۔ تو پھر اسے سر پر رکھ لیا جائے۔ اور اگر تہ بندل جائے۔ جس کی ضرورت نہیں تو وہ بھی عمامہ کی طرح، معطر، ہونا چاہیئے۔ جہاں پیشاب میں بھیگی ہوئی ہوں۔ ان کپڑوں کو نہ ہن کر جو شخص بھی نماز پڑھتا ہو اس کا تصور کریں۔ اور پھر حضرات ائمہ اہل بیت کی شخصیات کی طہارت و نظافت کا تصور کریں۔ تو یقیناً آپ یہی سمجھیں گے۔ کہ یہ مسائل کسی کو باطن اور معنی نے گھڑے ہیں۔ اور بڑی بے حیائی اور کمال طعنائی سے ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر کے انہیں بدنام کرنے کی ناپاک سازش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق بین بصیرت عطا فرمائے۔ اور حق کو قبول کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فقہ جعفریہ

میں نماز اور اس کے بعد کے وظائف

۱۔ مالے نمازیں سنتی، پر لعنتیے کرنا۔

وسائل الشیعہ

عَنْ يُونُسَ بْنِ عَمَارٍ قَالَ قُلْتُ لِرَبِّي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِنِّي لِي جَارًا مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ آلِ مُعَرِّزٍ قَدْ تَوَّهَ بِاسْمِي وَ
شَهْرِي كُلَّمَا مَرَّرْتُ بِهِ قَالَ هَذَا الرَّافِضِيُّ يَحْمِلُ
الْأَسْوَالَ إِلَى جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ ادْعُ اللَّهَ عَلَيْهِ
إِذَا كُنْتَ فِي الصَّلَاةِ اللَّيْلِ وَأَنْتَ سَاجِدٌ فِي السَّجْدَةِ
الْآخِرَةِ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَتَيْنِ فَاحْمَدِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ
مَجْدَهُ وَقُلِ اللَّهُمَّ إِنَّ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَدْ شَهَرَنِي
وَتَوَّهَنِي وَعَمَلَنِي وَعَرَضَنِي الْهَكَارَةَ اللَّهُمَّ اصْرِمْ بِهِ سُلْطَمًا

مَا جِئَ تَفْعَلُهُ بِدَعْوَتِي أَلَمْ تَرَ قَبْلَ أَجَلِكُمْ وَأَقْلَعُ أَثَرَهُ
وَحَيْثُ ذَا إِلَهِيَا رَبِّ السَّاعَةِ السَّاعَةِ قُمْ فَوَكَّرْتُ أَنْتَ فَعَلْ
ذَلِكَ وَدَعَا حَلِيلِي فَمَلَكَ-

رو مائل الشیعة مضحہ نمبر ۱۱۶۶

مکتب المصلوۃ جلد چہارم

باب استعجاب الدعاء علی العدو

فی السجدة الاخیرة

ترجمہ

یونس بن عمار کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
عرض کیا۔ میرے پڑوس میں ایک آل محرز کا قریشی ہے۔ وہ میرا اونچا اونچا
نام لے کر میری شہرت کرتا ہے۔ جب بھی میں اس کے قریب سے گزرتا
ہوں۔ تو مجھے کہتا ہے۔ یہ رافضی ہے۔ اور جعفر بن محمد کے پاس مال و اسباب
اٹھا کر لے جاتا ہے۔ (میں اس کا کیا کروں؟) امام جعفر نے فرمایا۔ جب
تو نماز تہجد پڑھے۔ اور پہلی دو رکعت کے آخری سجدہ میں جائے۔ تو
اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد یہ بدعا کرنا وہ اے اللہ فلاں
بن فلاں میرا اونچا اونچا نام لے کر مجھے مشہور کرتا ہے۔ اور میرے بارہ
میں غلط باتیں کہتا ہے۔ اے اللہ! اسے بہت جلد ایسا تیرا کردہ میرا
بیچھا چھوڑ دے۔ اے اللہ! اس کی موت کو نزدیک کر۔ اس کا اثر منقطع
کر دے۔ اور اسے پروردگار یہ بدعہ اسی وقت جلدی سے قبول کرے۔
پھر اس شخص نے ایسا کیا۔ اور اس قریشی کے لیے طریقہ مذکور کے مطابق
بدعہ مکی۔ تو وہ ہلاک ہو گیا۔

الحکم کریم:

اس سے قبل چند حوالہ جات میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ فقہ جعفریہ میں کہیں نماز کے دوران عورت کو سینہ سے لگانا، آلات تناسل سے کھینچنا جائز ہے اور اب مذکورہ حوالہ میں دورانِ سجدہ من لھن اور بدعا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اور پھر یہ سب باتیں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے بیان کی جاتی ہیں۔ حالانکہ ائمہ اہل بیت میں سے کوئی بھی نماز ایسی عظیم و اہم عبادت میں اس قسم کی لغویات نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے کو ایسا کرنے کی اجازت دینا ان سے متوقع ہے۔ کہاں سے دورانِ سجدہ بدعا کرنا اور کہاں ان کا مومن مرد و عورت کے لیے بدعا کرنے کا حکم دینا اور اس پر ثواب جنرل فرمانا۔

وسائل الشیعہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسَنَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ قَالَ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِعَدَدِ كُلِّ مُؤْمِنٍ مَضَى وَبَعْدَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَةٍ بَعَثَ إِلَى قَبْرِ الْقِيَامَةِ حَسَنَةً وَ مَخَافَتُهُ مَبِيتُهُ وَ رَفَعَ لَهُ دَرَجَةً -

وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۵۲

کتاب الطہارت باب استنجاء بالاعاءان

نتیجہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص روزانہ ۲۵ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے تمام مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت کا سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نام پر اعمال میں تمام مومن مردوں اور عورتوں کی تعداد کے برابر جو گزیر چکے یا جو موجود ہیں اور تاقیامت انہیں گے۔ نیکیاں عطا فرماتا ہے اور استغفر ہی اس کے گناہ معاف کرتا ہے۔ اور استغفر ہی اس کے عذاب سے بلند کرتا ہے۔

ایک طرف امام جعفر کسی صاحب ایمان کے لیے مغفرت مانگنے پر اس قدر ثواب کا خزانہ سنارہے ہیں۔ اور دوسری طرف دوران نماز سجدہ کے اندر بددعا کی تعلیم دے رہے ہیں۔ عقل سلیم اس دورنگی کو قطعاً ان کی طرف منسوب نہ کرے گی۔ جب ایک عام مومن کے لیے دعا کا یہ عالم تو حضرت صحابہ کرام کے بارے میں حسن عقیدت والے کا کیا مقام ہوگا؟ لیکن کیا کریں ”دن گھڑت فقہ جعفریہ“ کے مسائل پر کہ اس کے بنانے والوں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف کمال ڈھٹائی سے یہ بات منسوب کر دی۔ کوہ چیدہ چیدہ صحابہ کرام پر بعد از نماز لعنت کیا کرتے تھے۔ ہذا جَلَّتْ اَنْ عَظِيْمٌ

فروع کافی:

الخبيري عن الحسين بن ثويد و ابي
سلمة السراج قال سمعنا ابا عبد الله
عليه السلام وهو يلقي في دبر كل مكتوبة
اربعة من الرجال واربعة من النساء فلان

وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ وَمُعَاوِيَةُ يُسَيِّرُهُمْ وَفُلَانَةٌ وَفُلَانَةٌ
وَمِنْهُ وَأُمُّ الْعَكَمِ أُخْتُ مُعَاوِيَةَ۔

۱۔ فروع کافی جلد ۲ ص ۳۲۲

کتاب الصلوٰۃ طبع جدید تھران

۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۳۷

کتاب الصلوٰۃ باب استجاب لعن

اعداء الدین

ترجمہ

النجیری نے حسین بن ثوید اور ابی سلمۃ السراج سے روایت کی ہے۔
ان دونوں نے کہا کہ ہم نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔
کہ وہ ہر فرضی نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے
تھے۔ فلان، فلان، فلان اور معاویہ۔ آپ چاروں کا نام لے کر لعنت
کیا کرتے تھے۔ اور فلان، فلان اور ہند اور امیر معاویہ کی بہن ام الحکم
پر لعنت ہو۔

نوٹ:

یہ یاد رہے۔ کہ روایت مذکورہ میں جن تین مردوں کے نام اگرچہ بقولِ راویان
امام جعفر صادق لے لیے تھے۔ لیکن انہوں نے فلان فلان کہہ کر ان کا نام ذکر نہیں
کیا۔ یہ تین حضرات ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی ہیں۔ اور دو عورتیں جن
کا نام نہیں لیا وہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔

لمفکرہ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق کا نسب تعلق تھا۔ امام جعفر کی والدہ ام فروہ کے جناب صدیق اکبر داوانا تھیں۔ اس رشتہ کی بنا پر خود امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے آپ جدا مجد قرار پائے۔ اور اس رشتہ کو حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ فخریہ بیان کیا کرتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

عمدة المطالب

أُمُّ فَرْوَةَ بِنْتُ الْقَاسِمِ الْفَقِيهِ ابْنِ مُحَمَّدٍ
ابْنِ بَكْرٍ وَأُمُّهَا أَسْمَاءُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ
وَلِهَذَا كَانَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ وَلَدَنِي
أَبُو بَكْرٍ مَرَّتَيْنِ۔

دعمۃ المطالب ص ۱۹۵ تذکرہ عقب

امام جعفر صادق مطبوعہ نجف اشرف
طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ ام فروہ قاسم کی بیٹی اور قاسم فقہیہ محمد بن ابی بکر کا بیٹا ہے۔ اور امام جعفر کی نانی کا نام اسماء ہے جو صدیق اکبر کے بیٹے عبدالرحمن کی صاحبزادی ہے۔ اسی بنا پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ صدیق اکبر نے مجھے دو مرتبہ جنا ہے۔

جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام جعفر صادق کے جد قرار پائے۔ اور

خود امام موصوف نے بھی اس کا باتصریح اعلان فرمایا۔ تو اب روایت بالائی روشنی میں یہی کہا جائے گا۔ کہ امام صاحب نے اپنے جد امجد کو من طعن سے معاف نہیں کیا۔ یہ بات تو ایک عام ایماندار نہ من سکتا ہے۔ اور نہ خود کہہ سکتا ہے۔ کہ میرے دادا نانا ملعون تھے۔ اور پھر فرضی غماز ادا کر کے روزانہ پانچ مرتبہ کھلے بندوں لعنت ہائیے امام جعفر سے ہی پوچھتے ہیں کہ کیا آپ اپنے جد کو ایسا کہا کرتے تھے؟

احقاق الحق

أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ جَدِّي هَلْ يَسُبُّ أَحَدَ آبَاءِ
لَا قَدَّ مَنِيَّ اللَّهُ إِنَّ لَا أَقْدَمُ

(احقاق الحق صفحہ ۷)

ترجمہ:

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے جد امجد ہیں۔ بھلا کوئی اپنے آباؤ اجداد کو گالی دیا کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز کوئی مقام و شان نہ دے اگر میں ابو بکر صدیق کے مقام و شان کا انکار کروں۔

کشف الغمہ

وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا
جَعْفَرٍ مُحَمَّدًا ابْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَنْ حَلِيَّةِ
السَّيِّدِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ قَدْ حَلَى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَيْفَهُ قُلْتُ أَفَقَوْلُ الصِّدِّيقِ
قَالَ فَرَوَيْتَ وَتَبَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقَبِيلَةَ وَقَالَ

نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق
فَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ كُنْهُ الصِّدِّيقِ فَلَا صَدَقَ اللَّهُ لَهُ قَوْلٌ
فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ

دکشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد ۱ ص ۱۴۷

تذکرہ معاجز الامام

قرجہ:

عروہ بن عبد اللہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا
کیا تنوار پر زیور لگانے جائز ہیں۔ تو اپنے فرمایا۔ اس میں کوئی حرج
نہیں۔ ابو بکر صدیق نے بھی اپنی تنوار پر زیور لگائے تھے۔ میں نے
کہا۔ کیا آپ ابو بکر کو صدیق کہہ رہے ہیں؟ یہ سُن کر امام باقر نے تیزی سے
جست لگائی۔ اور بقہ کی طرف منہ کر کے تین مرتبہ فرمایا۔ ہاں وہ صدیق
ہیں۔ جو انہیں صدیق نہیں کہتا۔ اللہ تعالیٰ قیامت اور دنیا میں اس
کی کبھی بات نہیں مانے گا۔

ان حوارجات کے پیش نظر یہی بات سامنے آتی ہے۔ کہ نماز فرضی کے
بعد اصحاب ثلاثہ اور امیر معاویہ پر لعنت بھیجنے کا مسند کسی بد بخت نے گھڑ کر امام جعفر
کی طرف اس کی نسبت کر دی۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ ایسی روایات کا امام جعفر کو
اپنے دور میں کچھ پتہ چلا ہو۔ اسی بنا پر آپ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا۔
”وہ بھلا کئی اپنے بڑوں کو گالی دیا کرتا ہے۔“ ایک طرف امام جعفر یہ فرما رہے ہیں
اور اسی کے ساتھ ان کے والد سختی سے ابو بکر کو صدیق کہہ رہے ہیں۔ اور نہ
ماننے والے کو خدا سے دُور فرما رہے ہیں۔ اور دوسری طرف ان کی تعلیمات
کے برعکس ان سے ہی ان پر لعنت کا جواز پیش کیا جا رہا ہے۔ امام جعفر واقعی

صادق ہیں۔ اور آپ نے ابو بکر صدیق کو پناہ دے دی تھی۔ اور پھر بدر لعنت یا گالی دینا اس کو بڑے تعبدانہ انداز میں بیان کر کے اس کی تادیب فرمائی۔ ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے جد امجد ابو بکر صدیق پر نماز سے فارغ ہونے کے بعد لعنت کیا کرتے تھے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی بہتان ہو سکتا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

نماز باجماعت کی تاکید اور اس کے ترک پر وعید اور اہل تشیع کا عمل

اگرچہ ہمارے پیش نظر فقہ جعفریہ کے طرف مسائل اور انوکھی باتیں ہیں۔ لیکن چلتے چلتے ان اہل تشیع کی قوالا و فعلاد و غلی پالیسی بیان کر دینا مناسب سمجھتے ہیں لہذا جہاں تک ان کی کتب میں بے غار کے لیے وعیدات آئی ہیں۔ انہیں دیکھ کر اور اہل تشیع کا ان پر عمل دیکھ کر آدمی حیرت زدہ جاتا ہے۔ کہ یہ لوگ اہل بیت کی راگنی الہیت ہوئے نہیں تھکتے۔ لہذا اس کے ساتھ ساتھ ائمہ اہل بیت کے نزدیک ان کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔ اس نہایت انہیں خبر نہیں یا پھر بد بخجی ہے۔ ایک دو حوالہ جات بے غار کے بارے میں ملاحظہ ہوں۔

بے نماز کتے، خنزیر اور منافق سے بدتر ہے۔

جامع الاخبار

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ
الصَّلَاةَ ثَلَاثَةً أَيَّامٍ قَاتِلٌ لَا يُغْسَلُ وَلَا يُكْفَنُ
وَلَا يُدْفَنُ فِي قَبْرِ الْمُسْلِمِينَ - قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَكْبُ الْحَمْدُ لِلَّهِ
الَّذِي خَلَقَنِي كَلْبًا وَلَمْ يَخْلُقْنِي خِنْزِيرًا وَيَقُولُ
الْخِنْزِيرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَنِي خِنْزِيرًا وَلَمْ يَخْلُقْنِي
كَافِرًا وَيَقُولُ الْكَافِرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَنِي
كَافِرًا وَلَمْ يَجْعَلْنِي مُنَافِقًا وَالْمُنَافِقُ يَقُولُ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَنِي مُنَافِقًا وَلَمْ يَخْلُقْنِي
تَارِكًا الصَّلَاةَ -

(جامع الاخبار ص ۸۴ / الفصل الرابع)

(والثلاثون)

ترجمہ:

حضرت علیؑ نے فرمایا جس نے تین دن نماز چھوڑ دی۔

پھر وہ مر گیا۔ تو اُسے نہ غسل دیا جائے۔ نہ کفن پہنایا جائے۔ اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں اُسے دفنایا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کتا کہتا ہے۔ کہ اس اٹھ کی تعریف جس نے مجھے کتا بنایا اور خنزیر نے بنایا۔ خنزیر کہتا ہے۔ کہ اس اٹھ کی تعریف جس نے مجھے خنزیر بنایا اور کاغذ بنایا کافر کہتا ہے۔ اس اٹھ کی تعریف جس نے مجھے کافر بنایا۔ اور منافق نے کیا۔ منافق کہتا ہے۔ اس اٹھ کی تعریف جس نے مجھے منافق بنایا ایسے نماز نہ بنایا۔

ستر قرآن جلانے والا، سات دفعہ بیت المعمور

گرانے والا، ستر دفعہ اپنی ماں بدکاری کرنے والا

ستر پیغمبروں کو قتل کرنے والا ایک طرف بے نماز

اس سے بھی بدتر ہے

افوار نعمانیہ

قَدْ وَرَدَ فِي الْأَخْبَارِ أَنَّ مَنْ تَبَسَّرَ فِي وَحْدَةِ تَأْيِيدِ
الْمُصَلِّهِ فَكَأَنَّمَا هَدَمَ الْبَيْتَ الْمُعْمُورَ سَبْعَ مَرَّاتٍ
وَكَأَنَّمَا قَتَلَ أَلْفَ مَلَكٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الْمُتَقَرِّبِينَ

وَالْأَنْبِيَاءِ الْمُرْسَلِينَ - وَلَا أَيْمَانَ لِمَنْ لَا صَلَوةَ لَهُ
وَلَا حِظَّ فِي الْأَسْلَاحِ لِمَنْ لَا صَلَوةَ لَهُ
وَمَنْ أَحْرَقَ سَبْعِينَ مُصْحَفًا وَقَتَلَ سَبْعِينَ
نَبِيًّا وَزَنَعَ أَمِيمَ سَبْعِينَ مَرَّةً وَاقْتَصَّ سَبْعِينَ
يَكْرًا بِطَرِيقِ الزَّنَا فَهُوَ أَقْرَبُ إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ
مَنْ تَارَكَ الصَّلَوةَ مُتَعَمِّدًا أَوْ مَنْ أَعَانَ تَارِكَ الصَّلَوةِ
بِلِقْمَةٍ أَوْ كِسْرَةٍ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ سَبْعِينَ نَبِيًّا وَمَنْ
أَخْرَجَ الصَّلَوةَ عَنْ وَفْقِهَا أَوْ تَرَكَهَا حُسْرًا
عَلَى الصِّرَاطِ ثَمَانِينَ حَقْبًا كُلُّ حَقْبَةٍ ثَلَاثُونَ
وَسِتُّونَ يَوْمًا كُلُّ يَوْمٍ كَعُمُرِ الدُّنْيَا فَمَنْ
أَقَامَ أَقَامَ الدِّينَ وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّينَ

دافوار نعمانیہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۰

ظلمتہ فی احوال الصوفیہ

و النواصب مطبوعہ تبریز طبع

جدید و طبع قد بمرص قلمی (۲۲۱)

توجہ: اخبار میں وارد ہے۔ کہ جو شخص بے نماز کے چہرہ کو دیکھ کر شمس پڑا۔
اس نے گویا بیت مہمور کو سات مرتبہ منہدم کیا۔ اور عیسا کا اس نے
ایک ہزار مقرب فرشتوں اور انبیاء مرسلین کو قتل کیا۔ بے نماز کا ایمان
نہیں۔ اور بے نماز کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں جس نے ستر قرآن کریم کے
نسخے جلائے۔ ستر پیغبروں کو قتل کیا، اپنی ماں کے ساتھ ستر مرتبہ بکری
کی۔ ستر دوشیزاؤں کو زنا کے ساتھ عیب دار کیا۔ شیخ شخص اللہ تعالیٰ

کی رحمت کے بے نماز سے زیادہ قریب ہے۔ جو جان بوجھ کر نماز کو ترک کرے۔ جس نے نماز اپنے وقت پر نہ پڑھی۔ اور اسے چھوڑ دیا اسے پُٹھرا پرستی حقیقہ کی مدت کے لیے روک دیا جائے گا۔ ایک حقہ ۳۶۰ دن کا ہوگا۔ اور ایک دن پوری دنیا کی عمر کے برابر ہوگا۔ لہذا جس نے نماز قائم کی اس نے دین کو قائم کیا۔ اور جس نے نماز چھوڑی اس نے دین کو برباد کر دیا۔

تحفۃ العوام:

نماز ایک جس شخص نے ترک کی تو خون اس نے کیا اپنا بے چھری
اگر دو نمازوں کا تارک ہوا تو گویا کہ خون ایک نبی کا کیا!
ہوئی تین وقتوں کی جس سے قضا تو کبے کو اس شخص نے ڈھایا
دیا چار وقتوں کو گرا ہاتھ سے تو ایسا کہ جیسا کہ اس شخص نے

زنا اپنی مادر سے ہفتاد بار

کیا عین کعبہ میں لے ہو شیار

جو تارک ہوا پانچ اوقات کا

بیان کیا کروں اس کے حالات کا

نہ اس کو کرتا ہے یوں بے نیاز یہ تو نے جو کی ترک میری نماز

ہوا میری طاعت سے بیزار تو غضب کا ہوا اب سزا دار تو

بہت سب بھی بیزار ہوں کھینے بے خدا اور اپنے لیے کر طلب

میرے آسمان و زمین سے نکل کہیں اور رہ جائے اے بد عمل

یہ ارشاد کرتے ہیں شاہ حجاز بیک اور ضائع کرے جو نماز

ہیں مجھ سے اور میری امت وہ بہت دُور ہے حتیٰ کی رحمت وہ
(تحفۃ العوام حصہ اول باب نماز وغیرہ ص ۲۵)

مذکورہ حوالہ سے ترک نماز پر رُج ذیل ستر ہیں

ثابت ہوتی ہیں

۱۔ بے نماز کو غسل زد دیا جائے، نہ کفن پہنایا جائے اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں اُسے دفنایا جائے۔

۲۔ ”بے نماز، کہتے، خنزیر اور منافق سے بھی بدتر ہے۔“

۳۔ ستر مرتبہ اپنی والدہ سے بدکاری کرنا بہ نسبت ترک نماز کے کم گناہ ہے۔

۴۔ سات مرتبہ بیت المعمور کو مہندم کرنے والا بے نماز سے بہتر ہے۔

۵۔ ترک نماز اتنا بڑا جرم ہے جیسا کوئی ایک ہزار مقرب فرشتوں اور پیغمبروں کو قتل کر دے۔

۶۔ بے نماز کا ایمان و اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

۷۔ ستر قرآن کریم کے نسخے جلانا اور ترک نماز ایک جیسے جرم ہیں۔

۸۔ بے نماز کی ایک لقمہ یا ایک کپڑے سے مدد کرنا ستر پیغمبروں کے قتل جیسا ہے۔

۹۔ نماز کو قضاء کرنے والا یا ترک کرنے والا کل قیامت کو پلہ اطر پر ستر حقہ تک

تک مڑکار رہے گا۔ ان میں سے ایک حقہ تین سو ساٹھ سو کے برابر

اور ہر دن دنیا کی پوری زندگی کے برابر ہوگا۔

۱۰۔ چار وقت کی نماز کا تارک اتنا بڑا مجرم ہے کہ کعبہ میں اپنی والدہ سے شتر دفعہ زنا کرنے کے برابر ہے۔

محکم کریم:

ترک نماز پر اس قدر سخت سزائیں اور وعیدیں دیکھی جائیں۔ تو جن لوگوں کی فقہ میں یہ موجود ہیں۔ ان میں سے کسی شخص کا بے نماز ہونا بہت مشکل نظر آنا چاہیے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ فقہ جعفریہ کے ماننے والے اہل تشیع کی اول تو مساجد ہی بہت کم ہیں۔ امام باڑے بکثرت ہیں۔ اور جو چند مساجد ہیں ان میں بھی نماز باجماعت کی طرح کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اس کے خلاف دیگر مسالک و مذاہب کے پیروؤں میں نماز باجماعت کا اہتمام موجود ہے۔ امام باڑے بھی اگرچہ اہل تشیع کے عبادت خانے شمار ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں نماز کی بجائے محافل مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ اور پھر ان میں سینہ کو بی، زنجیر زنی اور دیگر ایسے اعمال دیکھنے میں آتے ہیں جو وہ فقہ جعفریہ کے مطابق ناجائز اور حرام ہیں۔ اس کی تفصیل و حرمت مآثر پر فقہ جعفریہ میں دلائل، کے موضوع کے تحت ہماری کتاب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ فقہ جعفریہ اور اہل تشیع کا عمل باہم متضاد ہیں جن کا اجتماع ناممکن ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نماز باجماعت کی تاکید

وسائل الشیعہ

عَنْ أَحْمَدَ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ بَلَغَهُ أَنَّ قَوْمًا لَا يَحْضُرُونَ الصَّلَاةَ
فِي الْمَسْجِدِ فَخَطَبَ فَقَالَ إِنَّ قَوْمًا لَا يَحْضُرُونَ
الصَّلَاةَ مَعَنَا فِي مَسَاجِدِنَا فَلَا يُعَوِّذُكَ إِلَّا
يُشَارِبُونَ، وَلَا يُشَاوِرُونَ، وَلَا يُنَاجِحُونَ، وَلَا
يَأْخُذُونَ مِنْ قَيْنِنَا شَيْئًا، أَوْ يَحْضُرُونَ مَعَنَا صَلَاتَنَا
جَمَاعَةً وَإِنِّي لَا أَوْشِكُ أَنْ أَمُرَ لَهُمْ بِنَارٍ تَقْلُ
فِي دُورِهِمْ فَأَحْرِقُ عَلَيْهِمْ أَوْ يَنْتَهَوْنَ قَالَ
فَأَمْتَنَعَ الْمُسْلِمُونَ عَنْ مُوَاجَلَتِهِمْ وَمُشَارَكَتِهِمْ
وَمُنَاكَحَتِهِمْ حَتَّى حَضَرُوا الْجَمَاعَةَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ
(وسائل الشیعہ جلد ۳ ص ۴۸ کتاب الصلوة)

مشہور ترمذی طبع جدید

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کو یہ بات پہنچی۔ کہ لوگ مسجدوں میں نماز باجماعت کے لیے حاضر نہیں ہوتے۔ تو آپ نے اس موضوع پر خطبہ دیا۔ فرمایا جو لوگ ہمارے ساتھ ہماری مسجد میں نماز باجماعت پڑھتے نہیں آتے ان کے ساتھ کھانا پینا، مشورہ کرنا، کرنا، نکاح کرنا، کرنا سب ترک کر دو۔ مال غنیمت میں سے ان کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اگر وہ ان باتوں میں ہمارے ساتھ شریک ہونا چاہتے ہیں۔ تو پھر انہیں نماز باجماعت میں حاضر ہونا چاہیے اور میں بہت جلد ایسے لوگوں کے لیے یہ حکم دیے گا سوچ رہا ہوں۔ کہ ان کے گھر آگ لگا کر رکھ کر دیئے جائیں۔ یا وہ اپنے کرتوتوں سے باز آجائیں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ سن کر سامعین نے بے نماز اور تارکِ جماعت لوگوں کے ساتھ کھانا پینا اور نکاح کرنا کرنا چھوڑ دیا۔ اور اعلان کر دیا۔ کہ جب تک یہ لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے حاضر نہیں ہوں گے۔ ان کے ساتھ یہی سلوک رہے گا۔

مفکر یہ:

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تارکِ جماعت کے متعلق جو کچھ فرمایا۔ حوالہ مذکورہ میں آپ نے اس کی تفصیل مشاہدہ کر لی ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کا اعلان اور حکم دیا جا رہا ہے۔ یہ نہ جماعت کو چھوڑنے والے کے لیے ہے۔ اور جو سکر سے نماز پڑھتا ہی نہ ہو۔ اس کے ساتھ سلوک کیا ہوگا۔

ایک طرف یہ خطاب اور دوسری طرف ”مجان علی“ نے مساجد کی سچائی

امام باڑے بنانے پر زور دے رکھا ہے۔ اور جو ایک آدمی مسجد بنا بھی لی۔ تو اس میں نماز باجماعت کو کوئی اہتمام دکھائی نہیں دیتا۔ یہ بناوٹی دو محبان علیؑ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک غلط لوگ اپنے آپ کو ان کا فدائی اور شیدائی کہنے پر مہر ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کے فضائل بیان کرتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ آپ مسجد میں پیدا ہوئے۔ اور مسجد میں ہی شہادت پائی۔ لیکن اپنی روش بالکل یاد نہیں۔ مسجد کی بجائے امام باڑوں میں سب کچھ ہوتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اعلان سے اور زیادہ سخت بات بے نماز اور تارکِ عبادت کے لیے ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

عَنْ ابْنِ الْقَدَاحِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ اشْتََرَطَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَى حِيزَانَ الْمَسْجِدِ شَهُودَ الصَّلَاةِ وَقَالَ ،
لَيَنْتَهَيْنَ أَقْوَامٌ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ أَوْ لَا مَرَّةَ
مَوْزِنًا يُؤَدِّنُ ثُمَّ يُقِيمُ لَا مَرَّةَ رَجُلًا مِنْ
أَهْلِ بَيْتِي وَهُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَلَى الْأَقْوَامِ يُبَيِّتُهُمْ بِحُزْمِ الْحَطَبِ لِأَنَّهُمْ لَا
يَأْتُونَ الصَّلَاةَ۔

وسائل الشیعہ۔ جلد سوم

ص ۴۹ ص کتاب الصلوة۔ ابواب

احکام المساجد

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے پڑوسیوں پر یہ بات لازم کر دی۔ کہ وہ نماز کے لیے مسجد میں حاضر ہوا کریں۔ اور فرمایا۔ وہ لوگ جو نماز کے لیے مسجدوں میں حاضر نہیں ہوتے وہ اپنے اس کثرت سے باز آ جائیں۔ ورنہ میں موزن کو وزن و امانت کہنے کا حکم دے کر اپنے اہل بیت میں علی المرتضیٰ کو حکم دوں گا۔ کہ وہ ان لوگوں سمیت ان کے گھروں کو آگ لگا دیں۔ کیونکہ وہ نماز ادا کرنے کے لیے حاضر نہیں ہوتے۔

ان دونوں روایات میں تارکِ جماعت کے لیے جو باتیں کہی گئیں۔ ان کو پیش نظر رکھیے۔ اور تارکِ نماز کے ساتھ ان میں مذکور باتوں کا سوک یکجہ۔ تو معاشی اور سیاسی بائیکاٹ کے علاوہ ان کے گھروں کو ان کے سمیت جلانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اور جلانے کا حکم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر حضرت علی المرتضیٰ آگ میں جلاؤں گے۔ تبے پناہ محبت، اکاد حوی ہے۔ کیا جس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر حضرت علی المرتضیٰ آگ میں جلاؤں گے۔ وہ کل قیامت کو جنتی ہوگا؟ اسی لیے حقیقت یہی ہے۔ کہ جس کو جس سے محبت اور پیار ہوتا ہے۔ وہ اسی کے عمل و اخلاق کو پسند کرتا ہے اور اپنا کرتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ تقاضا کرتا ہے۔ کہ نماز ایسی اہم عبادت ہرگز ترک نہ کی جائے۔ بلکہ اس کی ادائیگی باجماعت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اس کے ترک پر جو عیدیں ہیں۔ ان میں سے چند کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اور اس پر عمل کرنا خود حضرت علی المرتضیٰ کا معمول تھا۔

کتاب سلیم بن قیس:

وَ كَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُصِّلَتْ فِي الْمَسْجِدِ
الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ -

(کتاب سلیم بن قیس ص ۲۵۳)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پانچوں نمازیں باجماعت مسجد میں
ادا فرمایا کرتے تھے۔

روایت بالاسے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ نماز باجماعت اور وہ بھی مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور دوسری
بات یہ ہے کہ اس جماعت کی امامت حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق
اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم اپنے اپنے دور خلافت میں کرایا کرتے تھے۔
اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کی امتداد میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔
جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو ان حضرات کو نماز میں اپنا امام بنائیں۔ ان
کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ لیکن مہمان علیؑ ان پر تبر بازی کریں۔ اور ان کے
ایمان میں شک کریں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

”کتاب سلیم بن قیس“ کی روایت کی تاویل کرتے ہوئے اہل تشیع کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ واقعی پانچوں نمازیں باجماعت اور مسجد میں ادا کیا کرتے تھے لیکن یہ جماعت مسجد نبوی میں نہیں بلکہ کوفہ کی مسجد میں تھی۔ یہ تاویل اس لیے کی جاتی ہے۔ کہ اگر مسجد نبوی میں حضرت علی المرتضیٰ نے نماز باجماعت ادا کرنے کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر حضرات خلفاء و ثلاثہ کی عظمت بھی تسلیم کرنا پڑے گی۔ کیونکہ ان کے دور خلافت میں ان کی اقتدا کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ کا نماز پڑھنا اسی کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ مغالطہ ایک عام شخص کو متاثر کر سکتا ہوگا۔ لیکن ان کی کتب اور تاریخ سے واقف شخص کبھی بھی اس کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اسی کتاب میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے یہ نماز مسجد نبوی میں اور خلفاء و ثلاثہ کی اقتدا میں ہوتی تھیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

سلیم بن قیس

وَكَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ
الْمُصَلَّةِ الْخَمْسِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ
وَعُمَرُ كَيْفَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ
إِلَى أَنْ تَقُلْتَ

رسلم بن قیس ص ۲۵۳

فَسَأَلَا عَنْهَا

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوتے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ان سے سیدہ فاطمہ بنت رسول کے متعلق دریافت کرتے۔ کہ وہ کیسی ہیں؟

اس روایت کے آخری الفاظ اس مغالطہ کا دندان شکن جواب ہیں۔ کیا کوفہ کی مسجد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے شیخین یہ پوچھا کرتے تھے؟ کیا اس وقت غاتونِ جنت موجود تھیں۔ جب حضرت علی المرتضیٰ کوفہ میں تھے؟ اسی وضاحت کو صاحب تفسیر قمی نے بھی نقل کیا ہے۔

تفسیر قمی

تَحِيَّۃٌ لِّلصَّلٰوةِ وَحَضْرَۃٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ وَصَلَّى خَلْفَ
اَيِّ بَكْرٍ۔

(تفسیر قمی ص ۵۰۳ مطبوعہ ایران)

جمع قدیم

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کی تیاری کر کے مسجد میں تشریف لاتے۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز باجماعت ادا کرتے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

”فقہ جعفریہ“ میں اوقاتِ حلاوت میں ایک

بہت بڑی تخفیف

جیسا کہ ہر مسلمان اس امر سے واقف ہے۔ کہ پانچوں نمازوں کے اپنے اپنے وقت مقرر ہیں۔ اُن کے گزرنے پر نماز قضا کرنا پڑتی ہے لیکن اہل تشیع کی فقہ اس مسئلہ پر بھی زالی ہے۔ اس کی تفصیل حوالہ کے ذریعہ ملاحظہ ہو۔

الفقہ علی المذاہب الخمسة

قَالَ الْإِمَامُ مَيْمُونُ بْنُ الْمُعْتَمِدِ تَخْتَصُّ الظُّهُرُ مِنْ عَقَبِ الزَّوَالِ ،
بِمَقْدَارِ أَدَائِهَا وَتَخْتَصُّ الْعَصْرُ مِنَ الْخَيْرِ
الطَّهَارِ بِمَقْدَارِ أَدَائِهَا أَيْضًا وَمَا بَيْنَ الْأَوَّلِ
وَالْآخِرِ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الصَّلَوَتَيْنِ وَمِنْ
هَذَا قَالُوا يَجُوزُ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَوَتَيْنِ
فِي الْوَقْتِ الْمَشْتَرَكِ وَإِذَا ضَاقَ الْوَقْتُ وَلَمْ
يَبْقَ مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا مَقْدَارُ مَا يَتَسَحَّرُ لِلظُّهْرِ فَقَطْ
قُدِّرَ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى الظُّهْرِ يُصَلِّيْهَا أَدَاؤُنَا فِي الظُّهْرِ
أَخْرَجَ الْوَقْتِ قَضَاءُ (الفقہ علی المذاہب الخمسة ص ۷۹ تذکرہ وقت الظہر)

ترجمہ :

شیعہ کہتے ہیں کہ ظہر کا وقت، زوال شمس کے بعد اس قدر کہ اس میں ظہر ادا کی جائے مخصوص ہے اور عصر کا وقت دن کے آخری حصہ میں اس قدر کہ اس میں عصر کی نماز ادا کی جائے مخصوص وقت جداول و اخیر کے درمیان ہے۔ وہ دونوں نمازوں کے لیے مشترک ہے۔ یعنی ظہر کا اول مخصوص وقت گزار کر اور عصر کا آخری دن کا اتنا حصہ چھوڑ کر جس میں عصر ادا کی سکے اس سے پہلے کا تمام وقت دونوں نمازوں کے لیے مشترک وقت ہے۔ جو چاہیں ادا کریں۔ جائز ہے) اسی کو دیکھ کر شیعہ کہتے ہیں کہ ایک وقت مشترک میں دونوں نمازوں کا اکٹھا کر کے پڑھنا جائز ہے۔ پھر جب یہ وقت مشترک تنگ ہو جائے۔ اور صرف دن چھپنے میں اتنا وقت رہ جائے کہ اس میں صرف ظہر پڑھی جاسکتی ہو۔ اور ابھی تک مومن جی نے نہ ظہر پڑھی ہو اور نہ ہی عصر تو اس نازک وقت میں عصر کو ظہر پر مقدم کیا جائے گا۔ تاکہ وہ ادا ہو سکے۔ پھر اس کے بعد ظہر کو قضاء کر کے پڑھا جائے گا۔

الفقہ علی المذاہب الخمسة:

وَقَالَ الْإِمَامُ يَتَذَكَّرُ صَلَوةُ الْمَغْرِبِ مِنْ
أَوَّلِ وَقْتِ الْعُرُوبِ بِمَقْدَارِ أَرْبَعِينَ دَقِيقَةً
أَلَيْسَ مِنْ الْخَيْرِ أَنْ تُصَلِّيَ الْأَوَّلَ مِنَ الْكَلْبِ بِمَقْدَارِ
أَدَائِهَا وَمَا بَيْنَ هَذَيْنِ وَقْتُ مُشْتَرِكٍ بَيْنَ الْمَغْرِبِ
وَالْإِشَاءِ وَلِذَا اجْتَمَعَ فِي هَذَا التَّرْتِيبِ

الْمَشْتَرِكِ بَيْنَ الْفَرِيقَيْنِ۔

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ ص ۸۱ تذکرہ

وقت العشاءین)

ترجمہ:

شیعہ کہتے ہیں کہ نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب کے بعد آنا کہ اس میں نماز مغرب پڑھی جا سکے مخصوص اور عشاء کا وقت رات کے نصف اول کا آخری وقت اس قدر کہ اس میں یہ ادا کی جا سکے مخصوص ہے۔ اور جو وقت ان دونوں مخصوص اوقات کے درمیان ۱۰ ماہ ہے۔ وہ مغرب اور عشاء دونوں کا مشترک وقت ہے۔ اسی لیے اہل بیت نے اس وقت مشترک میں دونوں فرضی نمازیں (مغرب و عشاء) اکٹھی کرنا جائز مانا ہے۔

نوٹ:

صاحب الفقہ علی المذاہب الخمسہ نے (جو اتفاق شیعہ سے شیعہ ہے) ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کا وقت مسلک شیعہ کے مطابق ذکر کیا ہے۔ اس میں اگرچہ اس نے اول و آخر دو مخصوص وقت دو نمازوں کے لیے ذکر کیے۔ اور ان کے مابین کا وقت دونوں نمازوں کا مشترک وقت بتایا ہے۔ لیکن وہ فقہ جعفریہ کی ایک اور روایت اول و آخر کی تفریق نہیں کرتی۔ اور کسی نماز کے لیے اول و آخر کی تخصیص نہیں کرتی۔

تہذیب الاحکام

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ زُرَّارَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ وَقْتِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ إِذَا
زَالَتِ الشَّمْسُ دَخَلَ الظُّهْرُ وَالْعَصْرُ جَمِيعًا إِلَّا
أَنَّ هَذِهِ قَبْلَ هَذِهِ تَرَأَيْتَ فِي وَقْتِ مِثْلِهِمَا ،
جَمِيعًا حَتَّى يَغِيبَ الشَّمْسُ -

۱- تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۱۹
باب اوقات الصلوٰۃ

۲- من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۳۹
باب مراقبت الصلوٰۃ

۳- وسائل الشیعہ جلد سوم صفحہ نمبر ۹۳
کتاب الصلوٰۃ ابواب المیقات

ترجمہ:

عبید بن زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے ظہر و عصر کے وقت کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ جب
سورج سر سے ڈھل جائے۔ تو ظہر اور عصر دونوں کا اکٹھا وقت شروع
ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ خیال رہے۔ کہ پہلے ظہر اور اس کے بعد عصر
پڑھنی چاہیے۔ پھر یہ وقت غروب شمس تک دونوں نمازوں کے
لیے باقی رہتا ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ

رَوَى كُرَارَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ
إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَخَلَّتِ الْوَقَّتَانِ الظُّهْرُ وَالْعَصْرُ فَإِذَا
غَابَتِ الشَّمْسُ دَخَلَ الْوَقَّتَانِ الْمَغْرِبُ
وَالْعِشَاءُ

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۴۰)
باب فی مواظبت الصلوۃ الخ

ترجمہ:

نہراہ ہی نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نمازوں کے اوقات
کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ کہ جب سورج ڈھل جائے تو دو وقت
داخل ہو جاتے ہیں۔ یعنی نماز ظہر اور عصر دونوں کا وقت شروع ہو
جاتا ہے۔ پھر جب سورج غروب ہو جائے تو مغرب اور عشاء دونوں
کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا روایات میں آپ نے پڑھا ہے کہ زوال شمس
کے بعد فوراً دونوں نمازوں (ظہر و عصر) کا وقت شروع ہو کر غروب آفتاب
تک یہ وقت باقی رہتا ہے۔ اور غروب آفتاب سے لے کر فوراً مغرب اور عشاء
کا وقت اکٹھا شروع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ پچھلی ایک ادھ عبارت میں تخصیص کا ذکر
ہے لیکن وہ حرف غائباً اور لیت کے لیے ہے۔ ورنہ ممکن وقت جب دونوں
کے لیے ہے۔ تو پھر تخصیص کا کیا معنی؟

قرآن کریم اور کتب اہل سنت سے اوقات

نماز کی تعیین

نماز کا طریقہ کہتے ہیں اور اوقات ایسی بتاتے ہیں جو انسان کی مرضی پر نہیں چھوڑی گئیں۔ بلکہ قرآن کریم اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا۔

ترجمہ:

یقیناً نماز ہر مومن پر اوقات مقررہ پر پڑھنا فرض کر دی گئی ہے۔ ایک سار مقام پر ارشاد فرمایا۔

فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ
وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَشِيًا
وَحِينَ تَنْظُرُونَ۔

ترجمہ:

سو اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کر دو جب تم شام کرتے ہو۔ اور جب تم صبح کرتے ہو۔ اور اسی کے لیے حمد آسمانوں اور زمین میں ہے اور پچھلے پھر اور

دن ڈھلے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر نماز کا اپنا اپنا مستقل وقت ہے۔ وہ اس میں ادا ہو
گی۔ ورنہ قضا ہو جائے گی۔

نسائی شریف

حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ جِبْرِيلُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حِينَ ذَاكَ الشَّمْسُ وَقَالَ قُمْرِيَا مُحَمَّدٌ فَصَلِ
الظُّلُمَ حِينَ مَا لَتِ الشَّمْسُ تُمْرُ مَكَتَ حَتَّى إِذَا كَانَ
فِي الرَّجُلِ مِثْلَهُ جَاءَهُ لِلْعَصْرِ فَقَالَ قُمْرِيَا مُحَمَّدٌ
فَصَلِ الْعَصْرَ تُمْرُ مَكَتَ حَتَّى إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ
جَاءَهُ فَقَالَ قُمْرِيَا مُحَمَّدٌ فَصَلِ الْمَغْرِبَ فَقَامَ
فَصَلَّاهَا حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ سَوَاءً تُمْرُ مَكَتَ
حَتَّى إِذَا ذَهَبَ الشَّفَقُ جَاءَهُ فَقَالَ قُمْرُ فَصَلِ الْعِشَاءَ
فَقَالَ قُمْرِيَا مُحَمَّدٌ فَصَلِ حِينَ سَطَعَ الْفَجْرُ فِي الصُّبْحِ
فَقَالَ قُمْرِيَا مُحَمَّدٌ فَصَلِ فَقَالَ فَصَلِ الصُّبْحَ تُمْرُ
جَاءَهُ مِنَ الْعَدِ حِينَ كَانَ فِي الرَّجُلِ مِثْلَهُ فَقَالَ
قُمْرِيَا مُحَمَّدٌ فَصَلِ فَصَلِ الْعَصْرَ تُمْرُ حَتَّى إِذَا غَابَ
حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ حِينَ كَانَ فِي الرَّجُلِ
مِثْلَهُ فَقَالَ قُمْرِيَا مُحَمَّدٌ فَصَلِ الْعَصْرَ
حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَقَامَ وَاحِدًا لَمْ يَزَلْ عَنْهُ فَقَالَ

ثُمَّ فَصَّلَ فَصَّلَى الْمَغْرِبِ ثُمَّ جَاءَهُ لِلْعِشَاءِ حِينَ ذَهَبَ
ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلُ فَقَالَ قُمْ فَصَّلِ فَصَّلَى الْعِشَاءِ ثُمَّ
جَاءَهُ لِلصُّبْحِ حِينَ اسْفَرَجَ أَفَقًا قُمْ فَصَّلِ فَصَّلَى
الصُّبْحِ فَقَالَ مَا بَيْنَ هَذَيْنِ وَقْتُ كُلِّهِ -

(نسائی شریف جلد اول ص ۹۱)

(کتاب مواقیات الصلوٰۃ)

ترجمہ:-

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام
ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس
وقت سورج دوپہر سے دھل چکا تھا۔ آپؐ عرض کیا حضور اٹھیے اور نماز
ظہر ادا کیجئے۔ پھر کچھ دیر ٹھہر کر حاضر ہوئے۔ اس وقت ہر چیز کا سایہ ایک
مثل ہو گیا تھا۔ عرض کی حضور اٹھیے اور نماز عصر ادا کیجئے۔ آپؐ نماز عصر پڑھی
پھر سورج غروب ہوئے پر حاضر خدمت ہو کر عرض کیا اب نماز مغرب ادا
فرمائیے۔ آپؐ ادا فرمائی۔ پھر شفق ختم ہونے پر حاضر ہو کر عرض کیا اب نماز
ادا فرمائی۔ آپؐ نماز عشاء ادا فرمائی۔ پھر اس وقت آئے جب صبح صادق ہوئی۔ اور اگر عرض کیا
اب نماز صبح ادا فرمائیے۔ دوسرے دن اس وقت حاضر ہوئے جب
ہر چیز کا سایہ ایک گنا لمبا ہو گیا تھا۔ عرض کیا حضور نماز ظہر ادا فرمائیے
آپؐ نے ادا فرمائی۔ پھر ہر چیز کا سایہ دو گنا ہونے پر حاضر ہو کر عرض کیا
اب نماز عصر ادا فرمائیے۔ آپؐ نے ادا فرمائی۔ پھر غروب آفتاب کے وقت
حاضر ہوئے اور نماز مغرب کا عرض کیا آپؐ نے نماز مغرب ادا فرمائی۔
آج اور کل اس نماز کا وقت ایک ہی تھا۔ پھر رات کا پہلا تہائی حصہ گزرنے

پر حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا اب نماز عشاء ادا کیجیے آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی۔ پھر خوب روشنی میں برقت صبح حاضر ہوئے عرض کیا نماز صبح ادا فرمائیے۔ آپ نے ادا فرمائی۔ آخر میں عرض کیا کہ ہر نماز کے اول و آخر کے مابین اس نماز کا وقت ہے۔

مسلم شریف

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ الظُّلُمِ مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ وَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَحْضُرِ الشَّمْسُ وَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ قَوْرُ الشَّفَقِ وَقْتُ الْعِشَاءِ إِلَى فَصْعِ اللَّيْلِ وَقْتُ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ۔

(مسلم شریف جلد ۱ ق ۱)

ص ۲۲۳ باب اوقات الصلوة

(الخمس)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ظہر کا وقت اس وقت تک باقی ہوتا ہے۔ جب تک عصر کا وقت نہ آئے۔ اور عصر کا وقت سوچ کے پیل پڑنے تک (بلا کراہت) ہے۔ اور مغرب کا وقت جب تک شفق غائب نہ ہو۔ اور عشاء کا وقت آدھی رات اور صبح کا وقت سورج طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

یعنی شرح ہدایہ

لَا يَدُخُلُ وَقْتُ صَلَاةٍ حَتَّى تَخْرُجَ وَقْتُ صَلَاةٍ
اُخْرَى۔

(یعنی شرح الہدایہ جلد ۱)

(صفحہ ۷۹۴)

ترجمہ:

کسی نماز کا وقت اس وقت تک شروع نہیں ہوتا جب تک اس سے
پہلی نماز کا وقت ختم نہ ہو جائے۔

لمحکمہ:

قرآن کریم سے اس بات کی صراحت ملی کہ ہر نماز کا وقت مقرر ہے۔ اور
اس اجمال کی تفصیل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ مختصر یہ کہ کسی نماز کو
دوسری نماز کے وقت میں ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ پانچوں نمازوں کا وقت اول و
آخر مقرر ہے۔

فقہ حنفی میں ظہر کے آخری وقت کے بارے میں حواہج بالامیں دو وقت
مذکور ہونے کی وجہ سے شاید قارئین کرام اس بات کو سمجھ نہ پائے ہوں اس لیے
اس کی وضاحت ضروری ہے۔ ایک روایت میں ایک مثل سایہ اور دوسری
میں دو مثل سایہ کا بظاہر تعارض دکھائی دیتا ہے۔ لیکن ایک اور حدیث پاک میں
ابر دو ابالظہر یعنی ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ ان
پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا آپ کے صحابہ کرام نے عمل کر کے دکھایا۔ یہ حدیث

اشارہ کرتی ہے۔ کہ اس پرنل دو مثل والی روایت کے ضمن میں درست ہوتا ہے۔ اور
دوسری بات یہ ہے۔ کہ حدیث پاک دوسرے دن ظہر کا آخری وقت جو جبوتل
نے بتایا۔ وہ دو مثل تھا۔ پہلے دن ایک مثل کہہ۔ اس لیے دوسری مثل میں نماز ظہر
کا ادایا قضا ہونا دونوں احتمال ہیں۔ اس لیے اس احتمال و شک کی بنا پر دوسری مثل
کہہ۔ اس لیے دوسری مثل میں نماز ظہر قضا ہوگی۔ بلکہ ادا ہوگی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ نماز
عصر کا وقت دو مثل سائر کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس احتمال پر بقیہ نمازوں کے وقت
میں کوئی تعارض و بغیر نہیں۔ ہر ایک کا مستقل وقت ہے۔ اہل تشیع کا دو دو نمازوں
کا ایک ہی وقت مقرر کرنا قرآن کریم و احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔ اور گزشتہ
اہل تشیع کی کتب کے حوالہ جات کے برخلاف ان کی ہی کتابوں میں ہر نماز کا
علحدہ علیحدہ وقت مقرر ہونا بھی موجود ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

وسائل الشیعہ

سَمِعْتُ الْعَبْدَ الصَّالِحَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ
يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الظُّلُمِ وَالْشَّمْسِ
وَأَخِرَ وَقْتِهَا قَامَةٌ مِنَ الزَّوَالِ وَأَوَّلَ وَقْتِ
الْعَصْرِ قَامَةٌ وَأَخِرَ وَقْتِهَا قَامَتَانِ قُلْتُ فِي الشَّاءِ
وَالصَّيْفِ سَوَاءٌ؟ قَالَ نَعَمْ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۱۰۸ کتاب الصلوٰۃ)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۲۵۵ تذکرہ فی المواقیت)

۳۔ فروع کافی جلد سوم

ص ۲۷۵ کتاب الصلوٰۃ

ترجمہ:

محمد ان حکیم نے کہا کہ میں نے بعد صلی علیہ السلام سے سنا کہ ظہر کا اقل وقت زوالِ شمس ہے۔ اور اس کا آخری وقت ایک مثل سایہ جو گرنے تک ہے۔ اور عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہو کر دو مثل تک ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا گرمی سردی میں ان دونوں کا یہی وقت ہے؟ فرمایا: ہاں۔

وسائل الشیعہ

عَنْ يَزِيدَ بْنِ خَلِيفَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ عُمَرُ بْنُ حَنْظَلَةَ أَتَانَا نَحْنُكَ بِوَقْتٍ فَقَالَ إِذَا لَا يُكَذِّبُ عَلَيْكَ قُلْتُ ذَكَرْتَ أَنَّكَ قُلْتَ إِنَّ أَوَّلَ صَلَاةٍ اقْتَرَضَهَا اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّلُّ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (اقِمِ الصَّلَاةَ لِدُنُوكِ الشَّمْسِ) فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ لَمْ يَمْنَعْكَ إِلَّا سَبْعُكَ ثُمَّ لَا تَزَالُ فِي وَقْتٍ إِلَى أَنْ يَصِيرَ الظِّلُّ قَامَةً وَهُوَ آخِرُ الْوَقْتِ فَإِذَا صَادَ الظِّلُّ قَامَةً دَخَلَ وَقْتُ الْعَصْرِ فَلَمْ تَزَلْ فِي وَقْتِ الْعَصْرِ حَتَّى يَصِيرَ الظِّلُّ قَامَتَيْنِ وَذَلِكَ الْمَسَاءُ قَالَ صَدَقَ

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۴۲ کتاب الصلوة)

(۲۔ تہذیب الاسلام جلد دوم ص ۲۰ فی اوقات الصلوة)

یزید بن خلیفہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ کہ عمر بن حنظلہ آپ کی طرف سے ایک نماز کا وقت بیان کرتا ہے (کیا اس کا کہنا ٹھیک ہے؟) آپ نے فرمایا۔ پھر وہ ہم پر جھوٹ نہیں بولتا ہو گا۔ میں نے عرض کیا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی جو نماز فرض کی وہ ظہر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس بارے میں یہ قول ہے ”أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُوْكَ الشَّمْسِ“ پھر جب سورج دوپہر سے ڈھل جائے۔ تو تجھے اپنی نماز پڑھنی چاہیے۔ پھر اس نماز کا وقت ہر چیز کے ایک مثل سایہ ہونے تک باقی رہتا ہے پھر جب کسی چیز کا سایہ ایک شل ہو جائے۔ تو عصر کا وقت شروع ہو جائے گا۔ اور تم عصر کے وقت میں ہی رہو گے جب تک ہر چیز کا سایہ اس کی دو مثل نہیں ہو جاتا اور دو مثل کا مطلب شام ڈھلنا ہے۔ یہ سن کر امام جعفر نے فرمایا۔ ہاں اس نے سچ کہا ہے۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ وَهَبٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَقْبَحُ جَبْرِيلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ فَأَتَاهُ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَأَمَرَهُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَتَاهُ حِينَ زَادَ الظِّلُّ فَأَمَرَهُ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ أَتَاهُ

حِينَ غَدَبَتِ الشَّمْسُ قَامَرَهُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ
 آتَاهُ حِينَ سَقَطَ الشَّمْلُ قَامَرَهُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ
 ثُمَّ آتَاهُ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ قَامَرَهُ فَصَلَّى الصُّبْحَ
 ثُمَّ آتَاهُ مِنَ الْعَدَا حِينَ زَادَ فِي الظِّلِّ قَامَرَهُ
 قَامَرَهُ فَصَلَّى الظُّلْمَ ثُمَّ آتَاهُ حِينَ زَادَ فِي الظِّلِّ
 قَامَتَانِ قَامَرَهُ فَصَلَّى الْعَصْرَ۔

رو سائل الشیعہ جلد سوم

صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ قمران جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے معاویہ بن وہب روایت کرتا
 ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ جبریل علیہ السلام ایک دن حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے پاس نماز اوقات لے کر حاضر ہوئے۔ جب زوالِ شمس
 ہوا۔ تو آکر کہا۔ حضور! نمازِ ظہر ادا کیجئے۔ آپ نے ظہر ادا فرمائی۔ پھر
 جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل بڑھ گیا تو جبریل دوبارہ آیا۔ اور آپ
 سے نماز عصر پڑھنے کو کہا۔ آپ نے عصر ادا فرمائی۔ پھر غروبِ سورج
 کے بعد حاضر ہو کر آپ سے نمازِ مغرب ادا کرنے کو کہا۔ آپ نے
 مغرب ادا فرمائی۔ پھر شفق ختم ہونے پر حاضر ہو کر نمازِ عشاء پڑھنے کو
 کہا۔ آپ نے نمازِ عشاء ادا فرمائی۔ پھر صبح صادق ہونے پر حاضر
 ہوا۔ اور نمازِ فجر پڑھنے کو کہا۔ آپ نے وہ بھی ادا فرمائی۔ پھر جبریل
 دوسرے دن آیا۔ اور اس وقت ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو چکا تھا
 جبریل نے آپ کو نمازِ ظہر ادا کرنے کو کہا۔ آپ نے نماز ادا فرمائی

پھر دو مثل سایہ پڑھنے پر حاضر ہو کر آپ کو نماز عصر پڑھنے کو کہا آپ نے اس وقت عصر ادا فرمائی۔

تہذیب الاحکام

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ الْكَرْخِيِّ قَالَ سَأَلْتُ
اَبَا الْحَسَنِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَتَى يَدْخُلُ
وَقْتُ الظُّهْرِ؟ قَالَ اِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ فَقُلْتُ مَتَى
يَخْرُجُ وَقْتُهَا؟ فَقَالَ مِنْ بَعْدِ مَا يَمْضِي مِنْ
زَوَالِهَا اَرْبَعَةُ اَقْدَامٍ اِنْ وَقْتُ الظُّهْرِ صَبِيحٌ
لَيْسَ كَعَمِيرِهِ قُلْتُ مَتَى يَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ؟
فَقَالَ اِنَّ الْاٰخِرَ وَقْتُ الظُّهْرِ مُوَاقِلُ وَقْتُ
الْعَصْرِ۔

(تہذیب الاحکام جلد دوم صفحہ نمبر ۲۶)

فی اوقات الصلوۃ - مطبوعہ تہران

(طبع جدید)

ترجمہ :

ابراہیم کرخی کہتا ہے کہ میں نے ابا الحسن موسیٰ کاظم سے پوچھا حضور! ظہر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ فرمانے لگے۔ جب زوال شمس ہو جائے میں نے پھر پوچھا کہ اس کا آخری وقت کیا ہے؟ فرمانے لگے۔ جب سورج کو ڈھلے ہوئے اتنا وقت ہو جائے کہ چار قدم سایہ لمبا ہو جائے۔ ظہر کا وقت دوسری نمازوں کی طرح کوئی لمبا چوڑا

نہیں ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ وقتِ عصر کب شروع ہوتا ہے؟
 آپ نے فرمایا۔ ظہر کا آخری وقت عصر کا ابتدائی وقت ہے۔

فقہ امام جعفر صادق

وَقَالَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ فَصَلِّ الظُّلْمَ
 وَإِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ فَصَلِّ الْعَصْرَ۔

(فقہ امام جعفر صادق جلد اول صفحہ نمبر ۱۳۵)
 (حدود الاوقات)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب تیرا سایہ تیری ایک مثل
 ہو جائے۔ تو ظہر پڑھ۔ اور جب تیرا سایہ تیری دو مثل ہو جائے
 پھر نماز عصر ادا کر۔

نوٹ:

کوئی اہل تشیع میں سے اگر ان روایات کی یہ تاویل کرے۔ کہ نماز ظہر اور عصر
 کا وقت تو ایک ہی ہے۔ صرف ظہر کو مذکورہ وقت یعنی دو مثل سایہ ہونے
 سے پہلے پڑھنا افضل ہے۔ یہ تاویل اس لیے باطل ہے۔ کہ فقہ امام جعفر
 صادق نامی کتاب کے مذکورہ الصدور حوالہ سے پہلے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 کا یہ قول بالتصریح موجود ہے۔

لِكُلِّ صَلَاةٍ وَقْتَانِ وَأَوَّلُ الْوَقْتِ أَفْضَلُ۔ ہر نماز کے
 وقت ہیں۔ (یعنی اول و آخر وقت) اور شروع وقت میں نماز ادا کرنا افضل ہے۔

لہذا ظہر بھی ان نمازوں میں سے ایک ہونے کی بنا پر اول و آخر وقت اور شروع اول وقت زوال شمس اور آخر وقت دو مثل سایہ ہونے تک ہے۔ دو مثل کے بعد نماز عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ ایک مثل میں نماز ظہر پڑھنا افضل ہے۔ اور عصر کا آخری وقت چوبیس ناقص وقت ہے۔ اس لیے امام صاحب نے فرمایا کہ نماز عصر دو مثل سایہ کے بعد ہی پڑھ لی جائے۔

وسائل الشیعہ:

وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ
مَنْ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ طَلَبًا لِفَضْلِهَا قَالَ وَقِيلَ لَهُ إِنَّ
أَهْلَ الْعِرَاقِ يُؤَخِّرُونَ الْمَغْرِبَ حَتَّى تَشِيكَ
النُّجُومُ فَقَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ عَدُوِّ اللَّهِ أَجِبِ
الْخَطَابِ -

(وسائل الشیعہ جلد سوم ص ۱۳۴/ ابواب

المواثیق)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جس نے مغرب کی نماز تفصیل حاصل کرنے کی غرض سے مؤخر کر کے پڑھی وہ ملعون ہے وہ ملعون ہے آپ سے کہا گیا۔ کہ عراقی لوگ نماز مغرب بہت دیر سے پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ستارے جھلکانے لگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کام اللہ کے ایک دشمن ابوالخطاب کا ہے۔

نوٹ:-

روایت مذکورہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس شخص پر لعنت بھیجی جو مغرب کو تاخیر سے ادا کرتا ہے۔ اور اسے اللہ کے دشمنوں کا کام فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز مغرب کا وقت رات کے ٹلٹ تک نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اہل تشیع کا خیال ہے۔ کہ مغرب اور عشاء دونوں کا وقت ایک ہی وقت ہے۔ اگر ایسا ہی ہوتا۔ تو ستارے جھلکانے تک موخر کرنے والے کو امام موصوف ملعون نہ کہتے۔ اسی روایت سے آگے ایک اور حدیث بایں الفاظ مذکور ہے۔

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ مَنْ
أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتَّى قَشَّ شَيْءٌ الْنُجُومَ مِنْ غَيْرِ جَلَّةٍ
فَأَنَّا إِلَى اللَّهِ مِنْهُ بَرِيءٌ۔

ترجمہ:

میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص نماز مغرب کو ستارے جھلکانے تک دیر کر کے پڑھتا ہے۔ میں اس شخص سے اللہ کے ہاں بری ہوں۔ اور نیزار ہوں۔

گویا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں سے بیزاری کا اظہار فرما رہے ہیں۔ جو نماز مغرب کو دیر کر کے پڑھتے ہیں۔ اگر ٹلٹ رات تک نماز مغرب

کا وقت ہوتا۔ تو اس بیزاری کا کیا مطلب؟ امام صاحب دراصل نماز مغرب کو ایسے وقت میں ادا کرنے سے منع فرما رہے ہیں۔ جس وقت مغرب کا وقت رہتا ہی نہیں۔ بلکہ عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ یہی اہل سنت کا موقف ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اہل تشیع آج بھی نماز مغرب کو بہت دیر سے بلکہ مغرب اور عشاء کو اکٹھا کر کے پڑھتے ہیں۔ اور اسی وقت پر جس پر امام جعفر صادق نے لعنت بھیجی۔ پڑھتے ہیں۔ تو یہ لوگ امام کے نزدیک ملعون ہوئے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ ان کی فقہ خود گھڑی ہوئی ہے۔ نہ امام محمد باقر اور نہ ہی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی مرویات پر اس کی بنیاد ہے۔

لمحس کریم:

مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی۔ کہ پانچوں نمازوں کا اپنا اپنا وقت مقرر ہے۔ ان میں سے نماز ظہر کا اول وقت زوال شمس سے شروع ہوتا ہے اور ایک شل یا دو شل تک رہتا ہے۔ یہی حضرات ائمہ اہل بیت فرما رہے ہیں۔ اور حضرت جبریلؑ اسلام نے جو اوقات بتائے وہ یہی تھے۔ اس وقت مقررہ میں ظہر کے علاوہ اس دن کی عصر پڑھنا ہرگز ہرگز درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا اول وقت دو شل کے بعد شروع ہوتا ہے۔ یہی اہل سنت کا مسلک ہے۔ اور یہی ائمہ اہل بیت کا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ نماز ظہر اور عصر کے ان اوقات مقررہ پر اجماع ہے۔ اسی طرح مغرب کا وقت غروب شمس سے شروع ہو کر غروب شفق تک مستقل وقت ہے اور غروب شفق کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو کر صبح صادق تک باقی رہتا ہے۔ ان دونوں کا وقت بھی علیحدہ علیحدہ ہے۔ اگر ان دونوں کا وقت بھی ایک ہی ہوتا۔ تو مغرب کو تاخیر سے پڑھنے والا ملعون اور خدا کا دشمن کیوں ہوتا۔؟

حضرت ائمہ اہل بیت کے ارشادات آپ حضرت نے ملاحظہ کیے۔ اور اوقات نماز کے مسئلہ پر اہل تشیع کے خیالات اور عمل بھی آپ ملاحظہ کر چکے صاف صاف ظاہر کہ ”فقہ جعفریہ“ خود ساختہ باتوں کے مجموعہ کا نام تو ہو سکتا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشادات و فرامین کا مجموعہ نہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اوقات نماز کے بیان فرمانے میں کسی تفتیہ سے کام نہیں لیا۔ کیونکہ وہ دور تفتیہ کا دور نہ تھا۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ اہل تشیع نماز ایسی اہم عبادت میں بھی جھوٹو پھیرتے ہیں۔ اور آسانی تلاش کرنے کے درپے ہیں۔ ظہر اور عصر کو ملا کر اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے پڑھ لیا۔ یہ آسانی ہی تھی جس نے انہیں اپنے اماموں کے نظریہ سے دور کر دیا۔ اسی طرح کی آسانیاں آپ مسئلہ پردہ میں بھی پڑھ چکے ہیں۔ صرف دو عضو قابل ستر ہیں۔ ان میں سے ایک کا تو خود بخود پردہ ہو گیا۔ دوسرے پر ہاتھ رکھ لو۔ تو صاحب شرم و حیا ابن جاوگے حقیقت یہی ہے کہ کوئی بھی عقل سلیم ان تنقیفات کو قبول نہیں کرتا۔ اس لیے یہ کہنا برحق ہے کہ ”فقہ جعفریہ“، زرارہ ابوبصیر اینڈ کمپنی کی بنائی ہوئی ہے۔ اور دھوکے سے اس پر مہر امام جعفر صادق کی لگا دی گئی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اعترض

ظہر وعصر اور مغرب عشاء کو جمع کرنے کا ثبوت اہل سنت
کی کتابوں میں موجود ہے۔ پھر ہم پر اعتراض کیوں؟

جب اہل تشیع پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ تم ظہر وعصر کو الٹھا پڑھ کر اور مغرب و
عشاء کو جمع کر کے اپنے ائمہ کی مخالفت کرتے ہو۔ اور ایسی بات کرتے ہو۔ جس کا کوئی
ثبوت نہیں۔ تو وہ اس کے جواب میں ہماری کتب احادیث کا حوالہ پیش کرنے
کہتے ہیں۔ کہ ان نمازوں کے جمع کرنے کا مسئلہ تو اہل سنت کی اپنی کتابوں میں بھی
موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مسلم شریف

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ
أَبَاهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا أَغْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ

حَتَّىٰ يَجْمَعَ بَيْنَهُمَا وَيَكُن مَّصْلُوقَ الْعِشَاءِ۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۲۳۵)

ترجمہ:

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے سالم بن عبد اللہ نے اپنے باپ کی ایک بات بتائی۔ وہ یہ کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی۔ تو نماز مغرب کو مؤخر کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مغرب اور عشاء کو جمع کر لیتے تھے۔

فسائی شریف

هَذَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّلُمَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَبْرَتَحَلَ صَلَّى الظُّلُمَ ثُمَّ رَكِبَ۔

(مسلم شریف جلد اول ص ۲۳۵)

مطبوعہ: آلام باغ کراچی)

ترجمہ:

ابن شہاب حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے قبل کہیں جانے کا ارادہ فرماتے۔ تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے۔ پھر سواری سے اتر کر دونوں کو جمع کر کے پڑھتے۔ اور جب سورج ڈھلنے کے بعد

ارادۂ سفر ہوتا۔ تو سفر میں جانے سے قبل نماز ظہر اور عصر ادا کرتے۔ پھر سوار ہو کر سفر پر روانہ ہو جاتے۔

طریق استدلال:

ان دونوں احادیث میں دو نمازوں کو اکٹھا کر کے ادا کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابت ہو رہا ہے۔ ہم بھی تو ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کے جمع کے قائل ہیں۔ جن کا ان دونوں احادیث میں ذکر ہے۔ لہذا اگر قابل اعتراض بات ہے۔ تو پھر اہل سنت کی کتب حدیث کی ان روایات پر بھی اعتراض ہونا چاہیئے۔

جواب:

اہل تشیع کا یہ اعتراض بظاہر کارگر نظر آتا ہو گا۔ لیکن ان احادیث اور ان کے مسک کے مابین کوئی وجہ اتحاد نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے گزشتہ اوراق میں کتب شیعہ سے یہ بات ثابت کی ہے کہ ان کی فقہ میں ظہر و عصر کا وقت ایک ہی وقت ہے اور مغرب و عشاء کا وقت بھی ایک ہی وقت ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اول اور آخر بھی دونوں کا ایک ہی ہے۔ اب جبکہ ان کی فقہ میں ظہر و عصر کا وقت ایک ہی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ زوال شمس کے بعد ظہر پڑھیں وہ بھی جائز اور عصر پڑھیں وہ بھی جائز۔ یعنی عصر کو وقت ظہر میں اور ظہر کو وقت عصر میں پڑھنے سے کوئی خرابی نہیں ہوگی۔ دونوں ادا ہو جائیں گی۔ اس کے برخلاف ائمہ اہل سنت اور اہل سنت کے نزدیک ہر نماز کا اول و آخر اپنا وقت مقرر ہے۔ سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کے وقت جن دو نمازوں کو جمع فرمایا۔ اس کی صورت

یہ ہے۔ کہ نماز ظہر کو اول وقت کی بجائے آپ نے اس کے آخری وقت میں ادا کیا اور اس کے ساتھ ہی نماز عصر کا اول وقت شروع ہو جانے کے باعث

اسے اول وقت میں ادا فرمایا۔ یوں دیکھنے میں یہ دونوں نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی نظر آرہی ہیں۔ لیکن درحقیقت ان میں سے ہر ایک کو اپنے وقت میں ہی ادا کیا گیا ہے۔ اسے جمع صوری کہتے ہیں۔ حدیث پاک کے الفاظ پر ذرا غور کریں۔ اَخْرَجَ الظُّهْرَ اِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ، آپ نے ظہر کو وقت عصر تک مؤخر فرمایا۔ مطلب یہ کہ وقت عصر شروع ہی ہوا چاہتا تھا۔ اور نماز ظہر کے آخری لمحات تھے۔ کہ آپ نے نماز ظہر ادا فرمائی۔ اب اس نماز ظہر کو کون کہے گا۔ کہ یہ عصر کے وقت میں پڑھی گئی۔ بلکہ بات وہی ہے۔ کہ نماز ظہر آخری وقت میں اور نماز عصر ابتدائی وقت میں آپ نے ادا فرمائی۔ اس لیے ہر نماز کی اولیٰ گئی اپنے وقت میں ہوئی۔

اب ان احادیث کو سامنے رکھیں۔ اور فقہ جعفریہ کی جمع میں الصلوٰۃ میں کو سامنے رکھیں۔ دونوں میں کوئی اتحاد کی وجہ نظر نہ آئے گی۔ علاوہ ازیں اہل تشیع جب ظہر اور عصر کا ایک ہی وقت کہتے ہیں۔ تو ان کے نزدیک اگر دوپہر ڈھننے پر کسی نے نماز عصر پڑھ لی۔ تو ہو جائے گی۔ لیکن اہل سنت کے ہاں یہ نماز عصر ہرگز ادا نہ ہوگی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ نسائی اور مسلم کی مذکورہ روایت اہل تشیع کا اپنے مسلک پر استدلال کرنا غلط ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ)

اعتراض

اہل سنت نے ان مذکورہ دو احادیث میں دو دو نمازوں کو جمع کرنا دو جمع صوری، اسے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ تاویل یا تعبیر ”آخَرَ الظُّلَمِ“ کے الفاظ سے نکالی۔ ہم تمہاری کتابوں میں سے ایسی احادیث دکھا سکتے ہیں جن میں یہ لفظ موجود نہیں۔ لہذا ان روایات میں دو جمع صوری، مراد نہ ہو گا بلکہ جمع حقیقی مراد ہے اور یہی ہم اہل تشیع کا مسلک ہے۔ حدیث ملاحظہ ہو۔

نسائی شریف

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ ثَمَّانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا۔

(نسائی شریف جلد اول صفحہ نمبر ۶۲)

(مع الحواشی الجديدة)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے

مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آٹھ اور سات رکعتیں
جمع کر کے پڑھیں۔

اس حدیث پاک میں آٹھ اور سات کی تفصیل موجود نہیں۔ یعنی ہو سکتا ہے
کہ یہ پندرہ رکعتیں صرف عشاء کی ہوں۔ یا مغرب کی سات اور عشاء کی آٹھ ہوں۔
اس کی وضاحت ایک دوسری حدیث یوں کرتی ہے۔

مسلم شریف

عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى
بِالْعَدِيَّةِ سَبْعًا وَتَعَامِنِيَا الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ
وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ .

(مسلم شریف جلد اول صفحہ نمبر ۲۴۶)

ترجمہ :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سات اور آٹھ رکعات اکٹھی پڑھیں۔
یعنی چار ظہر، چار عصر، تین مغرب اور چار عشاء کے فرض۔

اس حدیث پاک میں جمع بین الصلوٰتین موجود ہے۔ اور ان دونوں میں سفر کی
کوئی قید نہیں لگائی گئی۔ اور علاوہ ازیں یہ بھی کہیں ذکر نہ ہوا کہ آپ نے ایک نماز کو
موخر کر کے دوسری کے اول وقت کے ساتھ پڑھ لیا۔ جسے جمع صوری کہا گیا ہے۔
یہ تو دو نمازوں میں ہو سکتا ہے مسلم شریف کی مذکورہ حدیث میں تو ظہر، عصر، مغرب اور
عشاء کو اکٹھا کر کے پڑھنے کا ذکر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جمع صوری اور سفریہ دونوں باتیں

ان احادیث کی رو سے ثابت نہیں ہوتیں۔

ہذا ہم اہل تشیع کا مسلک اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے کہ وہ نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا چاہے سفر ہو یا اقامت ہر طرح درست ہے۔ اس لیے وہ ناول اور تعبیر جو پہلی احادیث میں کی گئی۔ قابل قبول نہ ہوگی۔

جواب

ان احادیث میں بھی جمع سے مراد جمع صوری ہی ہے۔ جمع حقیقی نہیں! اس کا فیصلہ تب ہو سکتا تھا کہ معتزلی مسلم شریف کی حدیث مکمل ذکر کرتا۔ پوری حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

نسائی شریف

عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ ثَمَانِيًا جَمِيعًا
وَسَبْعًا جَمِيعًا آخَرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ
آخَرَ الْمَغْرِبَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ.

نسائی شریف ص ۶۲ جلد اول مع الحواشی

المجدیدہ ۱۰۵

ترجمہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں آٹھ رکعت اکٹھی اور سات رکعت اکٹھی اور آٹھ رکعت اکٹھی اور آٹھ رکعت اکٹھی کی اور ظہر کو جلدی ادا کر کے چار اس کی یہ آٹھ اکٹھی پڑھیں۔ اور سات اکٹھی اس طرح کہ مغرب کی تین رکعت

موخر اور مشاہد کی چار جلدی پڑھ لیں۔

قارئین کرام! نسائی شریف کی پوری حدیث نے بات واضح کر دی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو نمازوں کو اکٹھا کر دیا۔ لیکن وہ اس طرح کہ ایک کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری کو اس کے اول وقت میں ادا فرمایا۔ آپ بتلائیے۔ کہ ایسا کرنا جمع صوری ہے یا جمع حقیقی؟ معترض اگر پوری حدیث نقل کر دیتا۔ تو اس کا مدعا ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے جتنے الفاظ سے مطلب بن سکتا تھا۔ وہ لے لیے۔ اور لقیہ کو مبہم کر دیا۔ یہ استدلال کچھ ایسا ہی ہے۔ جیسا کوئی بھنگی اور فیون ہیروئیں کا عادی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا تَنْفَرُ بَعْدَ الصَّلَاةِ نماز کے قریب مت جاؤ۔ ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کر کے نماز کے قریب نہیں جاتے۔ تو جس طرح انہوں نے دَوَّانْتُمْ مُكْحَرًا، مبہم کر لیا تھا۔ اسی طرح شیخہ معترض نسائی شریف میں موجود حدیث کے آخری الفاظ ہڑپ کر گیا۔ یہ بھنگیوں والا استدلال ہے۔ اس کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ۔

اعتراض

عرفات میں ظہر اور عصر اور مزدلفہ میں
مغرب و عشاء دونوں کو سنی جمع کتے ہیں

اگر ظہر اور عصر کو جمع کرنا اور مغرب و عشاء کو الٹھا پڑھنا جائز نہیں۔ تو اہل سنت کی کتب میں دوران حج میدان عرفات میں ظہر اور عصر کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا اور مقام مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنا کیونکر درست ہو گیا؟ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ جمع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وہی الزامات لگاؤ گے جو ہم جمع کرنے والوں پر لگاتے ہو۔؟ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

نسائی شریف

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَقُّ اَنْ عَرَفَهُ فَوَجَدَ الْقَبَّةَ قَدْ ضَرَبَتْ لَهُ بِسِمِرَةٍ فَتَزَلَّ
 بِهَا حَتَّى اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ مَرَّ بِالْقُصُورِ وَفَرَجَتْ لَهُ
 حَقُّ اِذَا اَتَمَّ إِلَى بَطْنِ الْوَادِي خَطَبَ الثَّامِ ثُمَّ اَذَّنَ بِاَنَّ
 ثَمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثَمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ
 يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا - (نسائی شریف جلد اول ص ۶۲ مع الحاشی

المجیدہ)

ترجمہ:

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے،
 دوران حج اعرافات میں تشریف لے آئے۔ وہاں آپ نے اپنے
 لیے نصب شدہ ایک خیمہ پایا۔ جو مقام غرہ میں تھا۔ آپ سواری سے
 اترے۔ جب زوالِ شمس ہو گیا۔ تو آپ نے اپنی سواری ”وقصوا“
 پر پالان وغیرہ لگا کر تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ تیار ہو گئی۔ تو آپ
 اس پر سوار ہو کر بطنِ وادی پہنچے۔ یہاں آپ نے لوگوں کو خطب
 فرمایا۔ اس کے بعد حضرت بلال نے اذان دی اور اقامت کہی۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ ظہر اور افرامائی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ
 عنہ نے اقامت کہی۔ تو آپ نے نمازِ عصر اور افرامائی، ان
 دونوں نمازوں کے درمیان آپ نے کوئی اور نماز نہ پڑھی۔

مسلم شریعت

يَقُولُ دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ
 حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشَّيْعِ نَزَلَ قَبَالَ ثَمَّ تَوَضَّأَ وَ لَمْ

يَسْبِغُ الْوُضُوءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةُ قَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ
فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمَرْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ
الْوُضُوءَ ثُمَّ أَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ
كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنَزِلِهِ ثُمَّ أَقِيمَتِ الْعِشَاءُ
فَصَلَّاهَا وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا -

(مسلم شریف جلد اول ص ۴۱۴)

ترجمہ:

حضرت اسام بن زید بیان کرتے ہیں۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم
عرفات سے واپس تشریف لائے۔ تو راستہ میں ایک گھاٹی میں
سواری سے نیچے اتر کر آپ نے پیشاب مبارک کیا۔ پھر ادھوراسا
وضو کیا۔ میں نے عرض کیا۔ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ فرمایا۔ آگے
چل کر پڑھیں گے۔ جب مزدلفہ تشریف لائے۔ تو سواری سے اتر
کر مکمل وضو فرمایا۔ پھر اقامت کہی گئی۔ آپ نے نماز مغرب پڑھی۔ پھر
تمام لوگوں نے اپنے اپنے وقت بٹھا دیئے۔ پھر عشاء کی اقامت ہوئی
اور آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان
آپ نے کوئی نماز نہ پڑھی۔

ان دونوں احادیث میں واضح طور پر موجود ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ظہر وعصر کو ملا کر پڑھا۔ اور ان دونوں میں کسی نفسی نماز وغیرہ سے بھی فرق نہ کیا
اسی طرح مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا۔ یہ دونوں جمع صوری نہیں بن سکتیں۔ کیونکہ
یہاں ظہر کے وقت میں عصر ادا کی گئی۔ اگر ظہر کے آخری وقت میں ظہر اور عصر کے
ابتدائی وقت میں عصر ادا کی جاتی۔ تو جمع صوری کا احتمال ہو سکتا تھا۔ لیکن یہاں

یہ احتمال ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مغرب و عشاء کو عشاء کے وقت میں ادا فرمانے کا معاملہ بھی ہے۔

لہذا ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا۔ کہ اہل سنت کے ہاں بھی عرفات میں ظہر و عصر کو اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو جمع کیا جاتا ہے۔ تو پھر ایسی ہی جمع پر اہل تشیع پر اعتراض کیوں؟

جواب:

میدان عرفات اور مزدلفہ میں دو دو نمازوں کا جمع کرنا اور اس پر اہل تشیع کا ہر وقت اور روزانہ نمازوں کو جمع کرنے کا قیاس کرنا قواعد و اصول کے باطل خلا ہے۔ اس سلسلہ میں ذرا تفصیل سے بات کرتے ہیں۔

۱۔ عرفات اور مزدلفہ میں نماز کے اوقات میں ہم نے کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ ہر نماز اپنے اپنے وقت پر ادا ہوئی ہے۔

وہ اس طرح کہ میدان عرفات میں ہمارے نزدیک عصر کا وقت ظہر کے ادا کرنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ بخلاف عام حالات کے کہ ان میں عصر کا وقت دو شل سایہ بڑھنے پر شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مزدلفہ میں مغرب کا وقت عشاء کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس لیے ان دونوں مقامات پر نمازیں نہیں بلکہ نمازوں کے اوقات آگے پیچھے ہو گئے ہیں۔

ب۔ ان دونوں مقامات میں اگر کوئی شخص نماز عصر کو عام حالات کے وقت کے مطابق یعنی دو شل سایہ بڑھنے پر پڑھے گا۔ تو وہ گناہ گار ہوگا۔ یہ گناہ اسی وجہ سے ہے۔ اور مغرب کو اگر مزدلفہ کے راستہ میں مغرب کے عام وقت کے مطابق پڑھتا ہے۔ تب بھی گناہ گار ہوگا۔ یہ گناہ اسی وجہ سے ہے۔ کہ

اس نے نماز کو ان مقامات کے مخصوص وقت میں ادا نہ کیا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ آج ان نمازوں کے اوقات تبدیل ہو گئے ہیں۔

ج۔ مسافر اگر دوران سفر ظہر کو ظہر کے وقت یعنی زوال شمس کے بعد پڑھتا ہے۔ اور عصر کو دو مثل گزرنے پر پڑھتا ہے۔ تو اہل تشیع اس کو گناہ گار نہیں کہتے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ ان نمازوں کے اوقات وہی ہیں۔ جو اقامت و سفر میں عام حالات میں مقرر ہیں۔ لہذا اب ان نمازوں کو جمع کرنا نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا ہے۔ یہ نہیں کہ نماز کا وقت ہی تبدیل ہو گیا۔ نماز کا وقت تبدیل ہو جانا اور نماز کو دوسری نماز کے وقت میں ادا کرنا ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

د۔ عرفات اور مزدلفہ میں دو دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا اس لیے جائز ہے کہ اس بارے میں نص موجود ہے۔ اور از روئے عقل یہ اجتماع درست نظر نہیں آتا گویا یہ اجتماع خلاف قیاس ہے۔ اگر اس کے لیے واضح نص نہ ہوتی تو یہ ہرگز جائز نہ ہوتا۔ اس لیے ان نمازوں کے جمع کرنے پر عام حالت کی نماز کو قیاس کرنا باطل ہے۔

ر۔ چونکہ عرفات اور مزدلفہ میں نمازوں کا جمع کرنا خلاف قیاس ہے اس لیے قاعدہ کے مطابق یہ جمع انہی شرائط کے تحت ہوگی۔ جو اس کے جواز کی نص میں موجود ہیں۔ وہ شرائط یہ ہیں۔

اقل:

دونوں نمازیں باجماعت ادا کی جائیں۔ لہذا اگر کسی نے اکیلے ہی ظہر ادا کی تو اب اسے اسی وقت عصر ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے یہ نمازیں باجماعت اکٹھی فرمائی تھیں۔

دوم:

ان نمازوں کی امامت کے فرائض سرانجام دینے والا حالتِ احرام میں ہو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ احرام میں تھے۔

سوم:

امام بھی عام امام نہ ہو۔ بلکہ حاکم وقت یا اس کا نمائندہ ہو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجود حضرات پر نبی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ امر بھی تھے۔

چہارم:

اسی ترتیب کے ساتھ یعنی پہلے ظہر اور پھر اس کے متصل عصر کی جماعت ہو۔ ان شرائط پر پورا نہ اترنے والا ہر نماز کو اس کے مخصوص وقت میں ادا کرے گا۔ اسے جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ گویا عفات اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو اکٹھا کرنا چونکہ خلافِ قیاس تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیلئے جن حالات و کیفیات میں آپ نے یہ جمع کیا۔ انہی حالات و کیفیات کے ساتھ یہ جمع کرنا جائز ہو گا۔ یہی شرائط اور پابندیاں اہل سنت کی کتب فقہ میں موجود ہیں۔

ہدایہ

وَلَا فِي حَنِيفَةٍ رَّحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ التَّقْدِيرَ عَلَى

خِلَافِ الْقِيَاسِ عُرِفَ فِيمَا إِذَا كَانَتِ الْعَصْرُ
مُرْتَبَةً عَلَى الظُّهْرِ مُؤَدًى بِالْجَمَاعَةِ مَعَ الْإِمَامِ
فِي حَالَةِ الْإِحْرَامِ بِالْحَجِّ فَيَقْتَصِرُ عَلَيْهِ ثُمَّ لَا بُدَّ
مِنَ الْإِحْرَامِ بِالْحَجِّ قَبْلَ الزَّوَالِ فِي رِوَايَةٍ تَقْدِيمًا
لِلْإِحْرَامِ عَلَى وَقْتِ الْحَجِّ وَفِي أُخْرَى يُكْتَفَى
بِالتَّقْدِيمِ عَلَى الصَّلَاةِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ
الصَّلَاةُ -

دہلیہ اولین کتاب الحج وقوف عرفات

ص ۲۴۵

ترجمہ:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے۔ کہ عرفات میں نماز عصر کو ظہر کے
وقت کی طرف مقدم کرنا خلاف قیاس ہے۔ اس کا جائز ہونا اس
صورت میں ہی ہوگا۔ جب عصر کو ظہر کے بعد ترتیب وار پڑھا جائے
اور اس کو جماعت کے ساتھ ادا کیا گیا ہو۔ اور امام حالت احرام میں ہو
یعنی اس نے حج کے لیے احرام باندھا ہوا ہو۔ لہذا ان قیود و شرائط
پر یہ تقدیم عصر موقوف رہے گی۔ پھر حج کے لیے احرام باندھا ہوا ہونا
یہ ایک روایت کے مطابق زوال شمس سے پہلے ہونا ضروری ہے۔
تا کہ حج کے وقت سے احرام کا مقدم ہونا پایا جائے۔ لیکن ایک دوسری
روایت میں ہے کہ نماز سے پہلے احرام میں ہونا ضروری ہے۔ چاہے
زوال شمس کے بعد ہی ہو۔ (کیونکہ مقصود نماز ہے۔ اور وہ احرام کے
بعد ہی ہوگی۔

عناية

(ولا لب حنیفة ان التقدير الم) وَكُلُّ مَا كَانَ
شَرْعًا عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ بِالتَّقِينِ يُقْتَصَرُ عَلَى
مُؤَرَّدٍ -

(عنايہ شرح الہدایہ جلد دوم ص ۱۶۵ -
مطبوعہ مصر آٹھ جلد والی)

ترجمہ :

(صاحب ہدایہ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا جو مذہب پیش کیا کہ
عرفات میں عصر کو مقدم کرنا خلاف قیاس ہے۔ اس کی تشریح میں صاحب
عنايہ نے لکھا ہے کہ ہر وہ مسئلہ اور حکم جو جائز تو ہو لیکن خلاف قیاس
نص کے ذریعہ اس کا جواز ہو۔ تو وہ انہی قیود و شرائط پر محدود رہے گا۔
جو اس وقت پائیں گئیں۔

فقہ جعفریہ

میں سیاہ لباس کا حکم

فقارئین کرام! یہ ایک مشاہدہ ہے۔ اور اس سے انکار ہرگز ممکن نہیں۔ کہ اہل تشیع بالعموم اور محرم الحرام میں بالخصوص سیاہ لباس پہنتے ہیں۔ اور اسے وہ ائمہ اہل بیت کا پسندیدہ امر سمجھتے ہیں۔ اور اس کے جواز کے لیے طرح طرح کے دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ اس لیے ہم نے ضروری سمجھا۔ کہ چند حوالہ جات اس پر بھی پیش کر دیئے جائیں۔ تاکہ ائمہ اہل بیت کے سیاہ لباس کے بارے میں ارشادات کا علم ہو سکے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حدیث ۱: تحفة العوام

وارد ہے کہ راوی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھوں فرمایا وہ لباس ہے جہنم کا۔ دوسری حدیث میں فرمایا۔ نہ پہنو۔ وہ جامہ فرعون کا ہے۔ (تحفۃ العوام جلد ۱ ص ۲۱۲ باب کیا رکھوں۔ بیان میں چھل حدیث کے مطبوعہ نو کشتہ قدیم)

حدیث ۲: فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهُ أَصَلْتُ

فِي أَعْلَى سَوَةِ السُّوَكَاةِ فَتَعَالَ لَا تَصَلَّ فِيهَا حَتَّى تَهَا
لِبَاسُ أَهْلِ السَّارِ-

۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۴۰۳ کتاب الصلوٰۃ

باب اللباس مطبوع تہران جدید

۲۔ من لا یحضر الفقیہ جلد اول ص ۸۰ طبع قدیم طبر

ص ۱۶۳ طبع جدید

۳۔ علی الشرائع باب ۲۵ ص ۴۶۲ / العترة

المتی من اجلہ لا تجوز الصلوٰۃ فی سواد۔

۴۔ تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۲۱۳ مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں
کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا اُسے پہن کر نماز نہ پڑھنا۔ وہ
یقیناً دوزخیوں کا لباس ہے۔

حدیث ۷:

رَوَى إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ
أَوْحَى إِلَهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى نَبِيِّهِ مِنْ أَنْبِيَائِهِ قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ
لَا يَكْسُوا لِبَاسَ أَعْدَائِهِ وَلَا يَطْعَمُوا مَطَايِمَ أَعْدَائِهِ
وَلَا يَسْكُبُوا مَسَالِكَ أَعْدَائِهِ فَيَكُونُوا أَعْدَائِهِ
فَيَكُونُوا أَعْدَائِهِ كَمَا هُمْ أَعْدَائِهِ فَا مَاتَ لِبَسُ

السَّوَادُ لِلتَّقِيَّةِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ -

(۱) - من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۶۳ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

(۲) - علل الشرائع باب ۵ ص ۳۸، ۳۹،

العللۃ التي من اجلها لا تجوز الصلوة

فی سواد - مطبوعہ تہران جدید)

(۳) - وسائل الشیعة جلد سوم ص ۲۶۹،

کتاب الصلوة الخ)

ترجمہ:

اسامیل بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیغمبر کی طرف یہ وحی بھیجی کہ تمام مومنوں کو کہہ دو کہ نہ تو میرے دشمنوں کا لباس پہنیں۔ نہ ان کے کھانے کھائیں اور نہ ہی ان کے راستوں پر چلیں۔ اگر انہوں نے یہ کام نہ چھوڑے۔ تو ان دشمنوں کی طرح یہ بھی میرے دشمن ہوں گے۔ بہر حال کالے کپڑے تقید کرتے ہوئے پہن لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے

علل الشرائع

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَمِيرِ
الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ فِيمَا عَلَّمَ

أَمْعَابَهُ لَا تَلْبَسُوا السَّوَادَ فَإِنَّهُ لِبَاسُ
فِرْعَوْنَ -

(محل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۷)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابو بصیر روایت کرتا ہے کہ
اہم موصوف نے اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے حضرت علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث بیان فرمائی۔ وہ یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے
اپنے ساتھیوں کو اس بات کی تعلیم دی کہ کالے کپڑے نہ پہننا۔ کیونکہ
یہ فرعون کا لباس تھا۔

محل الشرائع

باب ۵۶ الْعِلَّةُ الَّتِي مِنْ أَجْلِهَا لَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ فِي سَوَادٍ
عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهُ أَصَلِّي فِي
قَلَنْسُورَةِ السَّوَادِ؟ قَالَ لَا تَصِرْ فِيهَا فَإِنَّهَا
لِبَاسُ أَهْلِ النَّارِ -

(محل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۶-۳۴۷)

ترجمہ:

باب ۵۶ / اُن احادیث کے جمع کرنے میں کج بن میں کالے کپڑے
پہن کر نماز نہ ہونے کی علت بیان ہوئی ہے حضرت امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ سے راوی حدیث نے پوچھا کہ میں کالی ٹوپی پہن کر نماز
پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا ایسی ٹوپی پہن کر نماز نہ پڑھنا۔ کیونکہ

کالا لباس یقیناً دوزخیوں کا لباس ہے۔

الحکم کریم:

اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے لیے وہی احکام قابل قبول ہیں جو حضرت ائمہ اہل بیت نے فرمائے ہیں۔

اسی عقیدہ کی بنا پر وہ اپنی فقہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے دو فقہ جعفریہ، کا نام دیتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اہل تشیع حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشادات و احادیث پر عمل کرنے والے ہیں ایک طرف ان کا یہ دعوئے اور دوسری طرف ان کا سیاہ کپڑے پہننے کا عمل دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا لباس کوہنہیں کالا ہے اور فرعون کا لباس فرما رہے ہیں۔ اور ان کا لباس ہونے کی وجہ سے کالا لباس بلکہ صرف کالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دے رہے۔ اور پھر فرمایا کہ یہ لباس چونکہ ہمارے دشمنوں کا ہے۔ اس لیے جو پہنے گا۔ وہ بھی دشمنوں میں شامل ہو جائے گا۔ ان واضح ارشادات و احادیث کے ہوتے ہوئے کسی محبت اہل بیت کو یہ جرأت کب ہو سکتی ہے کہ وہ سیاہ لباس پہنے۔

تو معلوم ہوا کہ اہل تشیع دھوکے سے اپنی من گھڑت فقہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور محض قریب دہی کے لیے اپنے آپ کو حضرات ائمہ اہل بیت کے شبیدائی و فدائی کہلاتے ہیں۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت کا محب دوزخیوں والا، فرعون والا اور ان ائمہ کے دشمنوں کا لباس پہنے اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ اہل بیت کے دشمن ہیں۔ اور حقیقت بھی

یہی ہے۔ اس کا اعلان خود امام جعفر صادق نے کر دیا۔ کہ میرے دشمنوں کا سایہ لباس پہننے والے میرے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ بغضِ اہل بیت اور ان کی دشمنی سے بچائے اور ان حضرات کی صحیح محبت و عقیدت عطا فرمائے۔ اور ان کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ)

ایک ضروری بحث

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہاتھ باندھ کر نماز
میں کھڑے ہوتے تھے۔

نماز میں اگر کوئی شخص کسی کی اقتداء کرتا ہے۔ تو مقتدی پر لازم ہے۔ کہ اپنے افعال میں اپنے امام کی اقتداء کرے۔ لیکن اس امر میں اہل تشیع بہت زیادہ تاکید کے قائل ہیں۔ ان کی ”صحاح اربعہ“ میں موجود کہ منافق کو امام بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے اتنا عظیم مرتبہ اور بلند مقام حاصل ہوتا ہے۔ کہ گویا ایسی غلاداد کی گئی۔ جیسی کسی نبی و رسول کی اقتداء میں پڑھی۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ نماز باجماعت ہی ہونی چاہئے۔ اور اگر جماعت کی ادائیگی کسی منافق کے پیچھے بھی کرنی پڑے۔ تو ترک جماعت برگزینوں کو ناچاہیئے۔ کیونکہ اس کا درجہ معمولی نہیں۔ تو جب منافق کی اقتداء میں اتنا ثواب اور اس قدر عظمیٰ مرتبہ ہے۔ تو ان کے معیار کے مطابق صحیح اور قابلِ امانت شخص کی اقتداء کا اجر و ثواب خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

منافق کی اقتداء کرنے میں مذکور ثواب کی وجہ ان (اہل تشیع) کے نزدیک

دو تہیہ کی بنا پر ہے۔ ہم اس موضوع پر کافی دشمنی رکھ چکے ہیں۔ اس مقام پر صرف اتنا عرض کرنا ہے۔ کہ چلو مان لید کہ اتنا عظیم اجر و ثواب ”تہیہ“ کی وجہ سے ہی حاصل ہوا۔ لیکن تہیہ ہوتا کیسے ہے؟ اس کی صورت یہی سامنے آتی ہے۔ کہ امام کی امامت اور اس کے افعال نماز کو درست نہ سمجھتے ہوئے بھی اس کی اقتداء کرنا اور افعال نماز اسی کی طرح ادا کرنا۔ تو جو شخص از روئے تہیہ کسی کی اقتداء میں نماز پڑھے گا۔ وہ ظاہراً یقینی طور پر امام کی طرح قیام کرے گا۔ اس کی طرح ہاتھ باندھے گا۔ اس کی طرح رکوع و سجود اور قعدہ کرے گا، اگر کوئی مقتدی اپنے امام کے افعال نماز میں اس کی مخالفت کرتا ہے۔ یعنی امام نے کاتوں تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر تحریمہ کہی۔ اور مقتدی نے سینہ تک ہاتھ اٹھائے۔ امام نے زیر ناف ہاتھ باندھے مقتدی نے یا تو سینہ پر رکھے۔ یا بالکل ہی کھلے چھوڑ دیئے۔ تو ایسی اقتداء کو دو تہیہ کے طور پر اقتداء کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ تہیہ کے طور پر اپنا عمل باوجود نہ چاہنے کے امام کے مطابق کرنا پڑتا ہے اب ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ کہ کیا نماز پڑھتے وقت نمازی کو ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ یا کھلے چھوڑ کر نماز ادا کرنی چاہیئے۔ تو ایسے کتب شیعہ اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور بطور تہیہ ویسی ہی نماز پڑھی۔ جیسی حضرت ابو بکر صدیق اور دیگر نمازیوں نے پڑھی۔ (یعنی نماز میں ہاتھ باندھے)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بہت سی نمازیں ادا کیں

احتجاج طبرسی:

شَرَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلَاةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلَّى خَلْفَ
ابنِ بَكْرٍ۔

(۱) احتجاج طبرسی۔ جلد اول ص ۱۲۳

احتجاج امیر المومنین علی ابنی بکرو

علم الخ۔ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید

(۲) احتجاج طبرسی ص ۵۹ مطبوعہ طبع

قدیم نجف اشرف

(۳) مرآة العقول شرح اصول کافی

بمکتب فی الاشارة الی بعض مناقب

فاطمہ الخ ص ۳۸۸۔ طبع قدیم

ترجمہ:

پھر سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اور نماز کی تیاری فرمائی
اور مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے
پہچھے (ان کی اقتداء میں) نماز ادا فرمائی۔

اس روایت میں اگرچہ صرف ایک نماز میں اقتداء کا ذکر ہے۔ لیکن کتب شیعہ میں موجود ہے۔ کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صرف ایک ہی نماز پڑھجوری حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نہیں پڑھی۔ بلکہ ایسا بار بار ہوا۔ اس لیے یہ غلط فہم کرنا بالکل غلط ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسجد میں جا کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں صرف ایک ہی مرتبہ نماز پڑھی۔ کیونکہ مسک شیعہ اور سنی دونوں کی کتب معتبرہ میں یہ مذکور ہے۔ کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا گھر چونکہ مسجد نبوی کے بالکل قریب تھا اور آپ بغیر جماعت ادا نہیں فرمایا کرتے تھے اس لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں آپ نے بہت سی نمازیں ادا فرمائیں۔

البداية والنهاية:

وَهَذَا حَقٌّ فَإِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ لَمْ يَفَارِقِ
الصِّدِّيقَ فِي وَقْتٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ وَلَمْ
يَنْقَطِعْ فِي صَلَوةٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ
خَلْفَهُ.

(البداية والنهاية جلد ۵ ص ۲۴۹)

اعتراف سعد بن ابی عبادہ

بصحۃ ما قال الصديق

يوم الثقیف - مطبوعہ بیروت

ریاض

ترجمہ:

(حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بارہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کرنا) یہ حق ہے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کسی

وقت بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جُدا نہ ہوئے۔ اور نہ ہی
آپ کے پیچھے کسی نماز میں غیر حاضر رہے۔

البداية والنهاية:

وَهَذَا الَّذِي رَأَى بِعَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
وَالَّذِي يَدُلُّ عَلَيْهِ الْإِشَارُ مِنْ شُهُودِهِ
مَعَهُ الصَّلَوَاتِ وَخُذُوجُهُ مَعَهُ إِلَى ذِي
الْقِصَّةِ بَعْدَ مَوْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(البداية والنهاية جلد ۲ ص ۳۰۲)

خلافت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

و ما فیہا من الحوادث

مطبوعہ بیروت و ریاض

ترجمہ

(صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں متواتر نمازیں ادا کرنا) یہی بات حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شایانِ شان ہے۔ اور بہت سے ایسے
آثار و ارشادات صحابہ موجود ہیں۔ کہ جن میں اس امر کی گواہی ملتی ہے۔ کہ حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز باجماعت میں (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کی اقتدار میں) ان کے ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور حضور سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد یہ دونوں حضرات اکٹھے جہاد وغیرہ
واقعات میں نکلا کرتے تھے۔

کتاب سلیم بن قیس ہلالی:

وَكَانَ عَلَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ الْعَتَلَوَةِ
الْخَمْسَةِ.

(کتاب سلیم بن قیس ہلالی ص ۲۲۲)
مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف

ترجمہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانچوں نمازیں (باجماعت) مسجد (نبوی) میں ادا فرمایا کرتے تھے۔

حملہ حیدری:

کشیدہ نہ صفت اہل دین از قفا ۛ دراں صفت ہم استاد شیر خدا -
(حملہ حیدری جلد اول صفحہ نمبر ۲۷۵)
ارتزاق امیر المومنین از آب یاری وطن
ہر دشمنان - مطبوعہ تہران طبع جدید -

ترجمہ:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جب اہل دین (مسلمانوں) نے نماز ادا کرنے کے لیے صفیں باندھیں۔ تو ایک صف میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ (تاکہ نماز باجماعت ادا کریں)

تلخیص الشافی:

وَإِنْ أَدْعَى صَلَوةَ مُطَهَّرٍ لِلْإِقْتِدَاءِ فَذَلِكَ مُسَلَّمٌ لَا شَكَّ
الْقَاهِرُ۔

دکھیں الشافی جلد دوم ص ۱۵۸ مطبوعہ

دارالکتب اسلامیہ رحمہ اللہ مطبوعہ جدید

دکھیں الشافی ص ۲۵۴ مطبوعہ قدیم

ترجمہ:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ظاہر اقتداء میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز ادا کرنا ایک امر مسلم ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر و باہر ہے۔

الحاصل:

اہل تشیع و اہل سنت کی معتبر کتب سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو گیا کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ ادائیگی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ہوا کرتی تھی۔ بلکہ صاحب تلخیص الشافی کے قول کی بنا پر یہ مسلمات میں سے ہے۔

مذکورہ چھ مدحوالہ جات جو پیش کیے گئے۔ ان میں اسی مسلمہ بات کا ذکر ہے۔ رہا یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نمازیں پڑھیں تو فوراً لیکن دل سے آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ایسا کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے یہ محض بے بنیاد پراپیگنڈا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شایان شان یہ نہیں۔ کہ آپ حق کو چھپاتے ہوئے عرض دراز تک باطل پر قائم رہے۔ اس لیے آپ کا باجماعت نمازیں

اداکرنا صرف اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ آپ کے نزدیک یہی طریقہ درست اور حق تھا
 بغرض محال اگر معتزلی کے خیال کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی اتنی بات یقیناً
 اہل من الشمس ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ طوعاً و کرہاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی
 اقتداء میں افعال نماز اسی طرح ادا کرتے تھے۔ یعنی جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
 دوران قیام ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہاتھ
 باندھ کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس لیے نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا ایک نہیں
 بار اہم تر ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ اور اس حقیقت سے بھی انکار
 ممکن نہیں۔ کہ نماز جیسا اہم عبادت کی ادائیگی کا طریقہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کسی دوسرے
 نے از خود مقرر کر لیا ہو۔ بلکہ اس کی تمام صورت شارع کی طرف سے متعین ہوتی
 ہے۔ اس لیے نتیجہ نکلا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر کی اقتداء میں حالت
 قیام میں ہاتھ باندھے۔ اور ابو بکر صدیق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے
 دیکھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کی ہدایات کے مطابق ایسا کیا۔
 لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی دو باب و نینۃ العلم، کی وارث شیعیت سے یہ کیونکر
 توقع کی جاسکتی ہے۔ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق پر عمل کرنے میں اخلاص
 سے کام نہیں لیتے تھے۔ ان پر اس قسم کے اتہام وہی لگا سکتا ہے۔ جو نفی و عناد
 میں مڑا جا رہا ہو۔

سوال:

ہم (اہل تشیع) اس بات کو یقین سے مانتے ہیں۔ اور صرف ملتے ہی نہیں
 بلکہ عقیدہ بھی یہی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ ابو بکر صدیق
 (رضی اللہ عنہ) کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اور جناب غیر خدا رضی اللہ عنہ دوران

اقتداء افعالِ نماز میں اپنے امام دابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شکل پیروی کرتے رہے۔
لیکن یہ پیروی اور اقتداء غلو سے نیت اور صدقِ دل سے نہ تھی۔ بلکہ یہ سب کچھ تقیہ کے
طور پر ہوا۔ اور جو افعال بطور تقیہ سرزد ہوئے ان کو دلیل و حجت نہیں بنایا جاسکتا۔ اس
کے علاوہ عین ممکن کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اقتداءِ صدیق میں بطور تقیہ پڑھی
گئی نماز کو اپنے گھر میں دوبارہ ادا کرتے ہوں۔ اور اس ادائیگی کے وقت آپ ہاتھ
کھلے چھوڑتے ہوں۔ لہذا ان احتمالات کے ہوتے ہوئے مذکورہ حوالہ جات ہم
پر حجت نہیں بن سکتے۔

جواب امیرِ اول:

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عظیم اور بہادر شخصیت پر آنا بڑا الزام ہے کہ
اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ حضرت شیعہ خدائے رضی اللہ عنہ پر قہمت تقیہ لگانا
پھر نماز کی ادائیگی کے وقت اتنی جسارت کوئی صاحبِ ایمان نہیں کر سکتا۔ آپ
کی ذات پر یہ گھنونا الزام لگا کر معتزض نے مذکورہ حوالہ جات کے مقصوم کی جو تاویل
کی۔ وہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات کے مطابق برعکس ہے۔ آپ
کا یہ اعلان ہے۔ ”و اگر میرے مقابلہ میں تمام عرب آجائے۔ تو مجھے قطعاً کوئی
خوف نہ آئے گا۔ بلکہ میں تو ان کی گردنیں اڑانے میں کچھ دیر نہ کروں گا۔“ اسی
طرح ایک اور جگہ آپ کا ارشاد یوں مذکور ہے ”ا احکام شرع کے نافذ کرنے
میں میرے سامنے ہر قوی بالکل کمزور اور ذلیل ہے۔ اور ہر کمزور میرے نزدیک
بہت بڑا بہادر ہے۔“ انج البلاغہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان اعلانات کے پیش نظر دو تقیہ بھی
قابلِ نفرت عمل کی آپ کی طرف نسبت کرنا بھی بے ادبی ہے۔ چہ بائیکہ آپ کو اس

کا کار بند کہا جائے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ آپ کی جملہ باجماعت نمازیں صدقِ دل اور خلوص نیت سے تھیں۔ ان میں تسبیح، بناوٹ اور تکیہ کا شائبہ تک نہ تھا۔

ائمہ اہل بیت امراء کے پیچھے نماز پڑھ کر

لوٹاتے نہیں تھے

جواب امردوم:

مترض کا دوسرا احتمال یہ تھا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر کی اقتداء میں جو نمازیں پڑھیں وہ بان کے خطرے کے پیش نظر بطور تکیہ پڑھیں تاکہ عوام آپ کو صدیق اکبر کا مخالفت نہ سمجھیں۔ لیکن اللہ کی عبادت کو خلوص نیت کے ساتھ ادا کرنے کے لیے ان ظاہری طور پر پڑھی گئی نمازوں کو گھر میں جا کر آپ و بار ادا کر لیا کرتے تھے۔ اس لیے گھر میں ادا کردہ نمازوں میں آپ ہاتھ نہیں باندھا کرتے تھے الی آخر۔

دو گھر میں جا کر نماز دوبارہ لوٹانا، یہ بھی پہلے اتمام سے کم نہیں۔ اور توہین و کتفی میں "تکیہ" ایسے اقوام سے کہیں بڑھ کر الزام ہے۔

آئیے! شیعہ کتب سے اس بات کی تصدیق و توثیق پیش کریں۔ کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو نمازیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلفائے ثلاثہ کی اقتداء میں ادا فرمائیں۔ گھر میں جانے کے بعد ان کا اعادہ نہیں فرمایا۔

بحار الانوار:

الرَّاهِدِي يَسْأَلُهُ عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ
عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ
يُصَلِّيَانِ خَلْفَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ
فَقَالُوا لِأَحَدِهِمَا مَا كَانَ أَبُوكَ يُصَلِّي
إِذَا رَجَعَ إِلَى الْبَيْتِ فَقَالَ لَا وَاللَّهِ
مَا كَانَ يَزِيدُ عَلَى صَلَوةٍ.

(بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۱۱۴)

مطبوعہ تہران بیچ قدیم۔ ابواب تاریخ

ماہیت الخ

ترجمہ:

راوندی اسناد کے ساتھ موسیٰ بن جعفر کے باپ سے یہ روایت
کرتا ہے۔ کہ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما مروان بن الحکم کی اقتداء میں
نمازیں ادا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان میں سے ایک امام سے
دریافت کیا کہ آپ کے ابا جان (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)
مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتے تھے بعد جب گھر لوٹتے تھے تو
کیا وہ نماز کا اعادہ فرمایا کرتے تھے؟ جواب فرمایا۔ خدا کی قسم! وہ مسجد
میں ادا کردہ نماز پر ہی اکتفا فرمایا کرتے تھے۔ گھر اگر اس کو دوبارہ ادا
کر کے زیادتی نہ فرمایا کرتے تھے۔

دیکھا آپ نے کہ کتب شیعہ کے حوالہ سے اس بات کی صاف صاف تردید ہو گئی۔ کہ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور ان کے والد ماجد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہرگز ہرگز یہ عادت دھنی۔ کسی کے پیچھے بطور تہنیت نماز پڑھیں۔ اور پھر اسی نماز کو گھر لوٹ کر دوبارہ پڑھیں۔ گزشتہ اوراق میں مذکورہ بحث کی تفصیل یوں کہی جاسکتی ہے۔ کہ

- ۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں
- ۲۔ ان کی اقتداء میں نماز کے افعال و اعمال میں بھی آپ نے اپنے امام کی پوری پوری اتباع کی۔

۲۔ خلفائے ثلاثہ کی امامت میں ادا کی گئی نمازوں کا گھر لوٹ کر اعادہ نہیں فرمایا۔

گھلا پھیلے

ان تفصیلی امور کی نشاندہی کے بعد پھر بھی اگر کوئی ہٹ دھرم یہ کہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی اقتداء کے دوران حالت قیام میں ہاتھ نہیں باندھے۔ تو ایسے ہر ہٹ دھرم کو ہمارا کھلا چیلنج ہے۔ کہ کوئی ایک حدیث صحیح سند کے ساتھ اس پر پیش کر دو۔ تو منہ مانگا انعام پاؤ۔ اور دوسرا ہمارا یہ بھی چیلنج ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیح سند کے ساتھ کوئی ایک حدیث (اپنی کتابوں سے ہی) پیش کر دو کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ کی اقتداء میں پڑھی گئی نمازوں میں ایک نماز کا بھی گھر لوٹ کر اعادہ کیا ہو۔؟

اگر آج تک کوئی ایسی حدیث پیش نہیں کر سکا تو قیامت ناممکن۔ لہذا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اقتداء کے صدیق اکبر میں نمازوں کی ادائیگی کو دو تہیہ پر محمول کرنا اور اس پر یہ تاویل گھر ناک آپ گھر لوٹ کر ان پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ کر لیا کرتے تھے۔ کس طرح قابل تسلیم ہو سکتا ہے؟ نواسیہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جگر گوشہ بتول (رضی اللہ عنہا) اور فرزند علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قسیمہ فرمائیں۔ کہ میرے والد گرامی گھر جا کر نمازوں کا اعادہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ تو اس کے بعد صداقت و حقانیت کے لیے کیا دلیل چاہیئے؟

خود فیصلہ کر لیں۔ کہ ایک ضدی، ہٹ دھرم اور خود رو پودے کی طرح لگنے والے شخص کی بات، صداقت و دیانت کے علمبردار اور چلتے پھرتے ناطق قرآن کے مقابلہ میں کیا وزن رکھتی ہے؟

حق یہی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ اہل بیت و صلوات اللہ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے دور میں مختلف حضرات کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں۔ اور دوران اقتداء افعال نمازیں ان کی اتباع کرتے رہے۔ اور یہ سب کچھ نہ تو کسی خوف کی وجہ سے تھا۔ اور نہ فریب دہی کے طور پر اسے تہیہ پر محمول کیا جاسکے۔

ایک لایعنی دلیل:

خالق کائنات کا قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ

ترجمہ:

جس طرح خدا نے تمہیں پیدا کیا۔ اسی طرح واپس لوٹو گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کی پیدائش اور اس کے حشر و نشر کو باہم ایک

جیسا فرمایا۔ دنیا میں آتے وقت ہر آدمی کے ہاتھ (سین پر بندھے ہوئے کی بجائے) کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح اب کائنات کے حضور بروز مشرق بھی ہاتھ کھلے ہی ہوں گے۔ لہذا اس سے یہ اشارہ ہوتا ہے۔ کہ اسے انسان تیسری پیدائش اور پھر رب کے ہاں حضوری جب کھلے ہاتھوں ہے۔ تو ان دونوں کے درمیان عرصہ میں بھی امتد کی عبادت (نماز) کے وقت ہاتھ کھلے ہوئے چاہئیں۔ اسی پر ہم اہل تشیع کا عمل ہے۔

جواب:

ہاتھ چھوڑے ہوئے ہر آدمی کو پیدا ہونا اور امتد کے ہاں بوقتِ حضوری بھی یہی حالت ہو تا یہ دونوں حالتیں ایسی ہیں کہ ہر آدمی ان میں احکاماتِ شرعیہ کا تکلف نہیں ہوتا۔ لیکن نماز کی فرضیت تکلف پر ہوتی ہے۔ حالت تکلیف کی کیفیات کو حالت تیسرے یعنی پرچیاں کرنا اور ایک دوسرے پر قیاس کرنا لغو اور باطل ہے۔ اسے ”قیاس مع الفارق“ کہتے ہیں۔ اگر بقول معتزل اسے قیاس صحیح قرار دیا جاسکے۔ تو پھر حالت پیدائش کی بہت سی باتوں کو بعد میں اپنانا ضروری ہو جائے گا۔ لہذا بوقتِ پیدائش نوموود کے جسم پر کوئی کپڑا نہیں ہوتا۔ اس لیے معتزل اور اس کے ہم نواؤں کو اسی کیفیت میں ساری عمر بسر کرنی چاہیے۔ بازاؤں لگی کوچوں، غزاخانوں اور اجتماعات میں اسی فرض کی بجا آوری میں کوشاں ہونا چاہیے کوئی پوشے۔ تو ارشاد ہو۔ حضور! اسی طرح ننگ و حذنگ تشریف آوری ہوئی۔ لہذا ہم تو پیدائشی ہی ایسے ہیں۔ کون سی کجاست ہو گئی؟

اس کے ساتھ ساتھ معتزل اور اس کے ہم مشربوں کو ہی طرح جسم پر کندگی رکھنی چاہیے۔ جو بوقتِ پیدائش تھی۔ تاکہ اہل دنیا کو کم از کم یہ توشہ مست ہو سکے۔

کیہ کون لوگ ہیں؟ اور ان کی کیا خوبیاں ہیں؟

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ هَذِهِ الْخُرَافَاتِ

بحث

نماز میں بحالت قعدہ ”التحیات الخ“

پڑھنا اور اس کا ثبوت

سوال:

اہل تشیع کے ہاں نماز میں بحالت قعدہ ”التحیات الخ“ کے الفاظ نہیں پڑھے جاتے۔ اس سلسلہ میں وہ کہتے ہیں کہ ان الفاظ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت سے کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ اہل سنت نے اپنی طرف سے ان کا اضافہ کیا ہے۔ اصلی اور کمال التحیات صرف اتنی ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ جیسا کہ ان کی کتب توضع المسائل اور نعمة العوام میں اس کا ذکر ہے

توضع المسائل:

و در حال آرام بودن بدن تشهد بخواند یعنی بگوید اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ

الا لله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده
ورسوله الله صل على محمد وال محمد۔

(۱۔ توضیح المسائل ص ۱۲۲ "تہجد"

مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ تحفۃ العوام تصنیف ابوالحسن

موسوی اصفہانی ص ۳۳، باب

پنجم نماز وغیرہ کے بیان میں مطبوعہ

نوکشور لکھنؤ)

ترجمہ:

جب نمازی نماز پڑھتے ہوئے بیٹھ کر جسم کو آرام پہنچائے۔ تو اس

حالت میں اشہد ان لا اله الا الله الخ پڑھے

لنذاثابت ہوا۔ کہ التحیات (تشہد) میں صرف یہی الفاظ ہیں۔ باقی الفاظ

التحیات لله والصلوات الخ۔ اہل سنت نے بڑھائے ہیں۔ ان کی کوئی

اصل نہیں ہے۔

جواب:

حیرت اس بات کی ہے کہ اہل سنت پر یہ الزام حراشا بار بار ہے کہ تشہد میں

التحیات لله والصلوات الخ کے الفاظ ان کی اختراع ہے۔ وجہ یہ ہے

کہ جس طرح اس حالت کا نام "تشہد" ہے۔ صرف عام میں اس کو "التحیات

بیٹھنا" بھی کہتے ہیں۔ تو اس حالت کے اس نام سے ہی مسئلہ حل ہو جاتا ہے

اگر اس میں روا التحیات لله والصلوات الخ کے الفاظ نہ ہوں۔ تو پھر اسے

اس نام سے کون موسوم کیا گیا؟

علامہ اندلی مترجمین سے یہ پوچھا جاسکتا ہے۔ کہ ان الفاظ میں جو تمہارے کہنے کے مطابق اہل سنت کی اختراع ہیں آخر کون سا ایسا لفظ ہے۔ یا کون سا ایسا جملہ ہے۔ جس کی ادائیگی سے کفر لازم آتا ہو۔ اور نماز میں بھی بہت بڑا جرم ہوتا ہو؟ مذکورہ الفاظ کے معانی و مفہوم میں اگر جھانک کر دیکھا جائے۔ تو ان سے اللہ رب العزت کی مہربانی کی صاف صاف چھلک دکھائی دیتی ہے۔ ہماری نہایتی الاستبصار کے مصنف علامہ طوسی کی زبانی سنئے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کسی سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

الاستبصار:

قُلْتُ لَهُ قَوْلَ الْعَبْدِ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ
وَالنَّكَلِيَّاتُ لِلَّهِ۔ قَالَ هَذَا اللَّفْظُ مِنَ الدَّعَاءِ يَكْتُمُ
عَبْدُ رَبِّهِ۔

(الاستبصار جلد اول صفحہ نمبر ۲۴۲)

فی وجوب الشہد واقلمنا

یجرى منه۔ مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

راوی کہتا ہے۔ میں نے سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کوئی آدمی جب یہ الفاظ کہتا ہے۔ التحیات لله الخ تو یہ کیسے ہیں۔ اور ان میں کہنے والا کیا کچھ کہہ رہا ہوتا ہے۔ فرمایا۔ یہ من جملہ دعاؤں میں سے دُعا ہیں۔ اور ان کی ادائیگی کے ذریعہ بندہ اپنے

پردرد و گار کی بجائے پایاں عنایات اور خوشنودیوں کا طالب ہوتا ہے
 سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوا۔ کہ مذکورہ کلمات میں کوئی ایسا
 لفظ نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہو۔ بلکہ ہر ایک لفظ اس کی رضا جوئی کا
 مظہر ہے۔ لہذا ان الفاظ میں بُرائی نہ ہوئی۔ پھر بھی اگر کوئی یہی کہتا پھرے۔ کہ یہ الفاظ
 اچھے نہیں وغیرہ وغیرہ۔ تو اُسے خود ہی فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت
 سے اس کا کیا تعلق ہے؟۔

کیا ”التحیات للہ الخ“ اہل سنت

کی تشہد میں ہونے کی وجہ سے قابل

عمل نہیں یا ائمہ اہل بیت سے کوئی

حدیث نہ ہونے کی بنا پر

اگر کوئی یہ اعتراض کر دے۔ کہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول روایت
 کی بنا پر ہم ان الفاظ کوئی تشہد بُرا نہیں کہتے۔ کیونکہ عنایات ربانیا اور خدائی لطف و کرم
 کے سوال پر مبنی الفاظ کب بُرے ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ہم انہیں ایک تو اس وجہ سے ایسا
 کہتے ہیں۔ کہ اہل سنت انہی نمازیں دوران تشہد ادا کرتے ہیں۔ لہذا ان کی مطابقت
 ہمیں نہیں بھاتی۔ دوسری وجہ جو دراصل اسی وجہ کی بنیاد ہے۔ وہ یہ کہ حضرات ائمہ
 اہل بیت سے کوئی ایسی حدیث و روایت منقول نہیں۔ جس میں مذکورہ الفاظ موجود
 ہوں۔ اس لیے ہم ان الفاظ کو التبیات (تشہد) میں داخل کرنا ممنوع جانتے ہیں۔

اس غدشہ اور بے بنیاد سوال کے جواب میں ہماری گزارش ہے۔ کہ ہم اگر یہ ثابت کر دیں۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کو ان الفاظ کے تشدد میں داخل ہونے پر کوئی اعتراض نہیں۔ تو پھر سائل اور اس کے ہم نوا بدو ہم پیادہ لوگوں کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ حقیقت کچھ یوں نظر آتی ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت سے ثبوت کا تو ایک بہانہ ہے۔ ورنہ اہل سنت کے ہاں ان الفاظ کا دوران تشدد ادا کیا جانا ہی ہو پیٹ درو، کی وجہ سے ہے خود اپنے امانوں کے خلاف چلیں۔ اور بدنامی اہل سنت پر لگائی جائے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

اؤ! آنکھیں کھول کر دیکھو۔ کہ تمہارے مذہب کی بنیاد (صحاح اربعہ) میں موجود ہے کہ ائمہ اہل بیت سے ان الفاظ کا تشدد میں پایا جانا امر واقعی ہے۔

التحيات لله الخ کے الفاظ خود ائمہ اہل بیت سے

ثابت ہیں

من لا يحضره الفقيه:

وَقُلْ فِي تَشْهَدِكَ بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَالْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى كُلُّهَا
بِاللَّهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ
لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَوْكَرَهُ
الْمُشْرِكُونَ أَلْتَحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ

الطَّيِّبَاتُ الظَّاهِرَاتُ الْخ

(۱- من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۰۹)

فی وصفت الصلوۃ الخ مطبوعہ

تہران طبع جدید

(۲- من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۰۵)

فی القنوت والشہد مطبوعہ

قدیم لکھنؤ

ترجمہ:

سیدنا حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے زرارہ کو فرمایا کہ تشہد کے دوران یہ کلمات پڑھو۔ بسم اللہ الخ حدیث مذکور سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ارشاد مبارک کے مطابق دو حدیث قولی،، ہوئی۔ اور وہ بھی ایسے الفاظ پر مشتمل ہے۔ کہ جس میں امام موصوف نے حکماً الفاظ مذکورہ کو پڑھنے کا کہا اس قدر وضاحت کے ہوتے ہوئے کیا شک باقی رہ جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ الفاظ مذکورہ کو دوران تشہد خود امام موصوف بھی ادا کرتے تھے اور اپنے سے دریافت کرنے والوں کو بھی ان کے پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

اس حوالہ سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کو اہل سنت کی ان کلمات کی ادائیگی سے جو اہل سنت کے ہاں معمول ہیں۔ کوئی اعتراض نہ تھا۔ اور نہ ہی کسی قسم کی ناراضگی تھی۔ وہاں یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ اہل تشیع کو بھی ان کلمات پر اعتراض ہے۔ اور ہم سے ناراضگی ہے۔ بلکہ ہم ہی کیا وہ تو اس مسئلہ میں ائمہ اہل بیت سے بھی سنت نالایاں ہیں۔ کہ ان حضرات نے تشہد میں ان الفاظ کو ادا کرنے کا کیوں کہا۔ جو

اہل سنت پڑھتے ہیں۔ اہل تشیع کی اس بارگاہی کتاب ذکرہ خود کتب شیعہ میں یوں مذکور ہے
رجال کشی؛

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ (ع)
عَنِ التَّشْهِيدِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ قُلْتُ التَّحِيَّاتُ وَالصَّلَوَاتُ؟
قَالَ التَّحِيَّاتُ وَالصَّلَوَاتُ فَلَمَّا خَرَجْتُ
قُلْتُ إِنَّ لِقِيَّتَهُ لَأَسْأَلُهُ عَدًّا فَسَأَلْتُهُ
مِنَ الْعَدِّ عَنِ التَّشْهِيدِ فَقَالَ كَمِثْلِ
ذَلِكَ قُلْتُ التَّحِيَّاتُ وَالصَّلَوَاتُ
قَالَ التَّحِيَّاتُ وَالصَّلَوَاتُ قُلْتُ
الْقَاهُ بَعْدَ يَوْمٍ لَأَسْأَلُهُ عَدًّا
فَسَأَلْتُهُ عَنِ التَّشْهِيدِ فَقَالَ كَمِثْلِهِ
فَقُلْتُ التَّحِيَّاتُ وَالصَّلَوَاتُ؟
قَالَ التَّحِيَّاتُ وَالصَّلَوَاتُ فَلَمَّا
خَرَجْتُ خَصَرْتُ فِي لِحْيَتِي وَقُلْتُ
لَا يُنَالِحُ أَبَدًا۔

رجال کشی صفحہ نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۳

مذکورہ زرارہ بن اعین مطبوعہ کربلا

طبع جدید

ترجمہ:

زدارہ روایت کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر
 صادق رضی اللہ عنہ سے تشہد کے بارے میں پوچھا کہ اس میں کیا پڑھنا
 چاہیئے؟ آپ نے اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ الخ تک
 کمر شہادت پڑھ سنا دیا۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا یہ الفاظ بھی پڑھنے
 چاہئیں؟ التحیات لله والصلوة، آپ نے فرمایا۔ ہاں یہ
 الفاظ بھی پڑھیں۔ میں یہ سن کر وہاں سے چلا آیا۔ نکلنے کے وقت میں نے
 ارادہ کیا کہ کل پھر آؤں گا۔ اور یہی بات پھر پوچھوں گا۔ جب دوسرے
 دن میں آیا۔ اور یہی سوال کیا۔ تو آپ نے: ”بیعتہ گزشتہ دن والا جواب
 دیا۔ یعنی صرف کمر شہادت پڑھ کر سنا دیا۔ پھر میں نے التحیات
 لله والصلوة، کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے یہ بھی پڑھ دیا یعنی تشہد
 میں ان الفاظ کا پڑھنا برقرار رکھا میں نے پھر وہاں سے نکلنے وقت
 ارادہ کیا۔ کہ کل پھر آؤں گا۔ اور یہی سوال ضرور پوچھوں گا۔ لہذا میں آیا۔ اور
 پوچھا۔ تو آپ نے پہلے کمر شہادت پڑھ سنا دیا۔ پھر دو التحیات
 لله والصلوة، الفاظ بھی اسی طرح پڑھ دیئے۔ جس طرح پہلے دو
 مرتبہ ہو چکا تھا۔ اب کے تیسری مرتبہ میں نے وہی الفاظ سنے۔
 تو وہاں سے نکلنے وقت ازراہ مذاق واستہزاء امام موصوف کے قول کی
 ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے گوزلہ دُبر سے آواز کے ساتھ نکلنے
 والی ہولہ کی سہی آواز نکالتے ہوئے۔ دارِ رحمی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے
 کہا۔ ”یہ امام ہرگز ہرگز غلام و کامرانی نہ پائے گا۔“

الحاصل،

حدیث بالا سے یہ بات صراحت کے ساتھ ثابت ہوئی کہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے زرارہ کے سوال کے جواب میں تینوں مرتبہ اُن الفاظ کا بڑھنا برقرار رکھا۔ جن پر اہل سنت و جماعت کا عمل ہے۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوا کہ خود امام موصوف کو یہ الفاظ پڑھنے پسند ہی نہ تھے۔ بلکہ نماز میں دورانِ تشہد ان کو ادا بھی کرتے تھے۔ تین مرتبہ ایک جیسا جواب سن کر زرارہ شمی نے ناگواری کا اظہار کیا۔ اور وہ بھی عجیب بھونڈے طریقے سے۔ اس قدر طیل اشان امام کی بات کا مذاق اڑانے کی خاطر گوزی سی آواز نکالی۔ اور دائرہ ہی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے۔ بدو عادی۔ یا تو بین بھرے الفاظ یکے۔ یعنی امام ہرگز ہرگز نجات نہ پائے گا۔

گستاخی کی انتہاء:

اسی روایت کو بعض نسخہ جات میں دو فی لحیت، کے الفاظ سے ذکر کیا گیا۔ اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ درست اور صحیح تر یہی ہے۔ کیونکہ زرارہ نامی راوی حدیث کو جب تین مرتبہ امام موصوف نے ایک جیسا جواب ارشاد فرمایا۔ تو اس جواب کو سن کر مارے غصے کے آپے سے باہر ہو گیا۔ اور اس حالت میں امام موصوف رضی اللہ عنہ کے قریب گیا۔ اور ان کی دائرہ ہی شریعت کے نزدیک گوز ماری۔ اور بکھتے ہوئے کہا۔ امام ہرگز ہرگز نجات نہیں پائے گا۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دو محبت اہل بیت، کا ورد کرنے والے اور وہ ائمہ اہل بیت، کے عاشق، ہونے کا دم بھرنے والے کیسے محب ہیں۔ اور ان کا عشق کس نوعیت کا ہے۔

الرحمت و عشق اہل بیت و ائمہ اہل بیت کا یہی طریقہ ہے۔ تو خدا اس سے بچائے۔
 بلکہ ہم ان لیے بھی دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ایسی محبت و عقیدت کے
 گندے نالاب سے نکالے۔ اور صحیح محبت و عقیدت کی پاشنی نصیب فرمائے۔ اور ان
 حضرات کی سچی پکی اتباع فرمائے۔

خلاصہ کلام:

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین
 خود بھی دوران تشدد و التیمات اللہ والصلوات، کے الفاظ پڑھتے تھے۔ اور اپنے
 معتقدین کو بھی ان کی پڑھائی کا فرماتے تھے۔ اب اگر اہل تشیع ان الفاظ کے پڑھنے
 سے تاراض ہوتے ہیں۔ تو ان کی وراثت ہے۔ جو زوارہ سے انہیں ملی۔ ہمارا
 اس میں کیا قصور؟ یا حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اس میں کس قصور کے متکب؟

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

نماز تراویح کی بحث

عقیدہ اہل تشیع :

یہ نماز ایک بدعت سیئہ ہے جو عمر رضی اللہ عنہ نے
پیدا کی

گزشتہ اسباقات میں ہم نے اہل تشیع کے مختلف فروعات میں اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے حقیقتِ مال کی وضاحت کی۔ اسی طرح نماز تراویح میں بھی وہ مخالفت برائے مخالفت پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ لیکن اس مسئلہ میں ان کا استدلال ایک اور رنگ کا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نماز تراویح دو بدعت فاروقی، ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرات ائمہ اہل بیت سے اس بارے میں کوئی ثبوت نہیں۔ اس لیے رمضان المبارک کو نماز مشاعر صرف اتنی ہی ادا کرنی چاہیئے۔ جس کا ثبوت حدیثِ رسول اور ارشاداتِ ائمہ اہل بیت میں ہے۔

بھولے بھالے لوگوں کو دھوکہ دہی کی خاطر یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ ”نماز تراویح“

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اپنی طہارت سے بنائی ہوئی نماز ہے۔ لہذا بدعت ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ اہل بیت سے کوئی ایک حدیث و روایت ثابت نہ ہونے کی بنا پر اس پر عمل کرنا گویا۔ ان حضرات کی مخالفت کرنا ہے۔ اس لیے نماز تراویح ہرگز نہ پڑھنی چاہیے۔

اس بنا پر ہم نے سوچا کہ عوام کو اس دھوکہ دہی کی واردات سے آگاہ کیا جائے اور الزام مذکور کی تحقیق کی جائے تاکہ بھوسے بھالے لوگ اس دھوکہ میں پڑنے سے بچ سکیں۔

(وباللہ التوفیق)

اگر یہ بدعت سیدہ تھی تو اسے صحابہ نے کیوں نہ مطایا

نماز تراویح کو بدعت قرار دینا اور وہ بھی ”بدعت سیدہ“ اگر اہل تشیع کے اس خیال کو مان لیا جائے۔ تو سب سے پہلے اس ”برائی“ کو مٹانا ان حضرات کا فرض تھا جو اس بدعت کی ترویج کے وقت موجود تھے۔ کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب اس کار خیر کو شروع فرمایا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ اور ان کے متبعین یعنی حضرات تابعین ان گنت تعداد میں تھے اسی کثرت کے باوجود چپ رہتے ہوئے جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مطابق دیکھتے ہیں۔ جس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ دو میری امت کمرابی پر جمع نہیں ہو سکتی، تو ناچار پڑتا ہے کہ یہ کام (نماز تراویح) ان حضرات کے نزدیک بڑا کام نہ تھا۔ ان تمام حضرات میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

آپ کی شخصیت وہ ہے۔ کہ زندگی بھر حق کا ساتھ نہ چھوڑا اور نہ ہی کبھی حق کو چھپایا۔
ان کی اپنی ذات تو تھی ہی بلکہ اپنے دونوں ماڈلوں حضرت حسنین کریمین کو آخری وصیت
فرما رہے ہیں۔ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا رہنا۔ اگر تم نے یہ طریقہ چھوڑ دیا تو
پھر تم پر ظالم حکمران مسلط کر دیئے جائیں گے۔ اور ان حکمرانوں کے دور میں تمہاری کوئی دعا
بارگاہِ الہی میں شرف قبولیت نہ پائے گی۔

اگر نماز تراویح بدعت سیئہ تھی تو اسے حضرت

علیؑ نے اپنے دور میں ختم کیوں نہ کیا؟

اگر بقول مترغی نماز تراویح بدعت سیئہ تھی، تو حضرت علی المرتضیٰ کی اولیں
ذمہ داری تھی کہ اس بڑائی پر آواز اٹھاتے۔ اور علی الاعلان اس کی مٹا دیتے۔
اور اس کو ابتداء میں ہی ختم کرنے کی سعی فرماتے۔ لیکن اہل تشیع لڑی چوٹی کا زور
لگائیں۔ اور کہیں سے ایک ہی حدیث ایسی دکھا دیں۔ کہ جس میں مذکور ہو کہ حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بدعت کا سرعام انکار کیا ہو۔ اور اس کی علی الاعلان
ترذیل کی ہو۔ کبھی بھی وہ ایک روایت صحیحہ پیش نہیں کر سکتے۔ تو پھر انہیں کس نے
حق دیا۔ کہ جس بات کو حضرت علی المرتضیٰ سیمت کثیر تعداد میں صحابہ کرام نے قبول
کیا۔ اور اس کی تحسین کی۔ اور اس پر عمل پیرا ہوئے۔ یہ لوگ اہل تشیع اس کو
بدعت سیئہ کہتے پھریں؟

ہاں! تناظر رہے۔ کہ حدیث تو پیش نہ کر سکیں۔ لیکن یہ کہہ دیں۔ کہ
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بطور تعیہ اس کی مٹا دیتی تھی۔ ورنہ وہ دل

سے اس عمل پر خوش نہ تھے نہ صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خوف و حلال سے حق کو چھپائے رکھا۔ تو یہ کہنا اگرچہ اُن سے بعید نہیں لیکن اس قول میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی انتہائی گستاخی ہے۔ جسے ہر شخص جانتا ہے۔

دل کی خوشی یا ناخوشی ایک باطنی کیفیت ہے۔ جس پر اطلاع از خود ناممکنات میں سے ہے۔ ہاں اگر خود آدمی اپنی اسی کیفیت کا کسی طور پر اظہار کر دے۔ تو پھر اس پر اعتبار کیا جائے گا۔ یونہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ دل سے ناخوش تھے۔ اور فاروق اعظم کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے اس بدعت کے خلاف اُرازنہ اٹھائی۔ تو ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ جب فاروق اعظم نہ رہے۔ عثمان غنی بھی انتقال فرما گئے۔ اور خلافت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ملی۔ تو پھر غوث و دبدبہ والا ہی نہ رہا۔ تو خوف کس کا؟ دورانِ خلافت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بدعت کی سیخ کن کرنی چاہیے تھی۔ اور اس کے آثار کو ختم کرنا ان کی منصبی ذمہ داری تھی۔ اور روکاؤں میں بھی ختم ہو چکی تھیں۔ تو ایسے بہتر حالات میں حضرت علی نے اس بدعت، کو مٹانے کی بجائے اس کی تحسین فرمائی۔ اور فاروق اعظم کو اپنی دعاؤں سے نوازا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بادلِ نخواستہ نماز تراویح کو اپنا نا، اہل تشیع کا ان پر بہت بڑا اتہام ہے۔ اپنوں سے پرچھئے۔ وہ بھی ان تحسین بھر سے الفاظ کو اپنی کتب میں ذکر کر چکے ہیں۔

اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علی عمر فاروق کے اس عمل کی زندگی بھر تعریف کرتے رہے شیعہ کتب

شرح ابن حدید:

وَقَدْ رَوَى الرَّوَاةُ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ
كَحَجَّ كَيْلًا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي خِلَافَةِ
عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَتَرَى الْمَصَابِيحَ فِي
الْمَسَاجِدِ وَالْمُسْلِمُونَ يُصَلُّونَ التَّارَويْحَ
فَقَالَ تَوَرَّ اللَّهُ فَتَبَرَّ عُمَرُ كَمَا تَوَرَّ
مَسَاجِدَنَا.

(شرح نوح البلاغ ابن حدید طبع ۱۳۸۵ھ)

فی رد الشارح علی المفتی الخ
مطبوعہ بیروت (مجمع جدید)

ترجمہ:

بہت سے راویوں نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ رمضان المبارک کی ایک رات حضرت عثمان بن عفان
رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں گھر سے باہر تشریف فرما ہوئے
آپ نے دیکھا کہ مسجدوں میں چراغ جل رہے ہیں اور مسلمان
باجامعت نماز تراویح میں مشغول ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے غامضی

اے امجدِ عمر بن الخطاب کی قبر کو منور فرما۔ کیونکہ اس نے ہماری مسجدوں کو منور کر دیا۔ (یعنی نماز تراویح ادا کرنے کے لیے مسجدوں کو چراغوں سے روشن کیا گیا ہے۔ اور خود نماز تراویح سے چمبنے والے کو نور حاصل ہوتا ہے۔ لہذا آپ نے فاروقِ اعظم کے لیے اس نورانیت کی وصہ ہے۔)
 اللہ تعالیٰ سے نورانیت عطا فرمانے کی دعا کی

لمحہ فکریہ :

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر یہ تہمت دھرنے والے وہ نماز تراویح کے بارے میں دلی طور پر راضی نہ تھے۔ اور یہ کہ حضرت فاروقِ اعظم کے دور خلافت میں یقینہً کاسبارالیتے ہوئے انہوں نے اس ”بدعت“ کی مخالفت نہ کی۔ کس قدر بھیاں تک تہمت اور کتنا بڑا بہتان ہے۔ اگر کسی نے سفید جھوٹ نہ دیکھا ہو۔ تو یہ اُسی کی مثال ہے۔
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مذکور ارشاد اور دعا نے ان تمام شکوک و شبہات پر پانی پھیر دیا ہے۔ اگر مترض کو معمولی سی بھی شرم و حیا ہو تو۔ تو اس اعتراض کو ہرگز نہ گزرا۔ میں جگہ نہ دیتا۔ اور اگر حوالہ مذکورہ پڑھ کر بھی شرم و حیا آجائے تو آئندہ اس قسم کے الزامات سے بچنے کی کوشش کرے گا۔

نماز تراویح باجماعت، بیس رکعت اور اس میں ایک مرتبہ مکمل قرآن پاک سنانا یہ بیست و کیفیت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے۔ یہی ایجاد حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کو اپنی پسند آئی۔ اور باعثِ مسرت بنی۔ کہ بے ساختہ زبان و دل سے دعا نکلی۔ ”اے اللہ! عمر کی قبر کو منور فرما۔“ اس نسبت پر گہروں و مسجدوں کو تراویح اور تلاوت قرآن سے روشنی کیا
 اہل تشیع کے عقائد کے لحاظ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے

اقوال و افعال اس قدر اہمیت رکھتے ہیں کہ ان میں اور اقوال و افعال بغیر کسی کوئی فرق نہیں ہوتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کو دیکھ کر غاموشی فرمائیں۔ وہ سنت ہو جاتا ہے۔ تو اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کسی فعل کے ہونے ہوئے غاموشی فرمانا اہل تشیع کے ہاں سنت نبوی کے مترادف ہے۔ تو مسئلہ زیر بحث (غماز تراویح) میں یہ نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لوگوں کو پڑھتے دیکھ کر کوکت فرمایا۔ بلکہ آپ نے تو اس کو بہت سراہا۔ اور اس شخص کو دعاؤں سے نوازا۔ جو اس کا محرک تھا۔ تو اس طرح نہایت ہوا۔ کہ غماز تراویح کے بارے میں ”و بدعت“، فاروقی، نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تحسین اور پسندیدگی کی وجہ سے سنت نبوی کا درجہ پایا۔ اور رمضان المبارک میں میں کوکت نماز تراویح باجماعت ادا کرنے والا، اور اس میں ایک مرتبہ قرآن پاک سننے سنانے والا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث تقریری کی بنا پر ان کے حکم اور ان کی پسند پر عمل کرنے والا ہے۔ اور اسی سے اس کی پہچان بھی ہو جائے گی۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا محب صادق ہے یا دغا نام نہاد محب علی، ہے۔

ائمہ اہل بیت بھی رمضان المبارک

میں تراویح پڑھتے تھے

الزام میں دوسری بات یہ تھی۔ کہ ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رمضان المبارک کے دوران روزہ کی غماز عشاء سے زائد رکعتیں نہ پڑھیں۔ اور نہ اس ہر کوئی نوبت موجود ہے۔ نہ یہ آرام کا حصہ ہی اس سے پہلے حصہ کی

طرح سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ کیونکہ حضرات ائمہ اہل بیت سے شیخ کتب کے حوالے سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ رمضان المبارک میں نماز عشاء کی عام رکعتوں سے کچھ زیادہ رکعات کا اہتمام فرماتے۔ اور خاص کر میں رمضان المبارک تک تو بیس رکعت تک اضافہ کرتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

(۱۱) الاستبصار (۲) من لایحضرہ الفقیہ:

عَنْ سَعْدَةَ بْنِ حَذَقَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مِمَّا كَانَ يَصْنَعُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ كَانَ يَتَنَدُّ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ وَيَزِيدُ عَلَى صَلَوَتِهِ الَّتِي كَانَ يَصِلُّ قَبْلَ ذَلِكَ مِنْذُ أَوَّلِ لَيْلَةٍ إِلَى تَمَامِ عَشْرِينَ لَيْلَةٍ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ عَشْرِينَ رَكَعًا ثَمَانِي رَكَعَاتٍ مِنْهَا بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَاثْنَتَا عَشْرَةَ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ وَ يُصَلِّي فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ ثَلَاثِينَ رَكَعًا اثْنَتَا عَشْرَةَ مِنْهَا بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَ ثَمَانِ عَشَرَ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ وَيَدْعُو وَيَجْتَهِدُ اجْتِهَادًا شَدِيدًا وَ كَانَ يَصَلِّي فِي لَيْلَةِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ مِائَةً رَكَعًا وَيُصَلِّي فِي لَيْلَةِ ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ وَمِائَةً رَكَعًا

وَيَجْتَهِدُ فِيهِمَا .

- (۱) - الاستبصار جلد ۱ ص ۴۶۲
 فی الزیادۃ فی شہر رمضان
 (۲) - من لایحضرہ الفقیہہ
 جلد دوم ص ۸۸ تا ۸۹، تذکرہ
 فی الصلوٰۃ فی شہر رمضان
 مطبوعہ تہران طبع جدید
 (۳) - من لایحضرہ الفقیہہ
 جلد دوم صفحہ نمبر ۲۸ / طبع قدیم
 مطبوعہ مکتبہ

ترجمہ:

سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رمضان المبارک کے مہینہ میں ہر رات نوافل زیادہ پڑھتے تھے۔ اور اس سے پہلے پڑھی گئی تفلوں کی تعداد میں اور زیادتی کر دیا کرتے تھے۔ رمضان شریف کی پہلی رات سے بیسویں رات تک ہر روز بیس رکعت زیادہ ادا فرمایا کرتے تھے۔ ان میں سے آٹھ رکعت بعد نماز مغرب اور بارہ رکعت عشاء کے آخر میں ادا کرتے تھے۔ رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں روزانہ بیس رکعت ادا کرتے تھے۔ ان میں سے بارہ نماز مغرب کے بعد اور اٹھارہ نماز عشاء کے بعد پڑھتے تھے اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ گڑ گڑا کر دعا کیا کرتے تھے۔ امام موصوف

رمضان المبارک کی ایک سو بیس رات کو ایک سو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے
اسی طرح بیسویں رات میں بھی ایک سو رکعت ادا فرماتے۔ ان دونوں
راتوں میں بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔

فروع کافی؛

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى أَبِي
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ أَبُو
بَصِيرٍ مَا تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ فِي شَهْرِ
رَمَضَانَ - فَقَالَ لِيَشْهَرَ رَمَضَانَ حُرْمَةً
وَحَقًّا لَا يُشَبِّهُ شَيْءًا مِنْ الشُّهُورِ
صَلِّ مَا اسْتَطَعْتَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ
تَطَوُّعًا بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ
أَنْ تُصَلِّيَ فِي كُلِّ يَوْمٍ أَلْفَ
رَكْعَةٍ (فَاعْلَمْ) إِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ
السَّلَامُ فِي آخِرِ عُمُرِهِ

كَانَ يُصَلِّي فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ
لَيْلَةِ أَلْفِ رَكْعَةٍ فَصَلِّ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ زِيَادَةً
فِي رَمَضَانَ فَقُلْتُ كَمْ جَعَلْتُ فَذَلِكَ
فَقَالَ فِي عِشْرِينَ لَيْلَةً تُصَلِّي فِي كُلِّ
لَيْلَةٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً شِمَانِي رَكْعَاتٍ
قَبْلَ الْعِشْمَةِ وَاثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً
بَعْدَهَا سِوَى مَا كُنْتَ تُصَلِّي قَبْلَ

قَبْلَ ذَلِكَ فَإِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَلَّا وَآخِرُ
فَنَصِلَ ثَلَاثِينَ رَكْعَةً فِي كُلِّ
لَيْلَةٍ ثَمَانِي رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعِشْمَةِ
وَاثْنَيْنِ وَعِشْرَيْنَ رَكْعَةً بَعْدَهَا سَوِي
مَا كُنْتَ تَفْعَلُ قَبْلَ ذَلِكَ.

(فروع کافی جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۵۲)

باب ما یزاد من الصلوۃ فی

شهر رمضان

ترجمہ:

ابوبصیر کتا ہے کہ ہم چند آدمی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ تو میں۔ (ابوبصیر) نے امام سے پوچھا۔ رمضان المبارک میں نماز کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا۔ رمضان شریف کا مہینہ بہت احترام والا مہینہ ہے۔ اور اس کے عظیم حقوق ہیں۔ جو کسی دوسرے مہینہ کو عطا نہ ہوئے۔ اس مہینہ کی رات دن جس قدر ہو سکے نوافل ادا کرو۔ اگر اس کی ہر رات اور ہر دن میں ایک ہزار رکعت پڑھ سکو۔ تو ضرور پڑھو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر شریف کے آخری جیسہ میں اس مہینہ کی ہر رات اور اس کے ہر دن میں ایک ہزار رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ اسے ابو محمد! رمضان المبارک میں نیت زیادہ نوافل پڑھا کرو۔ میں (ابوبصیر) نے پوچھا۔ آپ پر قربان باؤں۔ کتنے نوافل ادا کیا کروں۔ فرمایا۔ پہلی بیس لاقوں میں ہر رات کو بیس رکعت ادا کیا کرو۔ آٹھ نماز مغرب کے بعد دُعا

سے پہلے) اور بارہ نماز عشاء کے بعد۔ لیکن یہ میں ان رکعتوں کے علاوہ ہوتی چاہئیں۔ جو تم عام طور پر روزانہ پڑھتے ہو۔ پھر جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ (یعنی آخری دس دن) شروع ہو۔ تو ہر رات تیس رکعت ادا کرو۔ اس طرح کعشاء سے قبل آٹھ رکعت اور بعد از نماز عشاء بائیس رکعت لیکن یہ بھی غیر رمضان ہیں روزانہ کی تعداد رکعت کے علاوہ ہوتی چاہئیں۔

الحاصل:

اہل تشیع کی معتبر کتب ہم نے باحوالہ ثبوت پیش کر دیا ہے۔ جس سے ہر ذی عقل یہی نتیجہ نکالے گا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم رمضان المبارک میں بعد نماز عشاء عام طور پر پڑھی جانے والی رکعتوں سے زیادہ رکعات ادا فرمایا کرتے تھے۔ نماز تراویح بھی ایک نفل کی قسم ہی ہے۔ اسی قسم کی نماز رمضان المبارک کی ابتدائی بیس راتوں میں ائمہ اہل بیت میں رکعت نوافل زیادہ ادا فرمایا کرتے تھے۔

حتیٰ کہ تمام اماموں کے امام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (رمضان کی ہر رات اور اس کے ہر دن میں ایک ہزار رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔

ابتدائی بیس دنوں کے بعد پھر روزانہ بیس رکعات ادا کرنا ائمہ اہل بیت کی عادت مبارک تھی۔ خود بھی اس قدر زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے۔ اور اپنے متعلقین و احباب کو بھی اسی طرح زیادہ نوافل پڑھنے کی ترغیب دیتے۔ معترض نے تو یہ کہہ کر بڑی بڑائی تھی۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت سے نہ کوئی

زائد عبادت (نفل) کی روایت ہے۔ اور نہ ہی اُن کا عمل اس کی تائید کرتا ہے۔ آپ نے حقیقتِ حالِ ملاحظہ کی۔ ائمہ اہل بیت خود بھی دورانِ رمضان المبارک میں سے لے کر تیس رکعات تک معمول سے زیادہ نوافل (تراویح) ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا کرتے تھے۔

لہذا معترض کا اعتراض امرِ اہم و متشوراً، ہو گیا۔ اور اسی کے ضمن میں اس اعتراض کی بھی تردید ہو گئی۔ کہ نماز تراویح عمر بن الخطاب کی اس عبادت کردہ و بدعت سیئہ ہے۔ نہ کسی امام نے اسے اپنایا۔ اور نہ اس کا کوئی ثبوت؟

ان حوالہ جات کے ذکر کرنے کے بعد بھی اگر کوئی یہی کہتا پھرے کہ نماز تراویح ”بدعتِ فاروقی“ ہے۔ وغیرہ وغیرہ تو پھر سمجھ لیجئے۔ کہ ایسا کہنا اس کے انہی بدعت ہونے کی علامت ہے۔ ائمہ اہل بیت خود پڑھیں۔ دوسروں کو پڑھنے کا حکم دیں۔ اور یہ کہے۔ کہ ”بدعت سیئہ“ ہے تو اس سے بے ہودہ۔ اور یادہ کوئی کو کون سنے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے طریقہ سے منہن مساجد کو دیکھو نورانی و عبادینا۔ ان کا خود ایک ہزار تک رمضان المبارک میں روزانہ نوافل ادا کرنا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا۔ میں سے لے کر تیس نوافل ادا کرنا، اور عام کر ایک سو اور تیسویں رات کو ایک سو نوافل ادا کرنے کی ترغیب دینا ایسے شواہد ہیں۔ کہ جن کی روشنی میں ہر شخص یہ دیکھ سکتا ہے۔ کہ نماز تراویح کی کیا فضیلت ہے۔ اور اس کا کس قدر اہتمام ہے۔ سنت فاروقی نہ ہی سنت امامی ہی سمجھ کر اس پر عمل کرو۔ بہر حال اس سے انکار کی کوئی وجہ اور کوئی معقول دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔

ان گزارشات سے ہمیں امید ہے۔ کہ اگر کسی قاری کو تلاش حق ہو گی۔ تو وہ ضرور اس تلاش میں کامیاب ہو گا۔ اور اگر کوئی شک و شبہ کی دلیل میں پھنسا ہوا رہائی کا

طریقہ حاصل کر کے یقین کی منزل تک۔ چاہتا چاہتا ہوگا۔ اور کوئی بغض و عداوت کی بینک آنا کر
 حق و صداقت کی سدا بہار دیکھنا چاہے گا۔ تو وہ یقیناً اس میں مہمان ہوگا۔ اور اگر کوئی
 بھوٹے سے سیدھی رام سے ہٹ چکا ہوگا۔ تو انشاء اللہ یقیناً اُسے صراطِ مستقیم
 پر پہنچا لے گا۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

فصل

جنازہ کے چند مسائل

اللہ تعالیٰ نے جس آدمی کو دنیا میں بھیجا۔ اس نے بالآخر یہاں سے کوچ کرنا ہی ہے اور پھر اس دنیا میں کیے گئے اعمال کا حساب و کتاب یوم جزا کو دینا ہوگا جب کسی شخص کے انتقال کا وقت آتا ہے۔ تو مرنے والا اپنے بارے میں جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے۔ اس کا خود مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن حاضرین کو یمنہا نہیں سکتا۔ اگر جنتی ہے۔ تو اس کے ساتھ نرم سلوک ہوتا ہے۔ اور اگر دوزخی ہے۔ تو جان نکالنے والے فرشتے سخت سلوک کرتے ہیں۔ اسی طرح کچھ علامات ایسی ہوتی ہیں۔ جن سے حاضرین بھی مرنے والے کے بارے میں کچھ نہ کچھ نظریہ قائم کر سکتے ہیں مثلاً اگر ایک آدمی بوقت رخصت کلمہ پڑھ رہا ہے۔ تو اس کے بارے میں موجود لوگوں کی گواہی جنتی ہونے کی ہوگی۔ اور اگر اُس وقت اس کی زبان سے گالی گھوج اور کفریات نکلتے ہیں۔ تو یہ اس کے دوزخی ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ اور یہ بھی بات کسی حد تک قابل یقین ہے۔ کہ جس آدمی نے زندگی میں اچھے کام کیے۔ اور برائیوں سے بچتا رہا۔ تو اس کی بدولت دنیا سے اس کی رخصتی ایمان و اسلام کے ساتھ ہو۔ اور جو اُس کے خلاف رہا ہو وہ آخری لمحات میں

محکم ہے کلمہ کے بغیر ہی چل پڑے۔ ان باتوں کو دیکھا جائے۔ تو اہل تشیع کی فقہی ظاہر کرتی ہے۔ کہ ان اہل تشیع میں سے مرنے والا قابلِ بخشش نہیں۔ ان کے چند مسائل بحوالہ ملاحظہ ہوں۔

وقت مرگ اور بوقت غسل بھی میت کے

پاؤں قبہ کی طرف کرو

وسائل الشیعہ وغیرہ

عَنْ سَيِّمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَقُولُ إِذَا مَاتَ لِأَحَدِكُمْ مَيِّتٌ فَسَجَّوْهُ
تَجَاهَ الْقِبْلَةِ وَكَذَلِكَ إِذَا غُسِلَ يُحَقِّمُ لَهُ مَوْضِعَ
الْمُغْتَسِلِ تَجَاهَ الْقِبْلَةِ فَيَكُونُ مُسْتَقْبِلَ بَاطِنِ
(مُسْتَقْبِلًا بِبَاطِنِ) قَدَمَيْهِ وَوَجْهَهُ إِلَى
الْقِبْلَةِ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد دوم کتاب الطہارت

ص ۶۶۱ باب وجوب توجیہ المیتہ الخ)

(۲۔ فقہ الامام جعفر صادق جلد اول ص ۱۰۶

مذکرۃ الامم المتفاضلہ)

(۳۔ تحویر الواسعہ جلد اول ص ۶۲

فی الاحکام الخمینۃ الخ)

ترجمہ:

یلمان بن خالد روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جب تم میں سے کسی کے ہاں کوئی مَرَّجائے۔ تو اسے قُبْدُوح کر کے کفن پہناؤ۔ اور اسے غسل دیتے وقت بھی اسی طرح کرو۔ یعنی اس کے لیے قُبْد کی طرف گڑھا کھودا جائے جس میں اس کے غسل کا پانی گرے۔ یہ اس لیے تاکہ بوقت غسل اس کا منہ اور قدم قُبْد کی طرف ہو جائیں۔

وسائل الشیعہ :

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ تَوَجُّهِ
النَّعِيَّتِ فَقَالَ اسْتَقْبِلْ بَاطِنَ قَدَمَيْهِ ائْتِبَلَهُ
قَالَ وَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَخَلَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ
مِنْ وَلَدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ فِي السُّوقِ (النَّزْعِ) وَقَدْ
وَجَّهَ بِغَيْرِ رَأْيٍ غَيْرِ (الْقَبْلَةِ) فَقَالَ وَجَّهْهُ إِلَى الْقَبْلَةِ
فَاتَّكُمُوا إِذَا فَعَلْتُمْ ذَلِكَ أَقْبَلْتُ عَلَيْهِ الْعَمَلَنِيكَ وَ
أَقْبَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ
حَتَّى يَقْبَضَ .

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۲۶۲ کتاب الطہارت)

باب توجیہ المخلص مطبوعہ تہران
طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ میت کا منہ کس طرف کیا جانا چاہیئے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کے قدموں کے تلویں قبہ رخ کر دو۔ اور پھر فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اولاد عبدالمطلب میں سے ایک کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت وہ قریب المرگ تھا۔ اور لوگوں نے اس کا منہ قبہ کی طرف نہیں کیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اس کا چہرہ قبہ کی طرف کر دو۔ کیونکہ جب تم ایسا کرو گے۔ تو فرشتے اس کی طرف آئیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف توجہ فرمائے گا۔ وہ اسی حالت پر کر دیا گیا۔ اور بالآخر اسی حالت میں اس نے دم توڑ دیا۔

مرنے کے وقت مرنے والے کے منہ

سے منی نکلنے کا ثبوت

من لا یحضرہ الفقیہ

سُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَأْتِي عِلَّةٌ يُغْسَلُ الْمَيِّتُ؟
قَالَ تَخْرُجُ مِنْهُ التُّفَّافَةُ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا تَخْرُجُ
مِنْ عَيْنِهِ أَوْ مِنْ فِيهِ وَ مَا يَخْرُجُ أَحَدٌ
مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى يُرَى مَكَانَهُ مِنَ
الْجَنَّةِ أَوْ مِنَ النَّارِ .

(۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۴)

فی غسل میت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ میت کو غسل کس عت کی
وجہ سے دیا جاتا ہے؟ فرمایا اس کی آنکھوں یا اس کے منہ سے وہ نطفہ
نکلتا ہے۔ جن سے اُسے پیدا کیا گیا تھا۔ اس نطفہ کے نکلنے کی وجہ
سے اُسے غسل کی ضرورت پڑتی ہے) اور جو شخص مرنے لگتا ہے اُسے
اُس کا اخروی مکان چاہے جنت میں ہو یا دوزخ میں دکھا دیا جاتا ہے۔
(بغیر دیکھے وہ مرتا نہیں ہے)۔

وسائل الشیعہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْقَزْوِينِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ
مُحَمَّدَ بْنَ عِكْرِي عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ
لَا يَخْرُجُ عَنْهُ غُسْلٌ وَلَا يَخْرُجُ عَنْهُ غُسْلٌ الْغَائِلُ؟ قَالَ
يُغْسَلُ الْمَيِّتُ لِأَنَّهُ جُنُبٌ.

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد دوم صفحہ نمبر ۶۸۶)

کتاب الطہارت)

(۲۔ عل الشرائع باب نمبر ۲۳۸)

ص ۴۰۰ / العلة التي من اجلها

يغسل الميت الخ)

ترجمہ:

ابو عبد اللہ قزوینی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میت کو غسل کس طہارت کی بنا پر دیا جاتا ہے؟ اور میت کو غسل دینے والا کیوں غسل کرتا ہے؟ فرمایا: میت کو غسل اس لیے دیا جاتا ہے کہ تو (اس کے منہ یا آنکھوں سے منی نکلتی ہے جس کی وجہ سے) وہ جنبی ہو جاتا ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْمَيِّتِ لَمْ يُغْسَلْ غُسْلَ الْجَنَابَةِ؟ فَذَكَرَ حَدِيثًا يَقُولُ فِيهِ فَإِذَا مَاتَ سَأَلْتُ مِنْهُ تِلْكَ التُّطْفَافَةَ بَعَيْنَهَا يَعْنِي الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا فَمِنْ ثُمَّ صَارَ الْمَيِّتُ يُغْسَلُ غُسْلَ الْجَنَابَةِ۔

(۱) - وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۶۸۷

کتاب الطہارت

(۲) - علل الشرائع باب ۲۳۸ ص ۳

مطبوعہ حیدر ریخت اشرف

ترجمہ:

عبد الرحمن بن حماد کہتا ہے کہ میں نے ابو ابراہیم سے پوچھا کہ میت کو غسل جنابت کیوں دیا جاتا ہے؟ بولے اس لیے کہ جب آدمی مرتا ہے۔ تو بعینہ وہی نطفہ اس کے منہ یا آنکھوں سے بہہ نکلتا ہے۔

جس سے اُسے پیدا کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جس کے سبب میت کو جنابت کا غسل دیا جاتا ہے۔

میت کے منہ یا آنکھوں سے نکلنے والے

نطفہ کی تشریح

فروع کافی

فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْلُقَ خَلْقًا أَمَرَهُمْ فَآخَذُوا مِنَ
التُّرْبَةِ الَّتِي قَالَ فِي كِتَابِهِ "مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا
نُعِيدُكُمْ وَفِيهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى" فَعُجِنَ
التُّطْفَةُ بِتِلْكَ التُّرْبَةِ الَّتِي يُخْلَقُ مِنْهَا بَعْدَ أَنْ
أَسْكَنَهَا الرَّحْمَاءُ يُعَيِّنُ كَيْلَهُ فَإِذَا تَمَّتْ لَهَا
أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ قَالُوا يَا رَبِّ تَخْلُقْ مَاذَا؟ فَيَأْمُرُهُمْ
بِعَايِرِيهِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى. أَبْيَضَ أَوْ أَسْوَدَ
فَإِذَا اخْرَجَتْ الرُّوحَ مِنَ الْبَدَنِ خَرَجَتْ
هَذِهِ التُّطْفَةُ بِعَيْنَيْهَا مِنْهُ كَأَيْنًا مَا
صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا ذَكَرًا أَوْ أُنْثَى فَلِذَلِكَ يُغْسَلُ
الْمَيِّتُ غُسْلَ الْجَنَابَةِ.

فروع کافی جلد سوم ص ۸۶۳ کتاب الجنائز

مطبعة تہران طبع جدید

ترجمہ:

جب اللہ تعالیٰ کسی کے پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے۔ تو فرشتے اسی مٹی میں سے کچھ لے آتے ہیں۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ "و اس سے ہم نے تمہیں پیدا کیا، اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ ہم نکالیں گے" لطفہ کو اس مٹی میں ڈال کر جس سے پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے گوندھا جاتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب وہ ماں کے رحم میں چالیس دن رات گزار لیتا ہے۔ پھر جب اسے چار مہینہ مکمل ہو جاتے ہیں۔ تو فرشتے اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں اے اللہ! کیا پیدا کرے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے۔ اس کا حکم دیتا ہے۔ رط کا یا لڑکی کا، کالا یا سفید۔ پھر جب مرتے وقت اس کی روح نکلتی ہے۔ تو یہی لطفہ بعینہ اس کے بدن سے (آنکھ یا منہ کے ذریعہ) نکلتا ہے۔ وہ مرنے والا چھوٹا ہو یا بڑا، مذکر ہو یا مؤنث۔ اسی بنا پر میت کو غسل جنابت دیا جاتا ہے۔

میت کو ہاتھ لگانے والے غسل واجب

ہونے کا ثبوت

تحریر الوسیلہ

فَصَلِّ فِيْ غُسْلِ مَيِّتٍ الْمَيِّتِ . وَنَسَبُ وَجُوْدِهِ مَشْ

مَيِّتِ الْإِنْسَانِ بَعْدَ بَرْدِ تَمَامِ جَسَدِهِ وَقَبْلَ تَمَامِ
 غَسْلِهِ لَا بَعْدَهُ وَلَوْ كَانَ غُسْلًا اضْطِرَّارِيًّا
 وَلَا فَتْرًا فِي الْمَيِّتِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ
 وَالْكَبِيرِ وَالصَّغِيرِ حَتَّى السَّقَطِ إِذَا تَمَّ
 لَهُ أَرْبَعَةٌ أَشْهُرٌ كَمَا لَا فَتْرَ بَيْنَ مَا تُحِلُّهُ
 الْحَيَاةُ وَغَيْرُهُ مَا سَأَمْنُسُو سَابْعًا بَعْدَ صِدْقِ
 إِسْمِ الْمَيِّتِ فَيَجِبُ الْغُسْلُ بِمَيِّتٍ ظَهَرَ بِالْقَطْعِ
 (تحریر السید جلد اول ص. ۴۰۴ فی
 غسل المت، مطبوعہ نهران طبع جدید)

ترجمہ:

میت کو چھوٹے پر غسل کے بارے میں احکامات میت کو ہاتھ لگانے
 پر جو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ وہ میت کے تمام جسم کے ٹھنڈا
 پڑنے پر اسے ہاتھ لگانے سے واجب ہو جائے گا۔ اور اس کے مکمل غسل
 دینے سے پہلے پہلے ہاتھ لگنے سے وجوب لازم آتا ہے۔ جب
 میت کو غسل دے دیا جائے۔ تو پھر اسے ہاتھ لگانے سے ہاتھ
 لگانے والے پر غسل واجب نہیں ہوتا۔ اگرچہ غسل بامر مجبوری ہی دیا گیا
 ہو۔ ہاتھ لگانے والے پر غسل کا واجب ہونا بہر حال ضروری ہے۔
 میت مسلمان ہو یا کافر، چھوٹی ہو یا بڑی حتیٰ کہ وہ کچا بچہ جو چارہ ماں کے
 رحم میں رہنے کے بعد پیدا ہوا ان میں سے کسی کو بھی ہاتھ لگ جائے
 تو ہاتھ لگانے والے پر غسل واجب ہے۔ اسی طرح اس میں بھی کوئی
 فرق نہیں کہ میت زندہ پیدا ہو کر مری یا مری ہوئی پیدا ہوئی خود

ہاتھ لگایا ہو یا ہاتھ لگایا گیا ہو۔ کیونکہ ان صورتوں میں ہاتھ لگنا حادق
 آتا ہے لہذا اگر کوئی شخص میت کے ناخن کو اپنے ناخن لگاتا ہے
 تب بھی ناخن لگانے والے پر غسل واجب ہو گیا۔

مذہب خمسہ

مَسَّ الْمَيِّتِ إِذَا مَسَّ الْإِنْسَانُ مَيِّتًا إِنْسَانِيًّا فَهَلَلْ
 عَلَيْهِ الْوُضُوءُ ، أَوِ الْغُسْلُ أَوْ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ
 شَيْءٌ ؟ قَالَ الْأَرْبَعَةُ مَسَّ الْمَيِّتِ لَيْسَ
 بِحَدِثٍ أَصْغَرَ وَلَا أَكْبَرَ - أَحَى لَا يُوجِبُ
 وَضُوءًا وَلَا غُسْلًا وَلَا تَمَاسُّحَ الْغُسْلِ مِنْ تَغْسِيلِ
 الْمَيِّتِ لِأَمِنْ مَسِّهِ قَالَ أَكْثَرُ الْإِمَامِيَّةِ يَجِبُ
 الْغُسْلُ مِنَ الْمَسِّ بِشَرْطِ أَنْ تَبْرُدَ جِسْمُ الْمَيِّتِ وَأَنْ
 يَكُونَ الْمَسُّ قَبْلَ التَّغْسِيلِ الشَّرْعِيِّ فَإِذَا حَصَلَ الْمَسُّ
 قَبْلَ بَرْدِهِ وَبَعْدَ الْمَوْتِ يَلَا فُضْلٌ أَوْ بَعْدَ أَنْ تَمَّ
 التَّغْسِيلُ هَلَا شَيْءٌ عَلَى الْمَاسِّ -

وَلَمْ يُفَرِّقُوا فِي وَجُوبِ الْغُسْلِ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ الْمَيِّتُ
 مُسْلِمًا أَوْ غَيْرَ مُسْلِمٍ وَلَا بَيْنَ أَنْ يَكُونَ كَبِيرًا أَوْ
 صَغِيرًا أَحَى وَكَوْكَانَ سَقَطًا تَمَّ لَهُ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ
 وَسَوَاءٌ حَصَلَ الْمَسُّ إِنْشَائِيًّا أَوْ إِضْطِرَّارِيًّا
 عَاقِلًا كَانَ الْمَاسُّ أَوْ مَجْنُونًا صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا
 فَيَجِبُ الْغُسْلُ عَلَى الْمَجْنُونِ بَعْدَ الْإِفَاقَةِ وَ عَلَى

الصَّغِيرِ بَعْدَ الْبُلُوغِ بَلْ أَوْجَبَ الْإِمَامِيَّةُ الْغُسْلَ
بِمَسِّ الْقِطْعَةِ الْمَنَافَةِ مِنْ حَيٍّ أَوْ مِنْ مَيِّتٍ
إِذَا كَانَتْ مُشْتَمِلَةً عَلَى عَظْمٍ فَإِذَا أَلَمَسَتْ
إِصْبَعًا قُطِعَتْ مِنْ حَيٍّ وَجَبَ الْغُسْلُ وَكَذَا الْوَلَمَسَتْ
سِتًّا مُنْفَصِلَةً مِنْ مَيِّتٍ أَمَّا إِذَا أَلَمَسَتْ السِّنَّ بَعْدَ
إِنْفِصَالِهَا مِنَ الْحَيِّ فَيَجِبُ الْغُسْلُ إِذَا كَانَ عَلَيْهَا
لَحْمٌ وَلَا يَجِبُ إِذَا كَانَتْ مُجَرَّدَةً .

(مذاہب خمسہ ص ۵۲ ذکر مس المیت)

(مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ :

میت کو چھونے کے احکام۔ جب کوئی آدمی کسی انسانی میت کو چھوئے
ہے تو کیا اس چھونے والے پر وضوء یا غسل واجب ہوتا ہے یا کچھ
بھی واجب نہیں ہوتا ؟۔

ائمہ اربعہ نے کہا ہے۔ کہ میت کو چھونا نہ حدث اصغر ہے اور نہ ہی
حدث اکبر۔ یعنی اس کو چھونے سے وضوء یا غسل کچھ بھی واجب نہیں ہوتا
اس میت کو غسل دینے سے غسل دینے پر اپنا غسل کرنا متعب ہوتا ہے
میت کو چھونے سے نہیں۔ اہل تشیع (امامیہ) کی اکثریت یہ کہتی ہے۔
کہ میت انسانی کو چھونے والے پر غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے لیکن
اس کے لیے شرط یہ ہے کہ میت کا جسم ٹھنڈا ہو چکا ہو۔ اور چھونا
غسل شرعی سے پہلے واقع ہوا ہو۔ لہذا جب کسی نے میت کو ٹھنڈا
ہونے سے پہلے چھو لیا۔ جبکہ وہ ابھی ابھی مرقا۔ یا غسل شرعی کے

بعد چھوڑا تو چھونے والے پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔
 اما میرے یہ کوئی فرق نہیں کیا۔ کہ میت مسلمان کی ہو یا کافر کی اور نہ
 ہی بالغ نابالغ کافر مرد اور کھا۔ یہاں تک کہ اگر میت ایسے کچے پتے کی
 ہے۔ جو چار ماہ تک رحم میں رہا ہو۔ تو اس کو چھونے پر بھی غسل واجب
 ہوگا۔ اسی طرح چھونا چاہے اپنے اختیار سے ہو یا مجبوراً چھونے
 والا مائل ہو یا مجنون، پھوٹا ہو یا بالغ ان تمام پر غسل واجب ہے۔ ہاں
 مجنوں افاقہ کے بعد اور نابالغ بالغ ہونے کے بعد غسل کریں گے۔ بلکہ
 اما میرے غسل اس صورت میں بھی واجب قرار دیا ہے۔ کہ اگر کسی نڈر
 انسان کا کوئی عضو یا اس کا کوئی حصہ کاٹ لیا گیا یا کسی میت کا عضو جس کی
 ہڈی بھی ساتھ ہو۔ اس کے ساتھ چھونے والے پر بھی غسل واجب ہو
 جائے گا۔ اگر کسی زندہ آدمی کی انگلی کاٹ کر اس سے میت کو چھوا پھر
 بھی غسل واجب ہے۔ اسی طرح اگر میت کے جدا شدہ دانت کو ہاتھ
 لگ گیا تو بھی غسل واجب ہو جائے گا۔ ہاں اگر زندہ آدمی کے جدا شدہ
 دانت کو ہاتھ لگا۔ تو اس سے غسل تب واجب ہوگا۔ جب اس پر
 کچھ گوشت لگا ہوا ہو۔ اور اگر بالکل خالص دانت ہی ہے گوشت اس
 پر قطعاً نہیں۔ تو ایسے دانت کو چھونے والے پر کچھ بھی واجب
 نہیں ہے

لمنف کریمہ:

اہل تشیع کی کتب کے حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح
 ہو گئی۔ کہ ان کے مذہب و مسلک میں بوقت مرگ اور بوقت غسل مُردے کے

پاؤں تبدیلی طرف کرنے چاہیئے مادیہ بھی ثابت ہوا۔ کہ مردہ ٹھنڈا پڑنے پر اس قدر شدید نجس اور ناپاک ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے ناخن کو چھونے والے پر بھی غسل واجب ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ مردے پر غسل جنابت ہو سکتا ہے۔ یعنی اس کے جسم سے نطفہ نکلنے کی وجہ سے وہ پید اور جنبی ہو گیا ہے۔ لہذا اسے پاک کرنے کے لیے اسے غسل جنابت دیا جاتا ہے۔

حیرانی اس امر کی ہے۔ کہ اگر زندہ آدمی پر غسل جنابت لازم ہو جائے۔ تو نہ اس کے کپڑے نجس ہوں جو اس نے پہن رکھے ہیں۔ بشرطیکہ ان پر مستقل طور پر نجاست نہ لگی ہو۔ اور اس جنبی کو اگر کوئی دوسرا پاک شخص ہاتھ لگا دے۔ تو اس پر غسل واجب نہ ہونے کے خود اہل تشیع بھی قائل ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جنبی آدمی کے ساتھ مس کرنے والے پر وجوب غسل کا حکم نہ قرآن کریم اور نہ ہی احادیث مقدسہ میں موجود ہے۔ یہاں تک تو اہل تشیع کی فقہ عقل و نقل کے مطابق بات کرتی نظر آتی ہے۔ لیکن خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ ایک شیعہ کے مرنے کے بعد جب وہ ٹھنڈا پڑ گیا تو اس کا مردہ جسم اس قدر جنبی اور نجس ہو گیا۔ کہ کوئی گندگی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی نجاست غلیظہ یوں تو تمام نجاسات سے بڑھ کر نجس ہوتی ہے۔ لیکن وہ بھی اگر خشک ہو جائے۔ اور اسے کوئی ہاتھ لگائے۔ تو جب تک اس کا کچھ حصہ ہاتھ لگانے والے کے ہاتھ پر نہ لگے گا۔ اس کا دھونا لازم نہیں ہوتا۔ لیکن میرا ہوا شیعہ جو سرد پڑ گیا۔ اتنا غلیظ نجس ہو گیا۔ کہ اس کے ناخن سے اگر کسی کا ناخن لگ گیا۔ تو ناخن لگانے والے پر بھی غسل لازم ہو جاتا ہے۔ اور پھر اتنا غلیظ پید ہوا بھی ابھی مرا ہو۔ اور جسم میں طبعی حرارت کچھ پائی جلتی ہو۔ تو پھر اسے پید نجس نہیں کہا جاتا۔ چند لمحوں میں اس پر کیا آفت آگئی۔ کہ وہ پافانہ سے بھی زیادہ پید ہو گیا۔

نوٹ:

اس مقام پر اگر کوئی شیعہ یہ کہے۔ کہ بوقت غسل مُردے کے پاؤں قبلہ کی طرف کھینے پر اگر تمہیں اعتراض ہے۔ تو اپنے گھر کی خبر لو۔ احناف کے نزدیک جب آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھے۔ اور بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکے۔ تو لیٹے لیٹے اُسے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور نماز پڑھنے کے لیے اس کی ٹانگیں قبلہ رخ ہونے کا مسئلہ موجود ہے۔ اگر یہ بات اتنی ہی بُری تھی۔ تو حنفیوں کے نزدیک قبلہ کی طرف پاؤں کر کے نماز پڑھنے کی کیوں اجازت ہے؟

جواب:

فقہ حنفی میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ لیکن اس سے اہل تشیع کا مقصد پورا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مسئلہ کا پس منظر مختصر طور پر یوں ہے۔ کہ نماز کے لیے چند شرائط ہیں۔ ان کا نماز سے پہلے پورا کرنا لازمی ہے۔ اور اگر وہ شرط آخر نماز تک جاری رہنے والی ہو۔ تو اسے سلام پھیرنے تک برقرار رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ان شرائط میں سے ایک قبلہ رخ ہونا بھی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو۔ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ کھڑے ہو کر تو واضح ہے۔ کہ منہ قبلہ کی طرف ہی کر کے نماز پڑھی جاتی ہے۔ اور بیٹھ کر بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن اگر کسی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی ہمت نہیں۔ تو اُسے لیٹ کر پڑھنی پڑے گی۔ اب لیٹ کر پڑھنے کی صورت یہ کہ نماز ہی ہمارے ملک میں مثلاً جنوباً لیٹے۔ اور اگر چت لیٹا ہوا ہے۔ تو منہ قبلہ کی طرف جس قدر ہو سکتا ہے کرے۔ اور اگر کر دھٹ پر لیٹا ہے۔ تو پھر دائیں کر دھٹ پر لیٹا ہونے کی صورت میں منہ اُدھر ہی ہو جاتا ہے۔ ایک صورت تو یہ تھی۔ دوسری صورت یہ کہ اس

نمازی کو شرعاً غائب کیا جائے۔ یعنی اس کے پاؤں قبلہ کی طرف اور سر مشرق کی طرف ہو۔ اس صورت میں بھی اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے گا۔ تو یہ طریقہ صرف منہ قبلہ کی طرف کرنے کے لیے کیا گیا۔ اور پھر فقہ حنفی میں اس پر پابندی نہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص شرعاً غائب ہو کر قبلہ کی طرف پاؤں نہیں کرتا۔ تو اس کی نماز ہو جاتی ہے۔ اس پس منظر کی روشنی میں اب اہل تشیع کا مسئلہ دیکھیں۔ کیا میت کے غسل کے لیے میت کے پاؤں کو قبلہ کی طرف کرنا شرط ہے۔ یعنی بوقت غسل نماز کی طرح قبلہ رخ ہونا شرط ہے اور پھر عجیب منطوق ہے۔ کہ میت کو غسل دیتے وقت اس کے جسم سے تمام کپڑے اتار کر غسل دیا جاتا ہے۔ تو گویا ننگا کر کے اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کیے جا رہے ہیں۔ اس کا منہ ادھر کیا جا رہا ہے۔ زندہ تھا تو پیشاب و پاخانہ کتے وقت ادھر منہ کرنا ناجائز تھا۔ مگر کیا تو ایسا کرنا ضروری ہو گیا؟ اگر قبلہ سے ہمیں اس کا اتنا ہی پابانہ ہو کرنا ہے تو پھر اس کی قبر بھی شرعاً غائب بنانی چاہیئے۔ اور اس میں اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کر کے اوپر مٹی ڈال دینی چاہیئے۔ بلکہ نماز جنازہ پڑھتے وقت بھی اس شیعہ کی نعش قبلہ رخ رکھ کر نماز پڑھنی چاہیئے۔

عجیب منطوق:

مردے کو غسل دینے کی وجہ وہ منی بتائی جاتی ہے۔ جو اس کے منہ یا آنکھوں سے نکلتی ہے۔ منی کے ہی دوسا تھی یعنی ودی اور مذی کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ اگر ٹخنوں تک بہہ جائیں۔ تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ کیونکہ اس سے وضو نہیں جاتا۔ کیونکہ وہ تھوک کے حکم میں ہے۔ ایک راستہ سے تھوک اور دوسرے سوراخ سے ودی اور مذی نکلتے ہیں۔ جب تھوک سے نماز ٹوٹے اور نہ وضو میں کوئی خرابی تو پھر اسی کے دوسا تھی ودی اور مذی سے بھی یہی حکم ثابت ہوگا

بہر حال اہل تشیع کہتے ہیں۔ کہ مردے کے منہ یا آنکھ سے منی نکلتی ہے۔ خدا گنتی کیے کیا یہ دونوں عضو منی نکلنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ اللہ رب العزت نے مرد کا آلت تناسل اور عورت کی شرمگاہ اس کے نکلنے کی جگہ بنائی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عادی راستہ کے بغیر کسی اور راستہ سے منی کا نکلنا متحقق کر دے یہ اس کی قدرت میں داخل ہے۔ لیکن اس کا عملی اور باعمل نمود مرنے والے شیعہ ہی کی صورت میں نظر آ سکتا ہے۔ اور ہونا بھی یوں ہی چاہیئے۔ کیونکہ زبان سے اللہ تعالیٰ اس کے رسول، اور حضرات صحابہ کرام کی شان میں نازیبا الفاظ کہے گئے۔ بوقت مرگ اُن میں منی ایسی گندی چیز ہی رکھنی مناسب تھی۔ اس طرح اہل تشیع اقراری ہیں کہ ان کے ہر فرد کے مرتے وقت اُس کے منہ اور اس کی آنکھوں کو پلید کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ اس پلیدی سے تمام جسم انتہائی شدید قسم کا نجس ہو جاتا ہے۔ مگر اگر کوئی اُسے چھو بھی جائے۔ تو وہ بھی پلید ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سزا ان کی زبانی ان کو مرتے وقت دی۔ اور کمال ذہانت لیا نازانی اسے ان لوگوں نے اس کی نسبت حضرات ائمہ اہل بیت کی طرف کر دی ہے۔ وہ زبان جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر اور اپنے پیارے بندوں کی صفت و ثناء کے لیے پیدا کی تھی۔ اور جس پر بوقت انتقال اگر کلمہ چڑھ جائے۔ تو عیش کی ملامت ہے۔ اسی زبان کو منی سے گندا کیا جا رہا ہے۔ کیا رخصت اپنی نہیں ہے؟ کیا یہ اس کی ناراضگی کی علامت نہیں ہے؟ کیا یہ دوزخی ہونے کی ابتدا نہیں؟ فامبرو! اولی الابصار۔

کفن منیت:

نیت کے کفن کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ یہ سفید ہونا چاہیئے۔ اس قبل آپ یہ پڑھ چکے ہیں۔ کہ ان کے نزدیک سیاہ کپڑے پہننا

ان کا مذہبی شعار بن چکا ہے۔ حالانکہ اس سے انہیں بقتاب کرنا چاہیئے تھا۔
 کیونکہ ان کے ائمہ نے اسے فرعون کا لباس، اپنے دشمنوں کا لباس اور اس
 سے بڑھ کر جنہیوں کا لباس قرار دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شیعہ کالاباس پہننے
 کی طرح یہ بھی کہہ دے۔ کہ ہمارے ہاں کالاباس پہننا چونکہ اہل بیت سے
 محبت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے۔ اسی طرح ہم اپنے مُردے کو بھی اسی رنگ
 کا کفن پہننا پسند کریں گے۔ اور ہماری یہ تمنا ہوگی۔ کہ کل قیامت کو اپنے ائمہ
 کے سامنے ہم اسی لباس میں پیش ہوں۔ اور یہ بھی ساتھ ہی کہہ دے۔ کہ سفید
 کپڑوں میں کفن دینا اہل سنت کا معمول ہے۔ ہمارا نہیں۔ تو ہم اس بارے میں
 دو چار حوالہ جات ان کی کتب سے پیش کر دیتے ہیں۔ جن میں مُردے کو ان
 کے مذہب میں بھی سفید کفن پہننا نامذکور ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنِ ابْنِ الْقَدَّاحِ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَسُوا الْبَيَاضَ
 فَإِنَّهُ أَطْيَبُ وَأَظْهَرُ وَكَيْفَتُوا فِيهِ مَوْتَكُمْ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۷۵۰)

(کتاب الطہارۃ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابن قداح روایت کرتا ہے۔ کہ
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سفید کپڑے پہنا کرو۔
 کیونکہ اس رنگ کے کپڑے بڑے پاکیزہ اور ستھرے ہوتے

ہیں۔ اور اسی رنگ کے کپڑوں سے اپنے مُردوں کو کفن پہنا یا کرو۔

وسائل الشیعہ

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنْ رِبَا سِطْرُ شَيْءٍ أَحْسَنَ مِنَ الْبَيَاضِ قَالِيسُوهُ وَكَفِّنُوهُ فِيهِ مَرَّتَا كُمُرُ

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۵۰)

(کتاب الطہارت)

ترجمہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے لباس میں سے سفید لباس سے بڑھ کر کوئی لباس خوبصورت اور اچھا نہیں ہے۔ زندگی میں یہی پہنا کرو۔ اور اسی رنگ کے کپڑے میں مُردوں کو کفن دیا کرو۔

وسائل الشیعہ

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْمُخْتَارِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا يُكْفَنُ أُمِّيَّتٌ فِي السَّوَادِ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۵۱)

ترجمہ:

حسین بن مختاریان کرتا ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میت کو ہرگز کالا کفن نہ پہناؤ۔

وسائل الشیعہ

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْمُخْتَارِ قَالَ قُلْتُ لِأَيِّ عَبْدٍ لِلَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
الرَّجُلُ يُحْرِمُ فِي ثَوْبٍ أَسْوَدَ؟ قَالَ لَا يُحْرِمُ فِي الثَّوْبِ
الْأَسْوَدِ وَلَا يَكْفَنُ بِهِ۔

وسائل الشیعہ جلد دوم

(ص ۵۱)

ترجمہ:

حسین بن مختار کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
پوچھا۔ کیا آدمی سیاہ کپڑے کا احرام باندھ سکتا ہے؟ فرمانے لگے۔
کالے کپڑے میں وہ احرام نہ باندھے اور نہ ہی کالے کپڑے کا اسے
کفن پہنایا جائے۔

لمحہ فکریہ:

کفنِ میت کے متعلق باب الجنائز سے مذکورہ احادیث بعد ترجمہ آپ
حضرات نے ملاحظہ کیں۔ ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم نے خدا داد بصیرت سے
یہ بھانپ لیا تھا کہ کچھ لوگ ہماری محبت کا دم بھرتے تھکیں گے نہیں۔ لیکن
زندگی بھر انہیں وہ لباس پسند رہے گا۔ جو ہمارے دشمنوں کا، فرعون کا۔ اور
دوزخیوں کا تھا۔ اس لیے انہوں نے صاف صاف فرما دیا۔ کہ زندگی میں اگر کوئی
لباس سب سے بہتر ہو سکتا ہے۔ تو وہ سفید رنگ کا ہے۔ اور دنیا سے خواہش
ہو سکتے وقت جس لباس میں لپیٹ کر اسے اوداع کیا جا رہا ہے۔ وہ بھی یہی

سفید رنگ کا لباس ہونا چاہیے۔ اور جب دنیا میں سب سے بڑے اجتماع حج کے، دورانِ احرام باندھ کر جانا ہو۔ تو بھی اسی سفید لباس کا احرام ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے نام لیا اور ہم سے محبت کرنے والے زندہ رہیں۔ تو ان پر جہنمیوں کا لباس ہو۔ ہمارے دشمنوں کا لباس ہو۔ اور ہم یہ بھی نہیں پسند کرتے کہ میدانِ عرفات میں لاکھوں فرزندانِ توحید میں وہ سیاہ لباس پہن کر اپنے آپ کو امتِ مسلمہ سے الگ کریں۔ اور ہم یہ بھی تمنا رکھتے ہیں۔ کہ قبر میں ہمارا نام لیا اترے۔ اور حشر میں اُٹھے۔ تو اس پر وہ لباس ہو۔ جو ہمارا پسندیدہ ہے۔ کیونکہ سیاہ لباس ان لوگوں کا ہے۔ جو مرد و دہر بارگاہِ الہی ہیں۔ جو جنت کی بو بھی نہ پائیں گے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔

”فقہ جعفریہ“ میں میت کو غسل دینے کا طریقہ۔

فروع کافی:

وَاعْسِلْهُ بِمَاءِ الْقُرَاجِ كَمَا عَسَلَهُ فِي الْمَرْثَيْنِ
 الْأَوَّلَيْنِ ثُمَّ يَشْفُقُهُ بِشَوْبِ طَاهِرٍ وَاعْمِدْ إِلَى
 قُطْنٍ فَزَرِّ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ حُنُوطٍ وَضَعُهُ عَلَى
 فَرْجِهِ قَبْلَ وَدْبُرِهِ وَاحْشِ الْقُطْنَ فِي دُبُرِهِ لِمَلَأَ
 يُخْرِجُ مِنْهُ قَتِيًّا وَخُذْ خِرْقَةً طَوِيلَةً عَرْضًا
 بِشِبْرِ قَشْدٍ بِهَا حَقْوَبَانِ وَضَعْهُ فَخِذَيْهِ مَضْمًا
 شَدِيدًا وَلَفِّهَا فِي فَخْذَيْهِ ثُمَّ أَخْرِجْ رَأْسَهَا مِنْ

تَحْتِ رِجْلَيْهِ إِلَى جَانِبِ الْإِيمَنِ وَأَخْزَهَا
فِي مَوْضِعٍ الَّذِي لَقِيتُ فِيهِ الْحِزْقَةَ وَيَكُونُ
الْحِزْقَةُ طَوِيلَةً وَتُكَلَّفُ فَخْذَيْهِ مِنْ حَقْوِيهِ
إِلَى رُكْبَتَيْهِ لُغْنًا شَدِيدًا.

(۱) - فروع کافی جلد سوم صفحہ نمبر ۱۲۶

کتاب البجنا نزار الخ

(۲) - من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۹۲

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

میت کو سادہ پانی غسے غسل دوا سی طرح جس طرح پہلے دوبار سے
پکے ہو۔ پھر کسی پاک کپڑے سے اس کا جسم خشک کر دو۔ پھر روئی لے کر
اس میں تھوڑا سا کافور چھڑک لو۔ یہ روئی میت کی اگلی بچھلی شرم گاہ
پر رکھو۔ اور پچھلی شرم گاہ (دُبر) میں روئی اندر تک دبا دو۔ تاکہ
اندر سے کوئی چیز نہ نکلے۔ پھر ایک کپڑا جرابالشت بھر لیا ہو وہ
لے لو۔ اسے میت کے کولہوں پر باندھو۔ اور اس کے دونوں
ران اچھی طرح آپس میں ملاؤ۔ اور دونوں کو بطور لنگوٹ کس کر
باندھو۔ پھر اس کپڑے کا سیرا پاؤں سے نکالو۔ اور دائیں طرف سے
جاؤ۔ اور لنگوٹ کی طرف باندھو۔ یہ کپڑا بہت لمبا ہونا چاہیے
جو دونوں رانوں کو لہوں اور گھٹنوں کو اچھی طرح لپیٹ دے۔

تحفۃ العوام :

اگر خوت نکلتے خون یا نجاست کا ہو تو روئی فرج اور دُبر میں رکھیں
اور ناک منہ میں بھی رکھ دیں۔

(تحفۃ العوام حصہ اول ص ۲۱۹ یا تبسواں
بیان میں واجبات غسل و کفن وغیرہ)

بددیانتی پر مبنی ایک اعتراض

اہل سنت کے نزدیک میت کے کان اور ناک میں روئی رکھنا بہتر
کہا گیا ہے۔ اس پر ایک شیعہ زبان دراز غلام حسین نجفی نے ہم پر
کیچڑ اچھالنے کی گندی کوشش کی ہے۔ فتاویٰ قاضی خان کا حوالہ
دے کر لکھا ہے۔ کرسی لوگ اپنی میت کو گانڈ گز کرتے ہیں، حوالہ
ملاحظہ ہو۔ نئی فقہ میں ہے کہ آدمی جب مَر جائے تو کچھ مقدار روئی
اس کے مقام پاخانہ میں ٹھونس دی جائے۔

(فتاویٰ قاضی خان) باب غسل میت

(جلد ۱ ص ۹)

نوٹ

معلوم ہوا کہ جعفری لوگ اپنی میت کو گانڈ گز کرتے ہیں۔ اور پھر چونکہ پاخانہ

کا مقام کھل جاتا ہے۔ پھر اس میں روئی بھر دیتے ہیں۔ حنفی لوگ بے شرم اتنے ہیں۔ کہ اپنی بہت کاگز خود کرتے ہیں۔ اور الزام بچا رہے شیعوں کے سر تھوپ دیتے ہیں۔

جواب: (حقیقت فقہ حنفیہ مصنفہ غلام حسین حنفی ص ۸)

اس سلسلے میں پہلی بات یہ ہے۔ کہ میت کی دُبر میں روئی رکھنا فقہ حنفی میں جائز نہیں بلکہ بیچ ہے۔ ہاں فقہ جعفریہ میں اُس کی تاکید کی گئی ہے۔ جیسا کہ فردوس کافی وغیرہ کے حوالہ جات سے ابھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس لیے گانڈ گزان کے سر تھوپا نہیں گیا۔ بلکہ انہوں نے خود اپنے امام سے یہ دوسری بات یہ ہے۔ کہ فتاویٰ قاضی خان کی مذکور عبارت میں صحفینے بددیانتی سے کام لیا ہے۔ اس کی تفصیل فقہ جعفریہ جلد دوم پر ملاحظہ ہو سکتی ہے۔ لیکن بطور اختصار کتاب الجنائز کی مناسبت سے فتاویٰ کی اصل عبارت ہم درج کر دیتے ہیں۔ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے۔

فتاویٰ قاضی خان:

وَعَنْ ابْنِ حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ يُجْعَلُ الْقَطْرُ
الْمَدْحُوجُ فِي مَنْحَرَيْهِ وَفِيهِ وَبَعْضُهُمْ قَالُوا يُجْعَلُ
فِي صَمَاحٍ أَوْ فِيهِ أَيْضًا وَقَالَ بَعْضُهُمْ
يُجْعَلُ فِي دُبُرِهِ أَيْضًا وَهُوَ قَبِيحٌ.

(فتاویٰ قاضی خان جلد اول ص ۱۷۲)

برہان عالمگیری مطبوعہ مصر

ترجمہ:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ کہ کلمات روئی میت کے نکتوں اور منہ میں رکھی جائے گی۔ بعض علماء نے کہا کہ میت کے کانوں کے سرخ میں بھی رکھی جائے گی۔ اور بعض نے کہا کہ میت کی دُبر میں بھی رکھی جائے گی۔ لیکن یہ بہت بُرا ہے۔

ملحہ فکریہ

فتاویٰ قاضی خاں کی عبارت کے ملاحظہ کرنے کے بعد وہ مسئلہ جو نجفی نے بطور اعتراض بیان کیا تھا۔ اس کی حقیقت آپ پر آشکارا ہو گئی۔ یعنی فقہ حنفیہ کے تینوں چاروں مشہور ائمہ میں سے کسی کا وہ قول نہیں۔ اسی لیے وہ قال، بَعْضُهُمْ، کے الفاظ سے علامہ قاضی خاں نے اسے ذکر کیا۔ اور پھر اس مجہول قائل کے قول کے بعد اسے واضح طور پر دو قبیح، بھی لکھ دیا۔ لیکن اندھے نجفی کو یہ نظر نہ آیا کہ اس کے برعکس فروع کافی میں امام حنفی صادق کا قول بلکہ حدیث

”واحش القطن فی دبرہ“ کے الفاظ بتاتے ہیں۔ کہ شیعہ مردہ کی دُبر میں روئی زور سے اندر کرنا وہ حکم امام معصوم، ہے۔ بلکہ بحوالہ تحفۃ العوام عورتوں شرمگاہ میں بھی اسی طرح کرنے کا ”حکم امام“ مذکور ہے۔ اور وجہ یہ بیان کی۔ کہ ان سوانحوں سے کچھ نکلنے نہ پائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ایک لمبا چوڑا کپڑا لے کر جس طرح اس مڑے ہوئے کے گھٹنے، ران اور گولہ جکڑنے کا حکم ہے۔ وہ یوں مسوس ہوتا ہے۔ کہ ایک گائے بے بود و دھرینے سے بنا آتی ہے اور اس کا مالک اس کی مانگیں باندھ کر دودھ نکالتا ہے۔ نہ راستہ نہ تباہی۔ اس شیعہ مڑے کے ساتھ سب کچھ کیا کہ وہ ہے۔

کتب میں اُن کڑیوں کا تذکرہ نظر آتا ہے۔ جو ان کے ہاں میت کے کفن میں، میت کے ساتھ رکھی جاتی ہیں۔ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہی کسر قرآن فرشتے نکالیں گے۔ عین ممکن ہے کہ لوگوں میں جو یہ مشہور ہے، اور جس کا بغنی نے ذکر بھی کیا ہے کہ شیعہ اپنے مُردے کے ساتھ گاندگوز کرتے ہیں۔ انہی کڑیوں سے یہ بات نکالی گئی ہو۔ یہ تھا ان کا اپنی میت کو غسل دینے کا نوکھا طریقہ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

”میت“ کیسی ہو تو اس سے

شیطان کھیلتا ہے

من لا یحضرہ الفقیہ

وَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَدْعُ مِيتَكَ
وَحَدَّ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَعْبَثُ بِهِ فِي جَوْفِهِ۔

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۸۶)

(باب فی غسل المیت)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابو حنیفہ روایت کرتا ہے۔
کہ آپ نے فرمایا۔ کوئی مرنے والا جب مر جاتا ہے اور اکیلا بھوڑ
دیا جاتا ہے۔ تو شیطان اس کے پیٹ کے ساتھ کھیلتا ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ أَبِي خَدِيجَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
لَيْسَ مِنْ مِثِّ يَمُوتُ وَيُتْرَكُ وَحْدَهُ إِلَّا لَعِبَ
الشَّيْطَانُ فِي جَوْفِهِ -

(وسائل الشیعہ جلد دوم صفحہ نمبر ۶۷۱)

باب کراہتہ ترک المیت

(وحدہ)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ابو خدیجہ روایت کرتا
ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی مرنے والا جب مر جاتا ہے اور
اس کو ایک لچھوڑ دیا جاتا ہے تو اس کے پیٹ کے اندر گھس
کر شیطان کھیتا ہے۔

ملحہ فکریہ:

دو جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے، شیعہ مراہو اور اس کی میت
لوگوں کے درمیان ہو، تو پھر شیطان انتظار میں رہتا ہے کہ یہ لوگ
اس سے ادھر ادھر ہوں۔ اور میں اس کے پیٹ کے غار میں
آنکھ مچولی کھیلوں۔ ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے انکوں۔ حالانکہ
نیک آدمی جس کا آخری سانس ایمان پر نکلتا ہے۔ شیطان کا
اس کے ساتھ کیا کام؟ بوقت نزع اس کی کوشش ہوتی ہے

کہ اس آخری وقت میں اس کا ایمان چھین لیا جائے۔ اور یہ بھی عام آدمیوں کا حال ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے خاص اور مخلص ہوتے ہیں۔ نہ زندگی میں اور نہ ہی موت نزع شیطان ان کا کچھ بگاڑ سکتا ہے۔ قرآن کریم گواہ ہے۔ شیطان نے کہا۔

لَا غَرْبَ يَنْتَهُمُ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مَثَلًا مَّخْلُصِينَ

ترجمہ:

میں ان تمام لوگوں کو ماسوائے تیرے مخلص بندوں کے بھٹکا کر

لے جاؤں گا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر عرش اعظم کو بے خنش آگئی تھی۔ اب اکیلا ہو یا لوگوں کے درمیان اس کی نیش پڑی ہو۔ شیطان کا اس سے کیا تعلق؟ لیکن جب مُردہ شیعہ ہو۔ تو ان کے امام کے فرمانے کے مطابق وہ اکیلا چھوڑ دیا گیا۔ تو شیطان آدھکے لگا۔ اور اس کے اندر باہر جھانکے لگا۔ اور یہ دیکھ کر بہت خوش ہو گا۔ کہ یہ بھی میری طرح نجس اور گندہ ہے۔

۵

کندہم نجس باہم نجس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز !!

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْآبْصَارِ

نماز جنازہ بے وضو اور جنبی بھی

پڑھ سکتا ہے

رسائل الشیعہ

عَنْ يُونُسَ ابْنِ يَعْقُوبَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْجَنَازَةِ أُصَلِّيَ عَلَيْهَا
عَلَى غَيْرِ وَضُوٍّ فَقَالَ نَعَمْ إِنَّمَا هُوَ
تَكْبِيرٌ وَتَسْبِيحٌ وَتَحْمِيدٌ وَتَهْلِيلٌ كَمَا تَكْبِرُ
وَتُسَبِّحُ فِي بَيْتِكَ عَلَى غَيْرِ وَضُوٍّ .

(رسائل الشیعہ جلد دوم صفحہ نمبر ۷۹۹)

کتاب الطہارت - صلوٰۃ الجنائزہ

ترجمہ:

یونس ابن یعقوب نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں
نماز جنازہ بغیر وضو پڑھ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ تو بحیر تسبیح،
تحمید اور تہلیل کا نام ہے۔ جس طرح تو گھر میں بغیر وضو بحیر تسبیح
کر سکتا ہے۔ یہاں بھی درست ہے۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْحَائِضِ تُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ
فَقَالَ نَعَمْ وَلَا تَقِفْ مَعَهُمْ وَالْجُنُبُ يُصَلِّي
عَلَى الْجَنَازَةِ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ کتاب الطہارت،

ص ۸۰۰ باب جواز ان تصلی

الحائض الخ

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد سوم ص ۲۰۲

باب الزیادات)

ترجمہ :

ایک شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے پوچھا۔ کیا حیض والی عورت نمازہ جنازہ پڑھ سکتی ہے؟ فرمایا
ہاں پڑھ سکتی ہے۔ اور اسے مردوں کے ساتھ کھڑا نہیں ہونا
چاہیئے۔ اور جنبی بھی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔

✽

نماز جنازہ کے لیے ستر عورت بھی ضروری نہیں۔

الفقہ علی المذاہب الخمسہ

وَأَشْتَرَطَ الْأَرْبَعَةَ لِصَلَاةِ الصَّلَاةِ عَلَى
الْجَنَازَةِ الظَّهَارَةَ وَ سَتْرَ الْعَوْرَةِ تَمَامًا
كَمَا فِي الصَّلَاةِ الْمَعْمُورَةِ وَقَالَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ
لَيْسَتْ الظَّهَارَةُ وَلَا سَتْرُ الْعَوْرَةِ بِشَرْطٍ لِلصَّلَاةِ
وَالِكُتْمَا مُسْتَحَبَّتَانِ لِأَنَّهُمَا لَيْسَتْ مَكْلُوفَتَيْنِ فِي
حَقِيقَتِهِمَا وَإِنَّمَا هِيَ دُعَاءٌ

(۱۔ الفقہ علی المذاہب الخمسہ ص ۶۳)

باب کیفیت الصلوة

(۲۔ تحریر الدسیلہ جلد ۱)

ص ۸۰ فی شرائط الصلوة

علی المیت۔)

(۲۔ وسائل الشیخہ جلد دوم ص ۸۰۰)

کتاب الطہارۃ الخ

ترجمہ :

ائمہ اربعہ نے نماز جنازہ کی محنت کے لیے طہارت اور ستر عورت دونوں شرائط قرار دی ہیں۔ جس طرح یہ دونوں مکمل طور پر نماز فرضی کے لیے شرطیں ہیں۔ اور فقہ جعفریہ کے پیرو کہتے ہیں۔ کہ نماز جنازہ کی محنت کے لیے نہ طہارت اور نہ ہی ستر عورت شرط ہے۔ ہاں یہ دونوں مستحب ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ نماز جنازہ حقیقت نماز نہیں بلکہ دعاء ہے۔ اور دعاء کے لیے طہارت اور ستر عورت شرط نہیں ہوتی)

ملحہ فکریہ

ستر عورت سے متعلق آب گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے ہاں دو ہی چیزیں ستر کے قابل ہیں۔ ایک قبل خواہ مرد کی ہو یا عورت کی اور دوسری دُبر۔ اور ان میں سے دُبر تو خود دونوں چوڑوں کے پردہ میں ہو گئی۔ روگئی قبل تو اس پر ہاتھ رکھ لیا جائے یا چونا لگایا جائے۔ تو یہ پردہ مکمل ہو گیا۔ اب رعایت یہ کہ نماز جنازہ کے لیے اس کی بھی ضرورت نہیں صرف مستحب ہے پردہ کر لو تو اچھا نہ کر تو بھئی کوئی حرج نہیں۔ کاش اپنے امام کی اس تعلیم پر عمل بھی کیا ہوتا۔ اور کوئی علامہ، مجتہد، حجتہ الاسلام اور آیت اللہ اس طرح جنازہ پڑھاتا۔ اور خلی خدا بھی اس کی اقتدار میں کی بخشش کے لیے دعا مانگنے کے لیے قبلہ رخ کھڑی ہوتی۔ تو بجائے مہلت کی بخشش کے امام صاحب کو دیکھتے اور لاحول و لا قوۃ پڑھتے۔ اور مُفت میں وہ فلم دیکھتے جو کسی سینما میں محاذ بکھینی شاید نا ممکن ہوئی۔ ایک طرف یہ

رعایت کطہارت اور ستر عورت کے بغیر بھی نماز صحیح ہے۔ اور دوسری طرف یہ کہ جنبی ہمک غسل جنابت کیے بغیر جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ حالانکہ جنبی کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائی اور ان دو علی کے شیعہ انبویوں، کو اس کا پاس و لحاظ بھی نہ رہا۔ صاحب قرب الاسناد اس روایت کو ان الفاظ سے بیان کرتا ہے۔

قرب الاسناد:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ إِذَا احْتَضَرَ الْمَيِّتُ
فَمَا كَانَ مِنْ امْرَأَةٍ حَائِضٍ أَوْ جُنْبٍ -----
عَنْ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَشْهَدُ
جَنَازَةَ الْكَافِرِ وَلَا الْجُنْبِ، إِلَّا جُنْبًا
يَتَوَضَّأُ.

(قرب الاسناد جلد دوم ص ۱۲۴)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب کسی کے مرنے کا وقت آئے تو اس کے پاس نہ حبس والی کوئی عورت ہو اور نہ ہی جنبی۔ حضرت علی المرتضیٰ ہی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر کے جنازہ اور جنبی کے پاس فرستے نہیں آتے۔ ہاں اگر جنبی نے وضو کر لیا ہو (تو بھی اُن کا آنا ہو سکتا ہے)۔

توضیح

وسائل الشیعہ کے گذشتہ ایک حوالہ سے حیض والی عورت کے نماز جنازہ ادا کرنے کی امام جعفر سے منقول اجازت پڑھ چکے ہیں۔ اور اسی میں جنبی کے لیے بھی اجازت تھی۔ اور اب قرب الاسناد کے مطابق جہاں کوئی مرد ہا ہواں ان دونوں کی موجودگی رحمت کے فرشتوں کی دوری کی وجہ بن جاتی ہے۔ اب جب کسی شیعہ کی نماز جنازہ میں بحکم امام کوئی جنبی یا کوئی حیض والی عورت شامل ہوگی۔ (جو کہ جائز ہے) تو رحمت کے فرشتے اس میت کے قریب بھی نہ آئیں گے۔ پھر امام اور تمام غازی جب ستر عورت سے بھی آزاد ہوں۔ تو ایسے میں ان فرشتوں کے آنے کا کوئی سبب نہ ہو سکتا ہے۔ آج کے دوسرے ہی فرشتے آئیں گے۔ اور انہیں بھی جانتے ہیں۔ کہ ان کا انانیک شگون نہیں ہونا۔ تو معلوم ہوا کہ ان امامی لوگوں کو اللہ کی رحمت کی ضرورت ہے۔ اور نہ ان کے متذہب میں ہے۔ اس مقام پر یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ کہ قرب الاسناد میں جنبی کے نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حوالہ ہم نے صرف اس بات پر پیش کیا ہے۔ کہ جنبی کے نزدیک فرشتے نہیں آتے۔ رہا یہ کہ جنبی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ تو اس کے لیے وسائل الشیعہ کا حوالہ بھی گزرا ہے جس میں امام جعفر نے جنبی اور حیض والی عورت دونوں کا نماز جنازہ ادا کرنا درست قرار دیا ہے۔

دفاعتہ وایا اولی الابصار

”وسنی، کی نماز جنازہ اول تو پڑھی ہی نہ جائے اور

اگر یا مری مجبوری پڑھنی پڑے۔ تو دعائے مغفرت کی

بجائے لعنت کرنی چاہیئے۔

تحریر الوسید

يَجِبُ الصَّلَاةُ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَإِنْ كَانَ مُخَالَفًا
لِلْحَقِّ عَلَى الْأَصَحِّ وَلَا يَجُوزُ عَلَى الْكَافِرِ
بِأَقْسَامِهِ حَتَّى الْمُرْتَدِّ وَمَنْ حُكِمَ بِكُفْرِهِ
مِمَّنْ ائْتَحَلَ بِالسَّلَامِ كَالشَّوْصِبِ وَالْخَوَارِجِ

د تحریر الوسید جلد اول ص ۷۷،
فی الصلوة علی المیت

ترجمہ:

صحیح ترین مسلک یہی ہے۔ کہ ہر مسلمان پر نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے
اگرچہ وہ حق کے مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ اور کافر کی تمام اقسام پر نماز
جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔ حتیٰ کہ مرتد کی بھی۔ اور ان لوگوں کی نماز جنازہ
پڑھنا بھی ناجائز ہے۔ جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب

کرتے ہیں۔ لیکن ان پر کفر کا حکم لگا ہوا ہو۔ جیسا کہ نواسبہ البنت اور فارچی لوگ۔

فروع کافی

عَنْ عَامِرِ بْنِ السَّمُطِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ أَنَّ رَجُلًا قَبِلَ الْمَنَافِقِينَ مَاتَ فَخَرَجَ
الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا يَمْشِي مَعَهُ فَلَقِيَهُ
مَوْلَاهُ لَهُ فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيْنَ تَذْهَبُ
يَا فُلَانُ؟ قَالَ فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ أَفِرُّ مِنْ جَنَازَةِ هَذَا
الْمَنَافِقِ فَقَالَ أَنْ أُصَلِّيَ عَلَيْهَا فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَنْظُرْ أَنْ تَقُومَ عَلَى يَمِينِي فَمَا تَسْمَعُنِي أَقُولُ فَقُلْ مِثْلَهُ
فَلَمَّا أَنْ كَبَّرَ عَلَيْهِ وَلِيَّهُ قَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ الْعَرُ فُلَانًا عَبْدَكَ أَلْفَ لَعْنَةٍ
مُوتَلَفَةٍ غَيْرِ مُخْتَلِفَةٍ اللَّهُمَّ أَخْزِ عَبْدَكَ
فِي عِبَادِكَ وَبَلَاؤِكَ وَأَصِلْهُ حَرَّ نَارِكَ وَأَذِقْهُ
أَشَدَّ عَذَابِكَ -

دفعہ کافی جلد سوم ص ۱۹۹ کتاب الجنائز
باب الصلوة علی الناصب

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عامر بن سمطہ بیان کرتا ہے
کہ ایک منافق مر گیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ اس کا جنازہ پڑھنے

کے لیے اس کی میت کے ساتھ ہو لیے۔ راستہ میں آپ کی اپنے
 آزاد کردہ غلام سے ملاقات ہوئی۔ امام نے پوچھا۔ بھائی گدھر جا
 رہے ہو؟ کہنے لگا۔ میں اس منافق کی نماز جنازہ پڑھنے سے بھاگ
 رہا ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا۔ دیکھو! میری دائیں طرف نماز
 جنازہ کے لیے کھڑے ہو جانا۔ اور مجھے کہتے ہوئے سنو وہی کہہ دینا
 پھر جب میت کے ولی نے نماز کے لیے مجبور تحریر یہ کہی۔ تو امام حسین
 رضی اللہ عنہ نے افتد کبر کہا۔ اور پھر یہ الفاظ کہے۔ وواے افتد! اپنے
 اس بندے پر مزار لعنتیں بھیج۔ اور وہ بھی اس طرح کہ لگتا رہوں۔
 اور ان میں کوئی اختلاف نہ ہو۔ اے افتد! اپنے بندوں میں اسے
 ذلیل و رسوا کر۔ اور اپنے شہروں میں اسے بے آبرو کر۔ اپنی آگ
 میں اسے جھونک اور اپنا شدید ترین عذاب اسے جھکا۔“

طلحہ فکریہ

قارئین کرام! شاید آپ مذکورہ دونوں حوالہ جات پڑھ کر یہ سوچتے
 ہوں گے۔ کہ ان میں ”سنی“، ”یا اہل سنت“ کے نام کا کوئی لفظ موجود نہیں۔
 نابھی اور خارجی لکھا گیا ہے۔ اس لیے اس سے یہ تاثر دینا کہ شیعہ لوگ ”اہل سنت“
 میں سے کسی مڑے کے جنازے میں امام حسین کی تعلیم کے مطابق لعن طعن
 کرتے ہیں۔ درست نہیں ہو گا۔ لیکن یہ بات ہم واضح کر دیتے ہیں۔ کہ نابھی
 اور خارجی ان شیعوں کے نزدیک ایک مسلک کے ہی دو نام نہیں ہیں۔ بلکہ
 خارجی اور میں اور نابھی اور۔ ان کے مابین فرق کے بہت سے دلائل ہیں۔
 سر دست دونوں حوالہ جات کے الفاظ اور ترکیب پر ذرا غور کریں۔ تو معلوم

ہوگا۔ کہ ہم درست کہہ رہے ہیں۔ وہ اس طرح کوناہی کا ذکر کرنے کے بعد مؤلف کے ذریعہ خارجی کا اس پر عطف ڈالا گیا۔ اور ایسا عطف یہ ثابت کرنا ہے کہ مصلحت اور معطوف علیہ دو الگ الگ حقیقتیں ہیں۔ اس لیے اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ ان حوارجات میں 'ناہی' اور خارجی کے جنازے میں لعنت کرنے کا ذکر ہے۔ اور یہ ایک ہی فرقہ و مسک کے دو نام ہیں۔ تو یہ کناہن کا دھوکہ دینا ہے۔ اور یہ ایک ہرنے کی بات کرنا دراصل ان کا تقیہ ہے۔ اس کی تفصیل اور دلائل دوسری جگہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ بہر حال 'دناہی' کا لفظ ان کے اہل اہل سنت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی لیے اہل تشیع حضرات صحابہ کرام کو ناہی کہتے ہیں۔ ان کے ماننے والوں کو ناہی کہتے ہیں۔ اور ناہی کے ساتھ ساتھ منافق کہہ کر انہیں دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔ اور پھر کافر سمجھ کر ان سنیوں کی نماز جنازہ میں وہی کچھ کرنے اور پڑھنے کا شوق سے فتویٰ دیتے ہیں۔ جو امام حسین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نقل کیا ہے۔

لیکن یاد رہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات ان باتوں کے کرنے اور کہنے سے بالکل پاک ہے۔ آپ خود عجز کریں۔ کہ ایک غلام اتنی جرات کر رہا ہے۔ کہ وہ کھلم کھلا میت کو منافق کہہ کر اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کی بات کر رہا ہے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ اس سے بھی گئے گزرے ہیں۔ اور اس کے لیے دعائے مغفرت کی جگہ لعن طعن کر رہے ہیں۔ آخر یہ کیوں؟ شیعہ لوگ اس کے جواز کا یہی بہانہ تراشیں گے۔ کہ آپ نے بطور تقیہ اس کے جنازے میں شرکت کی۔ سو اس بارے میں ہم کہتے ہیں۔ کہ تقیہ کا ہتھیار اہل تشیع اس وقت استعمال کرتے ہیں۔ جب حق و سچ کہنے یا کرنے سے نقصان کا خطرہ ہو۔ چلو ہم بالفرض مان لیتے ہیں۔ کہ اس منافق کے جنازے میں شرکت

رہنے سے شاید امام حسین کو نقصان کا خطرہ ہو گا۔ لیکن جہاں نقصان اور خطرہ
درحقیقت موجود تھا۔ یعنی میدانِ کربلا میں جب مد مقابل مرنے مارنے پر تھے بیٹھے
تھے۔ اور پھر یہ سلسلہ شروع بھی ہو گیا تو اس خطرناک اور درد بھرے وقت میں
اگر آپ چند لمحات کے لیے بطور تقیہ کہہ دیتے۔ کہ اے ابن زیاد! مجھے یزید کی
بیعت منظور ہے۔ تو سب کچھ بچ جاتا۔ بلکہ انعام و کرام سے نوازے جاتے۔
لیکن دنیا جانتی ہے۔ کہ آپ نے اپنے عزیز و اقارب اور خود اپنی شہادت
قبول کر لی۔ لیکن بطور تقیہ یہ کہنا گوارا نہ کیا۔ جب میدانِ کربلا میں آپ حق و صداقت
پر ڈٹے رہے۔ تو اس منافق کے جنازے میں بطور تقیہ شریک کیوں ہوئے۔
معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام عالی مقام نے ذالہ کیا۔ اور نہ ہی آپ کے شایانِ شان
تھا۔ یہ سب کچھ ان بناوٹی مجبوں، اُنے گھڑا ہے۔ اسی لیے حضراتِ ائمہ اہلبیت
نے اپنی احادیث پر اندھے بن کر عمل کرنے سے منع فرمایا۔ انہیں معلوم تھا کہ گندی
فطرت والوں نے ان کے اقوال و احوال میں بہت زیادہ ملاوٹ کر دی ہے۔
اللہ تعالیٰ اہل بیت کی گستاخی سے محفوظ فرمائے۔ اور ان کی سچی پکی محبت عطا فرمائے
آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

میدانِ جنگ میں پڑی ہوئی نعشوں

کے درمیان مسلمان اور کافر کا امتیاز کس طرح

کیا جائے؟

المبسوط:

إِذَا اخْتَلَطَ قَتْلَى الْمُسْلِمِينَ بِالْمُشْرِكِينَ رَوَى أَنَّ
أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ يُنْظَرُ مُؤْتَرَرُهُمْ
فَمَنْ كَانَ صَغِيرًا الذَّكْرُ يُدْفَنُ فَعَلَى هَذَا يُصَلَّى
عَلَى مَنْ هَذِهِ صِفَتُهُ۔

المبسوط جلد اول ص ۸۲ کتاب الصلوٰۃ

فی احکام الجنائز

ترجمہ:

جب مسلمانوں اور مشرکین کی میتوں کے درمیان خلط ملط ہو جائے۔
اس بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کے درمیان
انتہاز کے لیے ایک روایت بیان کی گئی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا
ان میتوں کے ازار بند کھول کر شرمگاہ دیکھی جائے۔

پھر جب مردے کا آرد تناسل چھوٹا ہو۔ اس کو دفن کیا جائے۔ اس روایت کے پیش نظر اس میت کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ جس کا آرد تناسل چھوٹا ہو گا۔ (یعنی آرد تناسل کا چھوٹا ہونا مسلمان ہونے کی علامت ہے۔)

ملحہ فکریہ:

مسلمان اور مشرک کی میت کے پہچاننے کا انوکھا طریقہ ذکر کیا گیا۔ یہ طریقہ نہ قرآن کریم نہ احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی حضرات ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فرمان سے ثابت ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف خواہ مخواہ اس نادر روایت کی نسبت کر دی گئی ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ”باب العلم“ کے لقب سے نوازے گئے۔ اور وہ باب العلم، کے لقب والا ایسی بات کہے۔ جو عقل و نقل کے خلاف ہو؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر یوں کہا جاتا کہ ان کی شناخت اور امتیاز اس طرح ممکن ہے کہ دیکھا جائے۔ کہ کس کا ختنہ ہوا اور کون بغیر ختنہ کے ہے۔ یہ بات معقول تھی۔ لیکن محض آرد تناسل کے چھوٹا بڑا ہونے پر مسلمان و کافر کا امتیاز کرنا عجیب بے تکلفی بات ہے۔ اس امتیاز کی علت ہو سکتا ہے کوئی شیعہ مجتہد بیان کر سکے۔ لیکن عقل مند اس کی علت سمجھنے سے قاصر ہیں۔

عجیب منطق:

گزشتہ حوالہ جات میں ہم نے ان کی کتب سے ثابت کیا تھا۔ کہ میت کا غسل ان کے ہاں اس وجہ سے ہے کہ بوقت مرگ اس کے منہ یا آنکھ سے در منی خارج ہوتی ہے۔ جس سے اس کی پیدائش ہوئی تھی۔ یعنی میت کو منی

ہونے کی بنا پر غسل دیا جاتا ہے۔ اگر یہی منطق مان لی جائے۔ تو شہید کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔ آخر وہ بھی فوت ہوا۔ اس کو بھی دفن کیا گیا۔ لیکن اس کو غسل نہیں دیتے۔ حالانکہ اس سے بھی وہ منی نکلی جس سے وہ پیدا ہوا۔ اور جنبی چاہے عام آدمی ہو یا شہید جنبی حالت میں بغیر غسل دیتے دفن کر دیا گیا۔ اور اس کی نماز خانہ ادا کر دی گئی۔ ادھر یہ کہتے ہیں۔ کہ جنبی کے نزدیک فرشتے نہیں آتے۔ ادھر اللہ تعالیٰ ان شہداء کو وہ اموات، کہنے سے بلگمان کرنے سے منع کر رہا ہے۔ عجیب منطق ہے جو سمجھ سے بالاتر ہے۔

اگر تناسل کے چھوٹا بڑا ہونے سے مسلمان اور کافر کے مابین امتیاز کی ایک وجہ یہ نظر آتی ہے۔ کہ جب اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ مرنے والے کے منہ یا اور جگہ سے منی خارج ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اس منی کے نکلنے کے بعد اتناسل ڈھبلا پڑ جانے کی بنا پر سکڑا ہوا نظر آئے۔ اور جس کی نہ نکلی وہ تو منہ اور پچھلا پھٹلا ہونے کی وجہ سے بڑا نظر آئے۔ لیکن یہ فرق اس وقت ہو گا۔ جب یہ کہا جائے کہ مرنے والا اگر مسلمان ہے۔ تو اس کے منہ سے منی نکلتی ہے۔ اور اگر غیر مسلم ہو تو اس کے منہ وغیرہ سے نہیں نکلتی مگر یہ فرق اہل تشیع کی کسی کتاب میں موجود نہیں۔ ”فقہ جعفریہ“ تیری کیا ہی بات ہے کہ اپنے ماننے والوں کو کیا کیا حکمتیں عطا دکیں۔

نماز جنازہ پڑھانے کا اولین حق دار حاکم و امیر وقت ہے۔

فقہ حنفیہ کی طرح فقہ جعفریہ بھی اس بات پر متفق ہے کہ ہر دور میں میت کی نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار حاکم وقت ہے۔ بشرطیکہ وہ مسلمان ہو شاید آپ حضرات اس موضوع کو خارج از بحث سمجھیں۔ کیونکہ ہمارے سامنے اس کتاب میں وہ موضوعات و مسائل ہیں جو وہ فقہ جعفریہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور وہ واقعہ عجیب و غریب ہیں۔ جبکہ اس مسئلہ پر دونوں کا اتفاق ہے۔ تو پھر اسے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم اس بارے میں اس امر کی وضاحت آخر میں کریں گے۔ کہ یہ موضوع کیوں لکھا گیا۔ پہلے ایک دو حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

المبسوط:

وَأُولَى النَّاسِ بِالصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ الْوَلِيُّ
فَإِنْ حَضَرَ إِذْ مَاتَ الْعَادِلُ كَانَ أَوْلَى
بِالتَّقْدِمِ وَ يَجِبُ عَلَى الْوَلِيِّ
تَسْدِيقُهُ.

المبسوط جلد اول ص ۱۸۳ فی احکام
الجنائز

ترجمہ:

میت کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے سب سے اولی اس کا ولی ہے۔ یا وہ جسے ولی اگے کر دے۔ اور اگر امام عادل موجود ہو۔ تو وہ سب سے زیادہ حق دار ہے۔ اور ولی پر واجب ہے۔ کہ نماز پڑھانے کے لیے اُسے اگے کرے۔

فروع کافی

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ إِذَا حَضَرَ الْإِمَامُ الْجَنَازَةَ فَهُوَ أَحَقُّ النَّاسِ
بِالصَّلَاةِ عَلَيْهَا۔

۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۱۷۱ من اولی

الناس بالصلاة علی المیت)

۲۔ وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۸۰۱

کتاب الطہارة ابواب الجنائز)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے طلحہ بن زید روایت کرتا ہے
کہ آپ نے فرمایا۔ جب امام وقت نماز جنازہ میں حاضر ہو۔ تو موجود
لوگوں سے نماز پڑھانے کا وہ سب سے زیادہ حق دار ہے۔

اعتراض

ان دو حوالہ جات میں سے المبسوط کے حوالہ میں یہ شرط ہے۔ کہ حاکم دقت ”عادل“ ہو۔ تو اسے حتی تقدیم ہے۔ جب یہ شرط نہ پائی جائے۔ تو ایسے امام کو اولیت نہ ہوگی۔

جواب:

ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ المبسوط میں ”عادل“ کی قید ہے۔ لیکن یہ قید شیعہ متاخرین کی وضع کردہ ہے۔ ائمہ اہل بیت کی روایاتِ قدیمہ میں اس قید کا کوئی ذکر نہیں۔ انہی دو حوالہ کی کتب میں سے قرب الاسناد کو دیکھئے۔ اپنے نام کے اعتبار سے یہ کتاب حضراتِ ائمہ اہل بیت سے بہت کم واسطوں سے روایت کرتی ہے۔ بلکہ اکثر روایات تو خود ائمہ حضرات سے مروی ہیں۔ اس میں اس قید کا ذکر نہیں۔ اس لیے کوئی ایک مرفوع روایت آپ کو اس قید کے ساتھ نہ ملے گی۔ ایک واقعہ سے اس کی تائید بھی پیش کی جاتی ہے۔ جسے تقریباً شیعہ مسلک کی ہر کتاب نے ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

قرب الاسناد

مَنْ أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ عَلَى الْمَيِّتِ ۖ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ هَذَا
حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ

ابنہ عن جَدِّہ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيہِ عَنْ جَدِّہِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيہِ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: وَأَحْفَرُ مُسْطَافٍ فَهُوَ أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهَا. أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِيہِ عَنْ جَدِّہِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيہِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيہِ الشَّامِيُّ أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ مِنْ وَلِيِّہَا لَمَّا تَوَفَّيْتُ أُمِّ كَلْبُشَہِ یَنْتُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ مَرْوَانُ بْنُ حَكِيمٍ وَهُوَ أَمِيرٌ یَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ لَوْ لَا السَّنَةُ مَا شَرَكْتُہُ یُصَلِّي عَلَيْهَا۔

(قرب الاسناد جلد دوم ص ۲۰۹-۲۱۰)

باب من احق بالصلاة علی المیت

ترجمہ:

میت کی نماز جنازہ پڑھانے کا کون زیادہ حق دار ہے۔

(بکذت الاسناد) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب حاکم وقت موجود ہو۔ تو وہ نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے۔

(بکذت الاسناد) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نام وقت نماز جنازہ پڑھانے کا ولی میت سے زیادہ حق دار ہے۔

(بکذت الاسناد) امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم کا انتقال

ہوا۔ توان کی میت کے ساتھ نماز جنازہ کے لیے اور لوگوں کے ساتھ مروان بن حکم بھی نکلا۔ مروان ان دنوں مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ (مروان نے ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کی نماز جنازہ پڑھائی) پھر امام حسین بن علی نے کہا۔ اگر ایسا کرنا (سلطان کا نماز جنازہ پڑھانے میں اولیٰ ہونا) سنت نہ ہوتا۔ تو میں مروان کو ام کلثوم کا جنازہ پڑھانے کے لیے اُسکے ذبڑھنے دیتا۔

یہی مروان بن حکم جو مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ اہل تشیع اسے مسلمان تک نہیں کہتے۔ لیکن ائمہ اہل بیت میں سے تیسرے جلیل القدر امام جناب حسین رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اس نے ام کلثوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور امام حسین نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اور پھر ایسا کرنا سنت قرار دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ سنت کس کی تھی یہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کی موجودگی میں کسی کو نماز جنازہ پڑھانے کی کیا مجال تھی۔ اور کوئی دوسرا آپ کے ہوتے ہوئے حاکمِ وقت بھی نہ تھا۔ یا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کی نماز جنازہ آپ کے بعد امام بننے والا پڑھاتا۔ لیکن یہ بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ کی نماز جنازہ جیسے عام طور پر پڑھی جاتی ہے۔ ویسے نہیں پڑھی گئی۔ بلکہ ہر ایک صلوة و سلام پڑھ کر ایک طرف سے جاتا اور دوسری طرف سے نکل آتا تھا۔ اس لیے یا تو سنت علی المرتضیٰ ہوگی یا سنت امام حسن ہوگی۔ اب بالاختصار ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کی یہ سنت کیونکر بنی ہو اس ماسوم ہونا یوں ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جب انتقال ہوا آپ غائب سب سے پہلی شخصیت ہیں۔ جن کا اہل بیت میں سے انتقال ہوا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پڑھوائی۔ جو اس وقت خلیفہ و امام تھے۔ طبقات ابن سعد کے حوالے سے یہ ثابت ہے۔ جو گرچہ چکا ہے۔ پھر اس کے بعد دوسرا موقع آتا ہے۔ جب امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ اس وقت ان کے نماز جنازہ کی امامت اس وقت کے حاکم سید بن العاص نے کی۔ ان کو بھی امام حسن رضی اللہ عنہ نے وہی الفاظ کہے تھے۔ جو آپ نے مروان بن حکم کو کہے تھے۔ اس سے واضح ہوا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا سنت "نفر" تا یہ اپنے والد گرمی کی سنت مراد تھی۔

نوٹ:

ان حوالہ بات کی روشنی میں اہل تشیع کا وہ اعتراض از خود مبہم و مشورہ ہو گیا۔ جسے وہ بڑ بڑکے بانگ و دعوؤں سے کرتے پھرتے ہیں۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آخری لمحات میں یہ وصیت کی تھی۔ کہ مرنے کی اطلاع نہ ابو بکر کو دی جائے اور نہ ہی عمر بن خطاب کو۔ آپ کی وصیت کے مطابق انہیں اطلاع نہیں دی گئی۔ اس لیے یہ دونوں ان کی نماز جنازہ میں حاضر بھی نہ ہو سکے۔ یہ اعتراض اس طرح اٹھ گیا کہ جب شیوہ فقہ یہ تسلیم کرتی ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق حاکم وقت نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار ہوتا ہے۔ اور آپ عمل یہ کہ وقت کے خلیفہ کو اطلاع ہی نہ دیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟ پھر یہ اس لیے بھی ممکن نظر آتا ہے۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ اسماء بنت عیس ہر وقت سیدہ فاطمہ الزہراء

لی تیار داری کے لیے ان کے پاس حاضر رہتیں۔ انتقال کے بعد غسل بھی انہوں نے دیا۔
 تو یہ کیونکر باور کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے خاندان اور بچہ صدیقی کو سیدہ خاتونِ جنت
 کے انتقال کی خبر نہ دی ہو اس کی تفصیلی بحث تجلہ جعفریہ جلد دوم میں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔
 یہ تھیں وہ باتیں جن کی وجہ سے ہم نے جنازہ کی بحث میں اس موضوع کو یاد دلانے پر
 امیرِ دقت کا سب سے زیادہ حق دار ہونا کتبِ شیعہ سے ثابت ہے اور یہ بھی کہ اس کا صرف
 مسلمان ہونا کافی ہے۔ عادل ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ ان کے ائمہ کے عمل سے ان کا عقیدہ
 کے مطابق ایسا حاکم بھی نماز پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ جو ان کے نزدیک مسلمان
 نہ ہو۔ اب ہم کیا کہیں۔ ان کے امام تو ایسے حاکموں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ اور
 یہ ان اماموں کو جو اماموں کے امام بنے۔ اسلام سے خارج کہتے پھریں۔
 برائے عقل و دانش بایادِ گریست

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

نماز جنازہ کے لیے پانچ تکبیریں ضروری ہیں اور چار کھنکے والے منافق ہیں۔

”فقہ جعفریہ“ میں یہ تحریر ہے، کہ اگر شیعوں میں سے تو اس کے لیے پانچ تکبیریں کہنا ضروری ہیں۔ ہاں اگر سنی منافق کی میت ہو۔ تو پانچ تکبیریں نہیں بلکہ چار تکبیریں ہوں گی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول سے یہ ثابت ہے۔

دلیل اول

فقہ امام جعفر صادق

وَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُكَبِّرُ عَلَى قَوْمٍ خَمْسًا وَعَلَى قَوْمٍ آخِرِينَ أَرْبَعًا
فَإِذَا كَبَّرَ عَلَى رَجُلٍ أَرْبَعًا أَتَاهُ بِالْبَغَاةِ -

(فقہ امام جعفر صادق ص ۱۰۸ جلد اول،

کتاب الصلوة،

ترجمہ:

اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — ایک قوم کی نماز جنازہ میں

پانچم تبہ تکبیر کہتے تھے۔ اور دوسری قوم کے آدمیوں پر چار تکبیر کہا کرتے تھے
 سو جب کسی شخص کی نماز جنازہ میں آپ نے چار تکبیریں کہیں۔ تو وہ منافق
 کے طور پر بدنام ہو گیا۔

جواب دلیل:

مذکورہ روایت قرآن کریم کی واضح ہدایات کے بالکل برعکس اور سرکارِ دو عالم حضور
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فات مقدسہ پر ایک الزام ہے۔ کیونکہ انزل روایت بتاتا
 ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا دو قسم کے جنازے پڑھے۔ اُدھر قرآن کریم نے
 ارشاد فرمایا۔ لا تنصل علی احد منہم مات ابد۱۔ اے محبوبِ انور!
 ان منافقین میں سے اگر کوئی مر جائے۔ تو آئندہ کے لیے کبھی بھی اس کی نماز جنازہ
 نہ ادا کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس ارشاد کے ذریعہ آپ کو منافق کی نماز جنازہ پڑھنے سے
 ابدی طور پر منع فرمائے۔ اور اہل تشیع یہ کہیں۔ کہ آپ نے بارہا منافق کی نماز جنازہ
 پڑھائی۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے
 ارشادات کی پرواہ نہ تھی۔ اور اس کی واضح ہدایت کے ہوتے ہوئے آپ نے
 اس کی مخالفت کی۔ کیا کسی پیغمبر سے ایسا ہونا ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔

ابنہ کوئی شیعہ یوں کہہ سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے واقعی منافق کی نماز جنازہ
 پڑھنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرمادیا تھا۔ اور آپ نے حانِ بوجہ کر اس
 کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ آپ نے بطور تقیہ، ایسا کیا۔ لیکن اگر اس تاویل کو تسلیم
 کر لیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے تمام احکام اور مکمل دین پر سے اعتبار ختم ہو جائے گا
 یہی بات خود شیعہ بھی مانتے ہیں۔

تمیخص الشافی:

فَأَمَّا الرَّسُولُ فَإِنَّمَا لَمْ تَجْزِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لِأَنَّ
الشَّرِيعَةَ لَا تُعَرَّفُ إِلَّا مِنْ جِهَتِهِ وَلَا يُوَصَّلُ إِلَيْهَا
إِلَّا بِمَوَالِهِ فَمَتَى جَارَتْ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنْ
لَنَا إِلَى الْعِلْمِ بِمَا كَلَفْنَاهُ طَرِيقٌ

(تمیخص الشافی جلد سوم ص ۸۷ مطبوعہ

دارالکتب اسلامیہ قم ایران)

ترجمہ:

بہر حال اللہ تعالیٰ کے رسول تو اُن پر تقیہ کرنے کا الزام قطعاً درست
اور جائز نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت کی صرف اور صرف ان سے
معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور ہم تک اُن کے قول کے بغیر اس کا
پہنچنا محال ہے۔ لہذا جب ان کے بارے میں تقیہ کا جواز ثابت ہو
تو پھر ہمیں احکام تکلیف کا علم ناممکن ہو جائے گا۔

رسول کی ذات کے لیے تقیہ کا جواز دراصل شریعت کا سرے سے انکار ہے۔ گویا
جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ معاذا اللہ پیغمبر نے بھی تقیہ کیا۔ وہ شریعت کا منکر اور
مکذیب ہے۔ اس صراحت کے باوجود اہل تشیع پیغمبر پر تقیہ کے جواز کے بھی نہیں
بلکہ تقیہ بالفعل کرنے کے معقد ہیں۔ حوالہ اس کا دیا جا رہا ہے۔ اگر کوئی چار تکبیر پڑھنے
کی توجہ بہہ کرے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطور تقیہ نہیں بلکہ نماز سے پہلے یہ فرما دیا
کرتے تھے۔ کہ میت منافق ہے۔ اس لیے تم سب میری اقتداء میں چار تکبیریں
کنا۔ اس توجہ بہہ پر ایک اعتراض تو وہی کہ منافق کا علم ہوتے ہوئے آپ اس کا جواز

کیوں پڑھاتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے اس سے منع فرمادیا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کو معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر یقین نہ ہوتا۔ تو اس میت پر نفاق کی تہمت لگاتے اور دہمت کبھی یقینی بات پر نہیں لگائی جاتی۔ اگر اس توجیہ کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو صحابہ کرام کو اس میت کے منافق ہونے کا یقین ہو جاتا اور اسے یقیناً منافق کہتے۔ یہ نہیں کہ اس پر نفاق کی تہمت لگاتے۔ نبی کے قول اور فعل میں علماء نے فرق بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ قول کی قوت فعل کی نسبت زیادہ ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ نبی کا فعل نبی کے ساتھ ہی مخصوص ہو۔ لیکن اُن کا قول اور حکم قیامت تک کے لوگوں کے لیے سبب ہدایت ہوتا ہے۔ یہاں نماز جنازہ میں اگر آپ نے فرمادیا تھا۔ کہ یہ منافق ہے۔ تو اس کی تقویت بہر حال نماز پڑھنے سے زیادہ ہوگی۔

تہذیب الاحکام

وَأَمَّا مَا يَنْصَحْنَ مِنْ أَلَرْبَعِ تَكْبِيرَاتٍ
فَمَحْمُولٌ عَلَى التَّقْيَةِ لَا نَدْمَ مَذْهَبُ الْمُخَالِفِينَ

(تہذیب الاحکام جلد سوم ص ۳۱۶)
(فی الصلوٰۃ علی الاموات)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہنا جن روایات میں ہے۔ یہ تقیہ پر محمول ہوگا۔ (یعنی اپنے تقیہ کرتے ہوئے چار تکبیریں کہیں) کیونکہ یہ مذہب (چار تکبیریں کہنا) مخالفین کا ہے۔

نے بہت پہلے بطور ترقیہ عمل کیا؟ خدا عقل دے۔ اسے کیا کہیں گے؟
(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دلیل دوم

وسائل الشیعة:

عن محمد بن ابی عبد اللہ عن موسیٰ بن عمران
عن عمہ الحسین بن یزید عن علی بن ابی حمزة
عن ابی بصیر قال قلت لابی عبد اللہ عن علّۃ (شئ)
تکبّر علی المیّت خمس تکبیرات و یکبر من الخافون
باربع تکبیرات قال لا ان الذّ عائماتنی بنی علیہا
الاسلام خمس۔ الصلوۃ والزکوۃ والصوم والحج
والولاية لنا اهل البيت فجعل الله للمیّت من کلّ
دعامة تکبیرة واتّحم اقررتہ بالخمس کلّها و اقرّ
مخالفتکم باربع وانکر و اواحده فمن ذلک
یکبّر و ان علی موتاهم اربع تکبیرات و تکبّر و ان
خمساً۔

(۱۔ وسائل الشیعة جلد دوم ص ۵، کتاب الطہارۃ
صلوۃ الجنائز)

(۲۔ علل الشرائع باب ۲ ص ۳۰۳/ العلل الثانی
تکبیر علی المیّت الخ)

ترجمہ:

ابو بصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ میت کی نماز جنازہ میں پانچ تجبیروں پڑھنے کی کیا ضرورت ہے حالانکہ ہمارے مخالفین چار تجبیروں کہتے ہیں۔ فرمانے لگے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ اسلام کے ستون جن پر اس کی عمارت کھڑی ہے پانچ ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور ہم اہل بیت کی ولایت۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے میت کے لیے ہر ایک ستون کے مقابلہ میں ایک تجبیر رکھی ہے۔ اور تم (اے شیعوں) ان پانچوں کا اقرار کرتے ہو۔ اور تمہارے مخالف چار کا اقرار اور ایک کا انکار کرتے ہیں۔ اس بنا پر وہ تمہارے مخالف اپنے مُردوں کی نماز جنازہ پر چار تجبیروں اور تم پانچ کہتے ہو۔

جواب دلیل:

اہل تشیع ہم احناف پر یہ اعتراض کرتے تھکتے نہیں۔ کہ ان کے مسائل کی بنیاد کسی نفس پر نہیں ہوتی۔ بلکہ قیاس پر ہوتی ہے۔ اب خود ان کی پانچ تجبیروں کی دلیل ملاحظہ ہو۔ کس نفس پر مبنی ہے؟ وہ بھی قیاس پر اور ایسے قیاس پر کہ جو کسی عقلمند کے ذہن میں نہیں آتا۔ پانچ بنائے اسلام کی بنا پر پانچ تجبیروں ہوئیں اور پانچویں بنا ولایت، اہل بیت قرار دی گئی۔ غرض طلب بات یہ ہے۔ کہ اگر پانچویں بنائی ہے۔ تو کھلا سہمہ کدھر گیا۔ گویا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ائمہ کو مافوق پرانے اور ائمہ و رسول پر جان لانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کیسا ایمان و سلام بنیادیں گمراہی بجائے ولایت، ائمہ انہی۔ حالانکہ پانچ بنائے اسلام بنا۔ اس لیے میں۔ کھرا نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ انہی کے استدلال کی طرح یہ بھی

استدلال ہو سکتا تھا کہ چار تکبیریں اس لیے ہیں۔ کہ چار غلیضہ ہوئے ہیں۔ یعنی پہلے آدم، دوسرے داؤد و عیسیٰ، تیسرے ارون اور چوتھے حضرت علی المرتضیٰ۔ اور چار بنائے اسلام چار ہونے کی وجہ سے اور بارہ ائمہ کو ماننے پر ہر ایک امام کی ایک تکبیر کل سولہ تکبیریں ہوئیں۔ ایسے قیامات تو بیسیوں بن سکتے ہیں۔ لیکن کوئی عقل سلیم ان کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوگی۔ ہم اہل سنت بھی تو پانچ بنائے اسلام مانتے ہیں۔ اگر ان کے بدل میں ایک ایک تکبیر ہوتی۔ تو ہمارے ہاں بھی پانچ ہی تکبیریں ہوتیں۔ یہ الزام ہم پر سراسر غلط ہے۔ کہ ہم اسلام کی صرف چار بنائیں مانتے ہیں۔ جس پر ہم ولایت ائمہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ تو اس کے بدلے کھرا سلام کو ملا کر ہم پانچ ہی مانتے ہیں۔ جس طرح تم کھرا سلام کو چھوڑا اور ولایت ائمہ کو مان کر پانچ بنا رہے ہو۔ اگر تم بھی کھرا سلام کو اسلام کی بناؤں میں شامل کرو۔ تو پھر چھ بنائیں ہونے کی وجہ سے پھر تکبیریں ہونی چاہئیں تو معلوم ہوا۔ کہ یہ سب اٹکل بچہ اور گیتیں ہیں۔ کوئی وزنی باتیں نہیں۔

پانچ تکبیروں کی وجہ اور علت آپ نے ملاحظہ کی۔ اور یہ علت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اہل تشیع نے بیان کی ہے۔ اب امام موصوف کے والد گرامی کا ایک اور ارشاد بھی ملاحظہ ہو۔ جس میں تکبیروں کی کوئی مقررہ مقدار نہیں ہے۔

نماز جنازہ میں تکبیرات کی تعداد معین

نہیں ہے

تہذیب الاحکام؛

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَنِ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ هَلْ فِيهِ شَيْءٌ مُؤَقَّتٌ
أَمْ لَا ؟ فَقَالَ لَا كَثَبَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدَ عَشَرَ وَتَعَاوَى سَبْعًا وَ
خَمْسًا وَسِتًّا وَارْبَعًا.

(تہذیب الاحکام جلد سوم ص ۳۱۶)
فی الصلوۃ علی الاموات مطبوعہ تہران

ترجمہ:

جابر راوی نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ کیا نماز
جنازہ کی تکبیروں کی تعداد ہے یا نہیں؟ فرمایا۔ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ
عہ وسلم نے گیارہ، نو، سات، پانچ، چھ اور چار تکبیریں کہیں۔

قبصرہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ
نماز جنازہ میں تکبیروں کی تعداد معین نہیں۔ چار سے لے کر گیارہ تک کہنا خود ان

کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس لیے ان میں سے کسی پر عمل کیا جائے۔ تو جائز ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اہل تشیع کی کتب سے جو دو حوالہ بات پانچ تکبیروں کے معین ہونے پر ہم نے پیش کیے ہیں۔ وہ امام باقر کی تعلیمات و ارشادات کے خلاف ہونے کی وجہ سے صحیح گھڑت میں اسی طرح اس روایت نے یہ بھی وضاحت کر دی۔ کہ چار تکبیروں کے منافی کی نماز جنازہ کے لیے ہونے اور پانچ تکبیروں کے وجہ کی وہ دلیل جو گزر چکی، غلط ہے علاوہ ازیں کتب شیعہ میں چار تکبیروں کو فقہاء کا مسلک کہا گیا ہے۔ اس بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ چار تکبیروں کا تعلق میت کے منافی ہونے سے نہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مسالك الافهام

وَيَجِبُ عِنْدَنَا فِيمَا خَمْسُ تَكْبِيرَاتٍ وَعِنْدَ الْفُقَهَاءِ
أَرْبَعُ تَكْبِيرَاتٍ -

(مسالك الافهام جلد اول ص ۲۷۲ کتاب النعوة مطبوعہ لبنان طبع ۱۳۷۵ھ)

ترجمہ:

ہم اہل تشیع کے نزدیک میت کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیروں کو واجب ہیں۔ اور فقہاء کے نزدیک چار واجب ہیں۔ انتہی صاحب مسالك الافهام نے دے منظور میں تسلیم کر لیا ہے۔ کہ شیعہ فقہاء باہم مقابل ہیں۔ یعنی فقہاء ائمہ شیعہ نہیں اور شیعہ فقہاء نہیں۔ اور یہ بات یوں کہنا بھی درست ہوگی۔ کہ شیعہ باہل (غیر فقیہ) ہیں۔ اور ان جاہلوں کے نزدیک میت کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیروں کو بھی پڑھنا ہے۔ ایک طرف شیعہ اور فقہاء کا یہ مقابل

اور دوسری طرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان اہل تشیع کا قول کہ آپ کبھی چار اور کبھی پانچ تکبیریں پڑھتے تھے عجیب تماشا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کا کبھی چار اور
کبھی پانچ تکبیریں کہنا

قرب الاسناد:

اخبرنا عبد اللہ بن محمد قال اخبرنا
محمد بن محمد قال حدثني موسى
بن اسماعيل قال حدثنا الجعي عن ابيه عن
جده جعفر بن محمد عن ابيه اَنَّ عَلِيًّا
كَانَ يُكَبِّرُ عَلَى الْجَنَازِ خَمْسًا وَارْبَعًا۔

قرب الاسناد جلد دوم ص ۲۰۹

باب التکبیرات علی الجنائز

ترجمہ:

(بخلاف الاسناد) امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میرے
دادا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنازہ پڑھتے وقت پانچ اور چار
تکبیریں کہا کرتے تھے۔

لمحذکرہ:

قارئین کرام! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف کے متعلق آپ نے
 ملاحظہ کیا۔ کہ گیارہ تک اور کم از کم چار تک تکبیرات آپ نے نماز جنازہ میں کہیں۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں ان تکبیرات کی ادائیگی فرمائی۔ لیکن
 آپ نے سب سے آخر میں جب اتنا درگواست کے لیے چھوڑا وہ چار تکبیریں تھیں
 اور وہ اس وقت جب حبشہ کا بادشاہ فوت ہوا۔ آپ نے اس کی نماز جنازہ
 پڑھتے ہوئے چار تکبیریں کہی تھیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
 مختلف ہو۔ تو سب سے آخری فعل پر عمل ہوتا ہے۔ شاہ حبشہ کے اس جنازہ
 بعد آپ کا یہی معمول رہا ہے۔ اس لیے چار تکبیروں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
 فعل بڑی قوی دلیل ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں اہل تشیع کے پاس پانچ تکبیروں
 کی کوئی قوی دلیل نہیں۔ بلکہ ان کی کتب تو کسی ایک بات پر متفق بھی نہیں۔ اس لیے
 اگر شیعہ یہ کہیں۔ کہ اہل سنت کے پاس چار تکبیروں کا کوئی ثبوت نہیں۔ تو ان کا
 یہ کہنا بے گز تسیم نہ کیا جائے گا۔ اس ضمن میں ہم کچھ حوالہ جات درج کریں گے۔
 جس سے اہل سنت کے مسلک کی مدلل و نفاحت ہو جائے گی۔

شیعوں کے نماز جنازہ کی تکبیرات میں

ہاتھ اٹھانے کی حقیقت

اہل تشیع کو جب کہا جاتا ہے کہ تم لوگ نماز جنازہ کی تکبیرات میں ہاتھ کیوں اٹھاتے ہو۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ایسا ہمارے ائمہ اہل بیت نے کیا ہے۔ اور ہمارے لیے ان کے ہر فعل پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے ان کے پاس حوالہ جات ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

وسائل الشیعہ :

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْعَزْزِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى جَنَازَةٍ فَكَثَرَ خَمْسًا يَرْفَعُ يَدَهُ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم ص ۷۸۵)

باب استحباب رفع الیدین فی

صل تکبیرۃ من صلوۃ الجنائزۃ

کتاب الطہارۃ

ترجمہ: عبد الشہ بن العزری کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

کی اقتداء میں ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ نے پانچ تکبیریں کہیں
ہر تکبیر کے وقت آپ نے اپنے ہاتھ بھی اٹھائے۔

الفقہ علی المذاہب الخمسہ

قَالَ لَا مَا مِثَّةً يَجِبُ خَمْسَ تَكْبِيرَاتٍ بَعْدَ
الْفَرَائِضِ الْيَوْمِيَّةِ يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُ بِالشَّهَادَتَيْنِ
بَعْدَ الْأُولَى وَصَلَوَةِ عَلَى النَّبِيِّ بَعْدَ الثَّانِيَةِ
وَالدُّعَاءِ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَعْدَ الثَّلَاثَةِ
وَالدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ الرَّابِعَةِ وَلَا تَبْوَئِدُ أَنْ
كَانَ طِفْلاً وَلَا شَيْئاً بَعْدَ الْخَامِسَةِ وَيَرْفَعُ
يَدَيْهِ اسْتِخْبَاً بَا بَعْدَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ۔

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ)

صفحہ ۶۳ تذکرہ کیفیۃ الصلوۃ

(علی المیت)

ترجمہ:

شیعہ کہتے ہیں کہ میت کی نماز جنازہ میں روزانہ کی فرضی نمازوں کی
تعداد کے برابر پانچ تکبیریں کہنی واجب ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد
شہادتین۔ دوسری کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ تیسری
کے بعد مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا اور چوتھی کے بعد
میت کے لیے دعا کہی جائے گی۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد میت
کے اس باپ کے لیے بھی دعا کی جائے گی۔ اگر میت نابالغ ہے

اور پانچویں تکبیر کے بعد کچھ بھی نہیں پڑھا جائے گا۔ اور نماز جنازہ پڑھنے والا ہر تکبیر کے بعد ہاتھ اٹھائے گا۔ اور ہاتھ اٹھانے مستحب ہیں۔

دھوکہ:

جیسا کہ آپ حوالہ جات میں ملاحظہ کر چکے ہیں کہ اہل تشیع نماز جنازہ میں ہاتھ اٹھانے کو سنتِ ائمہ اہل بیت قرار دیتے ہیں۔ اور اپنے عمل کو ائمہ اہل بیت کے فعل کے مطابق کہتے ہیں۔ اس لیے ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ سنو! تم نماز جنازہ میں ہاتھ نہ اٹھا کر بجا ثابت کرتے ہو۔ کہ ائمہ اہل بیت سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ان معصومین کی تم نے مخالفت کی۔ اور ہم ان کے صحیح نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ تو تم ہمیں برا بھلا کہتے ہو۔ یہ دراصل دھوکہ ہے۔ بھولے بھائے سنی تو شاید اسے سمجھ سکیں۔ لیکن حقیقت حال سے واقف اس کے برعکس سمجھتا اور کہتا ہے چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو شیعوں کے نزدیک سلسلہ امامت کے بانی ہیں۔ آئیے ذرا ان کا اس بارے میں عمل دیکھیں۔ تو یحییٰ ان کی کتاب یہ کہہ رہی ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ نَيْفَاتِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِي عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْهُ
كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْجَنَازَةِ اِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً
يَعْنِي فِي التَّكْبِيْرِ اَقُوْلُ يَا قِيَّوْمُ جُهِلْتُ اِنْ شَاءَ اللَّهُ
..... عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

قَالَ كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيٌّ بِي طَائِلٍ يَرْفَعُ
يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَائِزَةِ
لَا يَعُوذُ حَتَّى يَنْصَرِفَ أَقُولُ حَمَلَهُمَا الشَّيْخُ
عَلَى التَّقِيَّةِ لِمَا نَقَلْتَهُمَا بِذَهَبِ الْعَامَّةِ

دو مسائل الشیعہ جلد دوم

ص ۸۶، کتاب الطہارۃ

ابواب صلوۃ الجنائزۃ۔

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے غیاث بن ابراہیم روایت کرتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں صرف تکبیر اول کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں۔ اس کی وجہ انشاء اللہ بیان ہوگی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ وہ نماز جنازہ پڑھتے وقت صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ان دونوں روایتوں کو شیخ نے اُن د علی المرتضیٰ کے تفسیر پر محمول کیا ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں روایتیں مذہبِ سُنیہ کے موافق ہیں۔

ملحہ فکریہ:

ان دونوں روایات میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ

میں صرف تکبیر تحریر کہتے دقت ہاتھ اٹھانا مروی ہے۔ اور اس کی روایت کرنے والے بھی اہل بیت کے امام ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک آدھ بار اہل بیت نہیں کیا بلکہ ایسا کرنا آپ کا معمول تھا۔ کیونکہ عربی قوانین کے مطابق کھانا جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ تو ماضی استمراری کا فائدہ دیتا ہے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ اہل تشیع حضرت علی المرتضیٰ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اہل سنت کا طریقہ ہی درست ہے۔ یہ تو تھی حقیقت۔ لیکن شیعوں مجتہد یہاں بھی ”ذمہ دار“ سے باز نہ آئے۔ اور کمال بے حیائی سے کھ دیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایسا بطور ”ذقیقہ“ کیا تھا۔ ورنہ آپ کا عقیدہ یہ نہ تھا۔ صرف دشمنوں کے ڈر سے حتیٰ چھپاتے رہے۔ اور عجیب فلسفہ یہ ہے۔ کہ ”شیخ“ کہنا سے کہ ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس فعل کو ذقیقہ پر محمول اس لیے کر رہے ہیں۔ تاکہ آپ کا ایسا کرنا دو مذہب امامیہ کے موافق نظر آئے۔ گویا حضرت علی المرتضیٰ کا فعل دو مذہب امامیہ میں نہیں ہے۔ بلکہ مذہب امامیہ کوئی اہم اور ارفع چیز ہے۔ اس لیے حضرت علی المرتضیٰ کے عمل کو تو اس سے موافق کرنے کا طریقہ نکالا جاسکتا ہے۔ لیکن ”مذہب امامیہ“ کو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عمل کے موافق کرنا گوارا نہیں۔ یہ ہے ان کی محبت اہل بیت جس کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں۔ اپنے غلط نظریات و عقائد سے توبہ کرنے کی توبہ نہیں اور جرات یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ ایسی شخصیت کو اپنے نظریات کے مطابق ڈھالیں۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر دور میں ان بناوٹی و مجتہدوں نے ائمہ اہل بیت کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ انہیں اپنے پیچھے چلانے کی کوشش کی۔ اور اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہونے پر ان کے جانی دشمن ہو گئے۔ اہل تشیع کا یہ عمل ایک تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عمل کے بالکل

خلافت ہے۔ دوسرا خود سرکار و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بھی خلافت ہے۔ آپ نے ہاتھ اٹھانے کے بارے میں ایک ضابطہ ارشاد فرمایا۔ ملاحظہ ہو۔

البدائع والصنائع

قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُرْفَعُ
الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ وَ لَيْسَ
فِيهَا صَلَوةُ الْجَنَازَةِ وَعَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ
أَنَّهُمَا قَالَا لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِيهَا إِلَّا عِنْدَ
تَكْبِيرَةِ الْإِفْتِتَاحِ۔

(البدائع والصنائع جلد اول)

ص ۳۱۲ فصل بین کیفیت الصلوة

علی الجنائزہ مطبوعہ بیروت

(طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ ہاتھ صرف سات
مقامات پر اٹھائے جائیں۔ ان سات مقامات میں نماز جنازہ
نہیں آتی حضرت علی المرتضیٰ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔
نماز جنازہ میں صرف تکبیر تحریر کے وقت ہی ہاتھ اٹھائے جائیں
(اس کے علاوہ کسی تکبیر کے وقت نہ اٹھائے جائیں)

الحاصل:

نماز جنازہ

نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہنا اور

کے وقت ہاتھ اٹھانا، اس مسئلہ میں ہم اہل سنت احناف کے ساتھ جو اہل تشیع کا اختلاف ہے۔ درحقیقت وہ ان کا اپنا وضع کردہ ہے۔ ورنہ حضرات امہ اہل بیت نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہا کرتے اور صرف ایک مرتبہ ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ لہذا اہل سنت کا عمل اور طریقہ دراصل امہ اہل بیت اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا طریقہ ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نماز جنازہ میں چار تکبیروں کا ثبوت

کتاب اہل سنت سے ملاحظہ ہو

فتح القدیر

عن ابی بکر بن سلیمان بن ابی حشمہ عن ابیہ
قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْبِرُ
عَلَى الْجَنَائِزِ أَرْبَعًا وَخَمْسًا وَسَبْعًا وَثَمَانِيًا حَتَّى
جَاءَ مَوْتُ النَّجَاشِيِّ فَخَرَجَ إِلَى الْمُصَلِّي فَصَفَّ
النَّاسَ وَدَاعَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا ثُمَّ ثَبَّتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَرْبَعٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
وَأَخْرَجَ الْحَاكِمُ فِي كِتَابِ التَّائِيحِ وَالْمَنْسُوحِ
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَبَّرَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ سَبْعَ تَكْبِيرَاتٍ وَعَلَى بَنِي
مَاشِمْ سَبْعَ تَكْبِيرَاتٍ وَكَانَ آخِرُ صَلَواتٍ صَلَواتاً
أَرْبَعٍ حَتَّى خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا

(فتح القدیر جلد اول ص ۴۶۰)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں چار، پانچ، سات اور آٹھ تکبیریں
فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب نجاشی کی موت واقع ہوئی۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ گاہ تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ کے
پیچھے صفیں باندھیں پھر اپنے چار تکبیریں کہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
انہی وفات تک اسی پر قائم رہے۔

الحازمی نے کتاب النسخ والمسنوخ میں حضرت انس بن مالک
رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی۔ فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اہل بدر پر سات تکبیریں کہیں اور بنی ہاشم پر بھی سات ہی کہیں
اور آپ نے سب سے آخری جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ پھر اسی
پر قائم رہے۔ حتیٰ کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

فتح القدیر:

رَوَاهُ الْحَازِمِيُّ فِي الْمُسْتَدْرَكِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
آخِرُ مَا كَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
الْجَنَائِزِ أَرْبَعُ تَكْبِيرَاتٍ وَكَبَّرَ عُمَرُ عَلَى ابْنِ كَعْبٍ
أَرْبَعًا وَكَبَّرَ ابْنُ عُمَرَ عَلَى عُمَرَ أَرْبَعًا وَكَثُرَ السَّنَنُ

بْنُ عَلِيٍّ عَلَى عَلِيٍّ اَرْبَعًا وَكَبَّرَ الْحُسَيْنُ بِنْتِ
عَلِيٍّ عَلَى الْحَسَنِ اَرْبَعًا كَبَّرَتْ الْمَلَائِكَةُ عَلَى
اَدَمَ اَرْبَعًا سَكَتَ عَلَيْهِ الْحَاكِمُ۔

(فتح القدیر شرح الہدایہ جلد اول)

ص ۴۶۰ کتاب الجنائز

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امام حاکم نے متدرک میں
روایت نقل کی۔ کہ انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز جنازہ پر اُغری عمر میں چار تکبیریں کہیں۔ حضرت عمرؓ نے جب،
ابو بکر صدیقؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ابن عمرؓ نے جب حضرت عمرؓ کی
نماز جنازہ پڑھائی، حسنؓ نے جب حضرت علیؓ کی اور حسینؓ نے جب
اپنے بھائی حسنؓ کی نماز جنازہ پڑھائی تو سب نے چار تکبیریں کہیں
فرشتوں نے حضرت آدمؑ کے لیے بھی چار تکبیریں ہی کہیں۔ یہ کہہ کر
امام حاکم خاموش ہو گئے۔

کتاب بدائع الصنائع

وَ قَدْ اِخْتَلَفَ الزَّوَايَا فِي فِعْلِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَوَى الْحَمْسُ وَالتَّسْعُ
وَ اَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ اِلَّا اَنَّ اَخْرَفِعْلًا
كَانَ اَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ لِمَا رَوَى عَنْ عَمْرِو اَنَّهُ
جَمَعَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ حِينَ اِخْتَلَفُوا

فِي عَدَدِ التَّكْبِيرَاتِ وَقَالَ لَهُمْ اَنْكُمْ
 اخْتَلَفْتُمْ فَمَنْ يَأْتِي بَعْدَكُمْ يَكُونُ
 اَشَدَّ اخْتِلَافًا فَاَنْظُرُوا الْاٰخِرَ صَلَوةٍ صَلَاةً
 رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
 جَنَازَةٍ فَحَدُّوا بِذَلِكَ فَوَجَدُوْا صَلَّى عَلَى
 اِمْرَاَةٍ كَبَّرَ عَلَيْهَا اَرْبَعًا فَتَقَفُوا عَلَى ذَلِكَ
 فَكَانَ هَذَا دَلِيلًا عَلَى كَوْنِ التَّكْبِيرَاتِ
 فِي صَلَوةِ الْجَنَازَةِ اَرْبَعًا لَا تَلْهُمُ اَجْمَعُونَ
 عَلَيْهَا اَرْبَعًا حَتَّى قَالَ عَبْدُ اللهِ بَرُّهُ مَسْخُوْمٌ
 حَتَّى سُئِلَ عَنْ تَكْبِيرَاتِ الْجَنَازَةِ كُلُّ ذِي
 قَدْرٍ كَانَ وَلَكِنِّي رَأَيْتُ النَّاسَ اَجْمَعُوْا عَلَى
 اَرْبَعٍ تَكْبِيرَاتٍ وَالْاِجْمَاعُ مُحَجَّجٌ وَكَدَّارُوْا
 عَنْهُ اَنْتُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَلِكَ اِنْ كَانَ
 يَفْعَلُ ثُمَّ اُخْبِرُوْا اَنَّ الْاٰخِرَ صَلَوةٍ صَلَاةً
 رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ
 اَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ وَهَذَا مُخْرِجُ النَّاسِ حَيْثُ
 لَمْ تُحْمَلْ عَلَى الدُّمْنِ اِلَّا فَعَالًا لِمُخْتَلَفَةٍ
 عَلَى التَّخْيِيْبِ فَذَلِكَ اَنَّ مَا تَقَدَّمَ يَسُوعُ بِهِ
 لَمْ يَصِدَقْ مَا اَخْرَجَ مِنْهُ لَانْ تَلْبِيَةً
 لَمْ يَكُنْ قَدْ رُفِعَتْ وَانْ يَسُوعُ فِي التَّخْوِيلَةِ
 زِيَادَةً عَلَى اَرْبَعٍ اَوْ سِتَّةً

(البدائع الصنائع جلد اول صفحہ نمبر ۳۱۲)

فصل الاختلاف في سلوة الجنائز

مطبوعہ بیروت - مع جلد

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں تکبیرات کہنے کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ پانچ سات، نو اور اس سے زیادہ کی روایات آتی ہیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارے میں آخری فعل چار تکبیروں پر ہے۔ کیونکہ روایت میں آتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع کیا جب انہوں نے نماز جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف کیا۔ اور انہیں کہا تم اس اختلاف کو رہے ہو۔ دیکھو وہ لوگ تو تمہارے بعد آئیں گے وہ اس سے بھی زیادہ اختلاف کریں گے۔ لہذا ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلسلہ میں آخری فعل کو دیکھنا چاہئے اور جیسا وہ ہو اس پر عمل کرنا چاہئے۔ تراشوں نے آپ کا آخری فعل شریف یہ پایا کہ آپ نے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں نے چار تحریریں کیں۔ اس پر موجود نماز صحابہ کرام نے اتفاق کر لیا۔ اس سے حضرات صحابہ کرام کا یہ اتفاق اس بات کی دلیل ہو گیا کہ نماز جنازہ میں تکبیریں چار ہی ہوتی ہیں کیونکہ یہ مسنون علیہ السلام ہے۔ اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نماز جنازہ کی تکبیرات کے بارے میں پوچھا کہ تو کہتے گے۔ ہاں وہ سب پانچ سات، آٹھ وغیرہ تھیں۔ پس میں نے لوگوں کو صحابہ کرام کو چار پر اجماع کرنے پر ایسے۔

ناسخ التواریخ

دہم درایں سال فرماں گزار جیشہ نجاشی کو محکوم شرح حاں، و درایں کتاب
مہلک مرقوم شد از غنائے ایں جہاں بجہان بادیدان خرامید و آنروز
کہ او دواع جہاں گفت رسول خدا فرمودام و زمر دے صالح از جہاں
برفت برخیزید تا بروے نماز گزاریم اصحاب برخاستند و با پیغمبر نماز
بگذاشت و آنحضرت چہار بخیر گفت۔

(ناسخ التواریخ جلد سوم ص ۲۵۴ سیرت
حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ مہبوتہ تہران،
طبع جدید)

ترجمہ:

اسی سال جیشہ کے حاکم نجاشی کا انتقال بھی ہوا۔ نجاشی کے حالات و
وافات اس کتاب میں کئی مرتبہ ذکر ہو چکے ہیں۔ جس دن اس کا انتقال
ہوا۔ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کو اس سے فرمایا
آج ایک صالح شخص کا انتقال ہو گیا ہے۔ اٹھو تاکہ اس کی نماز جنازہ
پڑھیں۔ صحابہ کو اس اٹھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی امت
میں انہوں نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس نماز میں چار بخیر ہی کہی تھیں۔

ملحہ تکرید

ناسخ التواریخ کے حوالہ سے دو احادیثیں واقعہ پر مبنی ہیں۔

تو یہ کہ جنت کا بادشاہ نجاشی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ”مرد صالح“ تھا۔
 اور دوسرا یہ کہ اپنے اس کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ ان دونوں باتوں سے اہل تشیع
 کے اس محکوم فریب اور بہانے کی نقلی کھل گئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کی
 نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہتے وہ منافق ہوتا تھا۔ اب ان عقل کے اندھوں یا بصیرت
 سے عاری ”مجان علی“ سے کوئی پوچھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نجاشی کو ”صالح آدمی“
 فرما رہے ہیں۔ اور تمہارے باطل نظریے مطابق نجاشی (معاذ اللہ) منافق ٹھہرا تو پھر
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نیک کہہ کر غلط بیانی کی ہے۔ (معاذ اللہ) اگر تمہارا
 کسی خیال ہو۔ تو ایمان ہاتھ سے کیا۔ (وہ تو ویسے بھی تمہارے پاس مدت نام کی چیز
 ہے۔ اور اگر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ”دقتیہ کرنا“ کہو۔ تو شریعت اور احکام الہی
 سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ حالانکہ تم دھو بھی چکے ہو۔ اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر کار
 دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری فعل کے طور پر چار تکبیریں پراکتفا فرمایا تھا اس
 پر حضرت صحابہ کرام کا اتفاق و اجماع ہوا۔ اسی پر ائمہ اہل بیت کا عمل رہا۔ اور اسی
 پر ان کے ماننے والے عمل پیرا ہیں۔ اہل سنت و جماعت کا اس بارے میں
 عقیدہ حق اور صحیح ہے۔ اسس کی حقانیت اور صداقت کتب شیعہ سے
 بھی ثابت ہے۔

پانچ تکبیریں کہنے پر اہل تشیع کی تیسری

دلیل

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فزندہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نماز جنازہ
 میں پانچ تکبیریں کہیں۔ لہذا یہی حق ہے۔ حوالہ یہ ہے۔

تہذیب الاحکام:

عَنْ قَدَامَةَ ابْنِ زَائِدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَكَثَرَ عَلَيْهِ خَمْسًا.

تہذیب الاحکام جلد سوم ص ۱۶

فی الصلوۃ علی الاموات

ترجمہ:

ابن زائدہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے
سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیمؑ کی
کی نماز جنازہ پڑھاتے وقت پانچ تکبیریں کہیں۔

جواب:

ابن زائدہ کی روایت پر نفیس بیاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ عقلی دلیلوں
کو تو شکرا یہاں سکتا ہے۔ لیکن یہ دلیل عقلی نہیں۔ بلکہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا عمل شریف ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں
ہوتی ہیں۔ لہذا اہل سنت کا ہمیں یہ کہنا کہ تمہاری فقہ من گھڑت ہے۔ اور اس
پر کوئی نقلی دلیل نہیں۔ غلط ہے۔ لہذا ہمیں اس روایت کے ہوتے ہوئے پانچ
تکبیروں کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔

ابن زائدہ کا اس روایت سے استدلال بھی ناقص ہے۔ کیونکہ ابن

فقہ جعفریہ میں چھوٹے بچے کی نماز جنازہ ہوتی ہی نہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے صاحبزادے کی نماز جنازہ پڑھنے سے ان زونوں مرد نہیں مل سکتی۔ اگر یہ تسلیم کریں۔ کہ نابالغ بچے کی نماز جنازہ ہوتی ہے۔ تو پھر ان کا استدلال ہو سکتا ہے۔ لہذا اگر یہ تسلیم ہے۔ نماز جنازہ کی پانچ تکبیریں ثابت کریں۔ تو پھر انہیں چھوٹے بچوں کی نماز جنازہ پڑھنا بھی تسلیم کرنا پڑے گا بچے کے نماز جنازہ کی نماز نہ ہونے پر ان کی کتب کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

”فقہ جعفریہ“ میں بچے کی نماز جنازہ ضروری نہیں

المبسوط

وَإِنْ كَانَ الْمَيِّتُ صَبِيًّا أَعْسَلَ كَتَعَسِيلِ الرِّجَالِ
وَكَفَنَ بِهِ تَكْفِينِهِمْ وَيَحْنِطُ لَهُ فَإِنْ كَانَ
تَدْبِيعَ سِنَةِ سِنِينَ مَمَّ - أَصْبَوْ عَلَيْهِ وَإِنْ
كَانَ ذُو فَرْقٍ ذَاكَ لَمْ يَحْدُ عَلَيْهِ رَسْلُوهُ وَ
يَجُوزُ ذَاكَ حَتَّى تَنْتَهِي

المبسوط جلد اول ص ۱۰

کتاب الصلوة فی احکام

الحنانہ

ترجمہ:

اور اگر میت بچہ ہے۔ تو اس کو بچوں مردوں کی طرح غسل و کفن۔
دھونی لگائی جائے۔ پھر اگر وہ چھ سال یا اس سے زیادہ کی عمر

یہ ہے۔ تو اس کی نماز جنازہ پڑھنی جائے گی۔ اور اگر چھ سال سے
کم عمر کا ہے۔ تو اس پر نماز جنازہ لازم نہیں۔ اور تقیہ کے طور پر جائز ہے

توضیح

”المبسوط:۔ کی روایت مذکورہ سے بچے کی نماز جنازہ پڑھنی ایکس ہے۔
میں جائز ہے۔ اور وہ تقیہ ہے۔ اور اگر اس کی کہیں ضرورت نہ پڑے تو بچے
کی نماز جنازہ نہیں۔ پس ان کے مسلک کے مطابق یہ روایت کہ جس
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کا جنازہ پڑھا۔ درست
نہیں ہے۔ اس پر اگر کوئی اہل تشیع سٹ پلے کہ وہ مبسوط کی روایت ہمارے
تزدیک ناقابل اعتبار ہے۔ (جس میں بچے کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا ذکر ہے۔) اور
تہذیب الاحکام کی عبارت کو ہم قابل قبول کہتے ہیں۔ (جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے جنازہ پڑھانے کا ذکر ہے۔) تو یہ ان کا بمانہ بھی ”تقیہ“ کی ایک شکل ہو گیا
جو مذکورہ اعتراض سے بچنے کے لیے یہ کہتے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے صاحبزادے کی نماز جنازہ پڑھائی۔ وہ
ان شیعوں کی کتابوں میں موجود ہے۔ کہ آپ نے یہ نماز نہیں پڑھائی۔
ماخذ ہواگلے صفحہ پر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے جناب ابراہیمؑ
کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی

وسائل الشیعہ

عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ أَالَعَسَنَ
مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ فِي حَدِيثٍ
لَمَّا قُبِضَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ
يَا عَلِيُّ قُمْ فَجَلِّسْ أُمِّي فَقَامَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَعَسَدَ نَبْرَاهِيمَ فَخَنَطَهُ وَكَفَنَهُ ثُمَّ خَرَجَ
بِهِ وَمَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَتَّى أُتْلِيَ بِهِ إِحْدَا قُبْرِهِ فَقَالَ النَّاسُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسِيَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ لِمَا دَخَلَهُ مِنَ الْجُزْءِ عَلَيْهِ فَأَنْتَصَبَ
قَائِمًا ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ أَنَا فِي جَبْرِئِيلَ بِمَا
قُلْتُمْ زَعَمْتُمْ أَنِّي نَسِيتُ أَنْ أُصَلِّيَ عَلَى إِبْنِي
لِمَا دَخَلَنِي مِنَ الْجُزْءِ الْوَأَنَّهُ لَا يَسِرُ كَمَا
كَتَبْتُ وَلَكِنَّ اللَّطِيفَ الْجَنِيْبَ قَرَضَ عَلَيَّ

خَمْسَ صَلَواتٍ جَعَلَ لِيَتْ تُكْفَرُ مِنْ بَقِي
صَلَوَةٍ وَ هِيَ فِي أَنْ لَا أُصَلِّيَ إِلَّا عَلَى
سُنَنِ سَلَمَةٍ

۱۔ مسائل الشیعہ جلد ۵

ص ۹۰، کتاب الطہارۃ

ابواب صلوة الجنائز

نسخہ ۵۰

علی بن عبداللہ کہتا ہے کہ میں نے جناب موسیٰ کاظم سے ایک
حدیث سنی۔ فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ابراہیم
فوت ہوا تو آپ نے اسے جسے علی المرتضیٰ کو فرمایا۔ اٹھو اس کی
جھیز و تکفین کا بندوبست کرو۔ چنانچہ انہوں نے ابراہیم کو غسل دیا
اور حنوط لگا کر کفن پہنا دیا۔ پھر یہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اس سے
کی میت کو لے کر ان کے لیے کھودی گئی قبر تک پہنچے۔ تو لوگوں نے
دل میں کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید غم کی وجہ سے اپنے بیٹے
کی نماز جنازہ پڑھا۔ بھول گئے۔ آپ فوراً کھڑے ہوئے۔ اور
فرمایا۔ لوگو! جو تمہارا خیال ہے۔ ابھی جبریل نے مجھے بتا دیا ہے۔ اور
وہ یہ کہ میں شدید غم کی وجہ سے اپنے بیٹے کی نماز جنازہ
پڑھنا بھول گیا ہوں۔

لیکن اللہ جل و علاہ وغیرہ نے تم پر یہ ان نمازیں فرض کیں۔ اور تم میں
جو مر جائے۔ اس کی نماز جنازہ میں ایک تحمیر نماز کے بدلے میں بھی

یعنی پانچ بجیں نماز جنازہ میں۔ اس میں اللہ نے مجھ پر حکم دیا ہے کہ نماز جنازہ اسی کی پڑھی جائے جو پنج وقت کی نماز پڑھنا

۶۷۵-

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ صَلَّى أَبُو جَعْفَرٍ
عَلَى ابْنِ لَدُ صَبِيئًا صَغِيرًا لَهُ ثَلَاثُ سِنِينَ
ثُمَّ قَالَ سَوْ لَا عَيْنَ النَّاسِ، يَقُولُ كُنْ أَنْ
بَنِي مَا يَمُوتُ لَا يُصَلُّونَ عَلَى الصِّغَارِ مِنْ
أَوْلَادِهِمْ مَا صَلَّيْتُ عَلَيْكَ

(وسائل الشیعہ جلد دوم)

ص ۱۹۷، کتاب: بصائر البواب

صلوة الجنائز

ترجمہ :

محمد بن علی بن حسین کہتا ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے
تین سالہ چھوٹے بچے کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور نماز کے بعد فرمایا
اگر لوگوں کی اس بات کا مجھے احساس نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ دیکھو
بنی ہاشم اپنے چھوٹے بچوں کے مرنے پر ان کی نماز جنازہ
نہیں پڑھتے۔ تو اپنے بیٹے کی نماز جنازہ نہ پڑھتا۔

❖

وسائل الشیعہ:

عَنْ زُرَّارَةَ فِي حَدِيثٍ أَنَّ ابْنًا لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ فُطِيئَ سَامَاتٍ فَخَرَجَ أَبُو جَعْفَرٍ
 فِي جَنَازَتِهِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ خَزْرَاءُ وَ
 عَمَامَةٌ خَزْرَاءُ وَ مُطْرَفٌ خَزْرَاءُ اصْفَرُّ
 إِلَى أَنْ كَانَ فَصَلَ عَلَيْهِ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا
 ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فُدِّنَ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَتَنَحَّيَ
 ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ لَمْ يَقُمْ يُصَلِّ عَلَى الْأَطْفَالِ
 إِنْ مَا كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ يَأْمُرُهُمْ فَيَذْنُونَ
 مِنْ وَرَائِهِ وَلَا يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَإِنَّمَا صَلَّيْتُ
 عَلَيْهِ مِنْ أَجْلِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ كَرَاهِيَّةً
 أَنْ يَعْقُرُوا لَا يُصَلُّونَ عَلَى أَطْفَالِهِمْ۔

(وسائل الشیعہ جلد دوم)

ص ۷۹۰ کتاب الطہارۃ باب

صلوة الجنائز)

ترجمہ:

زراره ایک حدیث بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق
 رضی اللہ عنہ کا ایک دودھ پیتا بیٹا فوت ہو گیا۔ امام محمد باقر رضی
 اللہ عنہ اس کے جنازے میں نکلے۔ اس وقت اپنے زرد رنگ کا جبہ زرد
 رنگ کا عمامہ اور زرد رنگ کی چادر زیب تن کی ہوئی تھی۔

جو خزی بنی ہوئی تھیں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ زرارہ نے کہا کہ امام محمدؒ نے اس بچے کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی۔ بعد ان کے حکم سے اُسے دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد امام نے میرا ہاتھ پکڑا میں آپ کے ساتھ ایک طرف ہو گیا۔ پھر آپ فرمائے گئے۔ بات یہ ہے۔ کہ میں بچوں کی نماز جنازہ پڑھنے پڑھانے کے حق میں نہیں ہوں۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان بچوں کے بارے میں یہی حکم دیا کرتے تھے۔ کہ ان کو نماز جنازہ پڑھائے بغیر دفن کر دیا کرو۔ میں نے تو اس لیے اپنے پوتے کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تاکہ اہل مدینہ اس بات کو برا نہ سمجھیں۔ کہ ہم اپنے بچوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے۔

مذکورہ حوالہ جات سے واضح ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ حضور علیؑ نے اپنے صاحبزادے جناب ابراہیمؑ کی نماز جنازہ پڑھائے بغیر دفن دیا تھا۔
- ۲۔ اس پر موجود صحابہ کرام کو خیال آیا کہ آپؐ فرط غم کی وجہ سے شاید نماز جنازہ پڑھنا بھول گئے ہیں۔
- ۳۔ اسی موقع پر حضور علیؑ نے صحابہ کرام کے اس ضمن کی تردید کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں نے اللہ کے حکم سے ایسا کیا ہے۔
- ۴۔ نماز جنازہ اس کی ہوتی ہے۔ جو پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہو۔ اور اس پر نمازیں فرض ہوں۔

۵۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے تین سال بچے کی نماز جنازہ لوگوں کے اُتران سے بچنے کے لیے پڑھائی۔

۶۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نابالغ بیٹے کی نماز جنازہ امام محمد باقر نے پڑھائی لیکن اس کی وجہ یہ بیان کی کہ اگر ہم نے نماز جنازہ نہ پڑھی تو اہل مدینہ میں برا کہیں گے۔

۷۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بی عقیقہ تھا کہ نابالغ بچوں کی نماز جنازہ پڑھے بغیر انہیں دفن کر دیا جائے۔

الحاصل:

اس بحث میں تین باتیں کھل کر سامنے آئیں۔ اول یہ کہ اہل تشیع کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند رشید کی نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں۔ یہ باطل اور بے دلیل ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان کے نزدیک بچے کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔ تیسری بات یہ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے بچے کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔ اور یہ اہل سنت کے مسلک کے مطابق ہے۔ گزشتہ سطور میں ہم اس بات پر حوالہ پیش کر آئے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے ہاں بچے کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی بطور تقیہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ لیکن اہل سنت بچے کی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔ اور یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ قولی ہے۔ اس بارے میں حدیث صریح ملاحظہ ہو۔

فتح القدیر:

بَابُ مَنْ يَنْهَى عَنْ نَجَاسَةٍ أَوْ يَنْهَى عَنْ شَيْءٍ وَاسْتَبَلَّ

وَصَلَّى عَلَيْهِ فَقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
اسْتَعْلَى الْمَوْتَدُّ صَلَّى عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَعْلَ
لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ۔

(الفتح القدیر جلد اول صفحہ نمبر ۴۶۵)
کتاب الجنائز

ترجمہ:

جو بچہ بچہ پیدا ہونے کے بعد حیضے علاقے اور اس میں اُٹھنا زندگی
دیکھنے میں آئیں۔ اس کا نام بھی رکھا جائے اور غسل بھی دیا جائے اور
اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
کرامی ہے۔ ”جب پیدا ہونے والا بچہ حیضے علاقے اس کی نماز جنازہ
پڑھی جائے گی۔ اور اگر استہلال رُتھنا زندگی نہ پہنچا گا۔ تو اس کی نماز جنازہ
نہیں ہوگی۔“

توضیح:

صاحب ہدایہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث پیش کی۔ اس
سے انہوں نے تین مسائل کا استخراج کیا۔ وہ اس طرح کر لائن الاستہلال
دلالت الحیضۃ فی تحقیق حقہ سنتہ الموتی یعنی استہلال اس
استہلال الترتیب سے کہ فرمودہ میں اُٹھنا زندگی پائے گئے۔ لہذا اس کے لیے
وہی طریقہ سوکا جو زندہ مردہ کے واسطے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور وہ بین آئیں
میں اول یہ کہ اس کا نام رکھا جائے۔ دوم اس کا غسل بھی دیا جائے۔ اور سوم یہ
اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

مکوردہ حدیث کے بارے میں قبول و عدم قبول کی بحث کرتے ہوئے علامہ
برائین عینی رقمطراز ہیں

النبیایۃ فی شرح الہدایۃ

لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا اسْتَهْلَ الْمَرْءُ دُرَّ
صَلَّى عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَهْلْ لَمْ يُصَلَّ
عَلَيْهِ رَوَى هَذَا عَنْ جَابِرٍ وَعَلِيٍّ وَابْنِ
عَبَّاسٍ وَالْمُعِيشَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَابْنِ مَرْيَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَحَدَّثْتُ جَابِرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَالشَّافِعِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يُصَلَّى عَلَيْهِ وَلَا يَرْتَضَى وَلَا يُؤَدُّ حَتَّى
يَسْتَهْلَ هَذَا لَفْظُ التِّرْمِذِيِّ وَحَدَّثْتُ
عَلِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْرَجَهُ ابْنُ عَدِيٍّ

فی الکامیل قال سمعتُ رسولَ اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی السَّیْطِ لَا یُصَلَّى
عَلَيْهِ حَتَّى یَسْتَهْلَ فَإِذَا اسْتَهْلَ صَلَّی عَلَیْهِ
وَعَبَّلَ وَوَرَّثَ وَإِنْ لَمْ یَسْتَهْلْ لَمْ یُصَلَّ
عَلَيْهِ وَلَمْ یُورَثْ وَلَمْ یُعْصَلْ وَحَدَّثْتُ
ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَدِيٍّ أَيْضًا عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَهْلَ

الصَّبِيَّ صَلَّى عَلَيْهِ وَوَرَّثَ وَحَدِيثُ الْمُغِيرَةِ
 بْنِ شُعْبَةَ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ عَنِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّقَطُ يُصَلِّي
 عَلَيْهِ وَيَدْعُوَ لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ
 وَقَالَ حَدِيثُ حَسَنٍ صَحِيحٌ وَحَدِيثُ أَبِي
 مُرَيْرٍ وَعِنْدَ ابْنِ مَاجَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا عَلَيَّ أَطْفَالَكُمْ
 فَإِنَّكُمْ مِنْ أَقْرَابِيكُمْ

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد دوم)

ص ۱۱۰۱ تا ۱۰۱۲)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ”اذا استهل المولود“
 اسے حضرت جابر، علی، ابن عباس، مغیرہ بن شعبہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم
 سے روایت کیا گیا ہے۔ حضرت جابر سے مروی حدیث کو امام ترمذی
 نسائی اور ابن ماجہ نے ابو الزبیر کے حوالہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ
 سے ذکر کیا ہے۔ جناب جابر کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا۔ ”وہ کسی نومولود کی اس وقت تک نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔
 اور نہ وہ کسی کا وارث اور نہ اس کا کوئی وارث بنے گا جب تک
 اس میں ”استہلال“ نہ پایا جائے۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی
 حدیث کو ابن عدی نے ”الکامل“ میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے
 میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نومولود کے بارے میں

فرمایا۔ استہلال کے بغیر اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اور اگر استہلال پایا گیا تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ اور وراثت بھی ثابت ہوگی۔ اور اگر استہلال نہ پایا گیا تو نماز جنازہ غسل و وراثت کچھ بھی نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس سے مروی حدیث کہ بھی ابن عدی نے ہی ذکر کیا ہے۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بچہ میں استہلال پایا جائے۔ تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ وراثت بھی ہوگی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی حدیث کہ امام ترمذی نے بیان کرتے ہوئے، لکھا۔ کہ نوموود (زندہ) کی وفات کے بعد نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اور اس کے والدین کے لیے مغفرت و رحمت کی دعا ہوگی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی سے مروی حدیث کو ابن ماجہ نے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بچوں کی نماز جنازہ پڑھا کر کہو کہ وہ تمہارے لیے فرطیں۔

فائدہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کے بارے میں کتب اہل تشیع میں یہ اختلاف نقل کیا گیا ہے۔ کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی یا نہ پڑھی۔ لیکن ان دونوں میں سے ان اہل تشیع کے نزدیک راجح و راوی یہ ہے۔ کہ آپ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ جب کہ ایسی روایات اور ایسے مقام پر ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ روایت اثباتی کو

روایت نفی پر ترجیح ہے۔

روایۃ الاثبات اصح من روایۃ النفی

واللبنایۃ شرح البدایۃ

جلد دوم ص ۱۱۱

لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صاحبزادے پر نماز جنازہ پڑھنا وجہ مثبت ہونے کے اصح ہے۔ یعنی آپ نے نماز جنازہ پڑھی۔

بے وقوفی کی اعلیٰ مثال

اہل تشیع جب نماز جنازہ میں پانچ تکبیرات ثابت کرنے پر دلائل دیتے ہیں۔ تو ان میں ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی نماز جنازہ پڑھاتے وقت پانچ تکبیریں کہیں تو اس دلیل کے ضمن میں یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بچے کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ اور جب اپنا ایک اور مسئلہ پیش کر کے اس کی دلیل کی باری آتی ہے یعنی یہ مسئلہ کہ بچے کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ کے لیے دلیل یہ پیش کی جاتی ہے۔ کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ اس لیے بچے کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔ ذرا ان دونوں مسائل اور ان کے دلائل کو بار بار پڑھیں۔ تو آپ کو اہل تشیع کی بے وقوفی اور عقلی فنور کی اعلیٰ مثال منان نظر آئے گی۔

خلاصۃ الکلام:

اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً

پانچ سے لے کر گیارہ بلکہ اس سے اور چمک نماز جنازہ میں تکبیرات کہیں۔ لیکن
 آخر الامر آپ نے چار پر اکتفا فرمایا۔ اور پھر اس میں کمی بیشی نہ کی۔ لہذا اس آخری
 عمل نے سابقہ عمل کو منسوخ کر دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے نوموڑ
 کے ”استہلال“ کی صورت میں نماز جنازہ ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ اور
 اس کے غسل و کفن کا بھی فرمایا۔ اور میراث کا بھی ذکر کید شیعان دونوں کا انکار
 کرتے ہیں۔ چار کی بجائے پانچ کے قائل ہیں۔ اور بچے کی نماز جنازہ کے نہ پڑھنے
 کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں باتیں حضرات ائمہ اہل بیت کے قول و عمل کے
 خلاف ہیں۔ ائمہ اہل بیت نے بچوں کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور اس میں
 تکبیریں بھی چار ہی کہیں۔ اس حقیقت کو چھپانے کے لیے اہل تشیع نے
 ان دونوں باتوں پر ائمہ اہل بیت کے عمل کو تقیہ پر محمول کیا۔ اور یہاں تک کہہ
 دیا۔ کہ بنی ہاشم اپنے بچوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ کیا یہ ائمہ اہل بیت
 کی گستاخی اور ان کی توہین نہیں۔ ؟

﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ﴾

اہل تشیع کا اپنی قبروں کو متوازی شکل کا بنانا اور اس کی حقیقت

اہل سنت کے نزدیک مسلمان میت کی قبر پر مٹی ڈال کر اونٹ کی کوبان
ایسی بنانا سنت ہے۔ لیکن اہل تشیع اسے مکروہ کہتے ہیں۔ اور مربع شکل کو پسند
کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تحریر الوسیلہ

وَمِنْهَا تَرِيعُ الْقَبْرِ بِمَعْنَى تَسْطِيحِهِ وَ
جَعْلِهِ ذَا اَرْبَعِ زَوَايَا قَائِمَةٍ وَ يَكْرَهُ
تَسْنِيْمُهُ۔

(تحریر الوسیلہ جلد اول ص ۸۷)

فی مستنجات الدفن

ترجمہ:

احکام قبر میں سے ایک حکم یہ بھی ہے۔ کہ اسے مربع شکل کا بنایا
جائے۔ یعنی وہ چوکور اور چاروں اطراف کے زاویے قائم ہوں۔
اسے اونٹ کی کوبان ایسا بنانا مکروہ ہے۔

لمعۃ مشقیہ:

وَتَسْطِیْحُہُ لَا یُجْعَلُ لَہُ فِی ظَہْرِہُ سَکْمٌ لَا تَکُنْ
مِنَ شَعَائِرِ النَّاصِبِہِ۔

(لمعۃ مشقیہ جلد اول ص ۴۸ مطبوعہ قم)

ایران طبع جدید

ترجمہ:

۱۔ در قبر کی پشت کو اونٹ کی کوبان کی طرح نہ بنایا جائے۔ کیونکہ
یہ ناصبی لوگوں (اہل سنت) کی علامت ہے۔

توضیح

ان دونوں حوالہ جات میں اہل تشیع اپنے مردے کی قبر مربع شکل بنانے
کے متفق ہیں۔ اور یہ بات بھی واضح ہو گئی۔ کہ قبر کو چوکور بنانے پر ان کے پاس
حضرات ائمہ اہل بیت کی کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں۔ ورنہ اسے پیش کیا جاتا
آج کے اگر دلیل ہے تو یہ کہ اہل سنت کی قبروں کی طرح ہم اپنی قبروں کو بنانے
کے لیے تیار نہیں۔ چونکہ اہل سنت اپنے مردوں کی قبریں اونٹ کی کوبان
ایسی بناتے ہیں۔ ادھر ہم اہل سنت کے ہاں کوبان ایسی شکل کی قبر بنانے پر
بست سی احادیث ہیں۔ اور مضبوط دلائل ہیں۔ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے قبر انور کی بناوٹ کوبان ایسی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

البدائع والصنائع؛

رَوَى عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ
 أَخْبَرَنِي مَنْ رَأَى قَبْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ أَتَاهَا
 مُسْتَمَةً رَوَى أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَمَّا مَاتَ بِالطَّائِفِ صَلَّى
 عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا
 وَجَعَلَ لَهُ لَحْدًا وَأَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ
 وَجَعَلَ قَبْرَهُ مُسْتَمًا وَضَرَبَ عَلَيْهِ فُسْطًا طًا
 وَلَا نَ الثَّرْبُ بَيْعٍ مِنْ صَيْنِيعٍ أَقْلٍ الْكِتَابِ وَتَشْيِيعِهِمْ

(البدائع والصنائع جلد اول ص ۳۲)

مطبوعہ بیروت فصل سنتہ الدفن

ترجمہ:

جناب ابراہیم نخعی سے مروی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ مجھے اس شخص نے
 بتایا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی
 قبریں دیکھی تھیں۔ کہ یہ تینوں قبریں اونٹ کی کوہان کی طرح تھیں بڑی
 ہے۔ کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا لائف میں
 انتقال ہوا۔ تو محمد بن حنفیہ نے ان کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے
 ساتھ پڑھائی۔ ان کے لیے لحد بنا کر قبہ کی طرف سے ان کو قبر میں
 داخل کیا۔ اور قبر کو کوہان کی طرح بنایا۔ اور ان کی قبر پر خیمہ نصب کیا۔

اور قبر کو کوہان کی طرح بنانا اس لیے بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جو کور
بنانا یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ اور ان کے ساتھ مشابہت پائی
جاتی ہے۔

فتح القدير

(قَوْلُهُ لَا نَهَى عَلَيْهِ السَّلَامُ نَهَى عَنْ تَرْبِيعِ
الْقُبُورِ) مَنْ شَاهَدَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَخْبَرَ أَنَّ مُسْتَمِرَّ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ
حَدَّثَنَا شَيْخٌ لَنَا يَرْفَعُ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ نَهَى عَنْ تَرْبِيعِ الْقُبُورِ وَ
تَجْصِيفِهَا وَرَوَى مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ أَخْبَرََنَا
أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ
نَاشِئَةً مِنَ الْأَرْضِ وَعَلَيْهَا فَلَقَ مِنْ مَدَرٍ
أَبْيَضَ وَفِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ
عِيَّاشٍ أَنَّ سَفْيَانَ التَّمَارِي حَدَّثَنَا أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَمَرًّا وَرَوَاهُ
ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ وَلَفْظُهُ عَنْ
سَفْيَانَ دَخَلْتُ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ قَبْرُ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَأَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ
 مُسْتَمِعَةً..... قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
 سُلَيْمَانَ ابْنُ الْأَشْعَثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ
 بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْمَحَارِبِيُّ
 عَنْ عَمْرِو بْنِ شَمْرٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَأَلْتُ
 ثَلَاثَةً كُلُّهُمْ لَهُ فِي قَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبِي سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ
 بْنَ عَلِيٍّ وَ سَأَلْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ
 أَبِي بَكْرٍ وَ سَأَلْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قُلْتُ
 أَخْبِرُونِي عَنْ قَبْرِ أَبِي بَكْرٍ فِي بَيْتِ
 عَائِشَةَ فَكُلُّهُمْ قَالُوا إِنَّهَا مُسْتَمَةٌ۔

رفع القدیر جلد اول صفحہ نمبر ۴۷۲

مطبوعہ مطبع جدید

ترجمہ :

رفیر کو چوکور بنانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے
 جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کی اس
 نے بنایا کردہ اونٹ کی کو بان کی طرح تھکی۔ امام ابو حنیفہ نے کہا۔
 کہ ہم ہمارے شیخ نے حدیث مرفوع سنائی کہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم نے قبر کو چوکور بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اور چونا (منہی)
 کرنے سے بھی روکا ہے۔ امام محمد بن حسن کہتے ہیں۔ کہ ہمیں امام
 ابو حنیفہ نے حماد بن ابی سلیمان اور انہوں نے ابراہیم سے

یہ بیان کیا کہ مجھے اُس شخص نے بتایا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم،
 ابو بکر اور عمر کی قبروں کو دیکھا۔ کہ وہ زمین سے کچھ اٹھی ہوئی تھیں۔ اور
 ان میں سے سفیدی ظاہر ہو رہی تھی۔ صبح بخاری میں ابو بکر بن
 عیاش کے حوالہ سے سفیان التمار کی روایت مذکور ہے۔ کہ انہوں
 نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کی۔ اور وہ کوہان کی
 طرح تھی۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں جناب سفیان ظاہر
 کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ میں اس مکان میں داخل ہوا جس میں
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تھی۔ میں نے آپ کی، ابو بکر اور عمر
 کی قبروں کی زیارت کی وہ کوہان کی طرح تھیں۔۔۔۔۔ حضرت
 جابر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایسے تین آدمیوں سے پوچھا۔ جن کے
 باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے ساتھ مدفون تھے۔
 ان میں ایک ابو جعفر محمد بن علی دوسرے قاسم بن محمد بن ابی بکر
 اور تیسرے سالم بن عبد اللہ تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ وہ
 قبریں کس شکل کی تھیں؟ ان تینوں نے اپنے آباء کے بارے
 میں فرمایا کہ ان کی قبور حضرت عائشہ صدیقہ کے مکان میں ہیں۔ اور
 وہ اونٹ کے کوہان کی طرح ہیں۔

ملحہ فکریہ:

مذکورہ حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا۔ کہ قبر کو جو کربانا احادیث نبویہ
 کے خلاف ہے۔ اور حضرات ائمہ اہل بیت کے عمل کے بھی مخالف ہے۔
 حضرت امام ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ اپنی گواہی دے رہے ہیں۔ کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کو ان کی طرح ہے۔ حضرت محمد بن الحنفیہ نے ابن عباس کی چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھا کہ ان کی قبر کو کوہان کی طرح بنایا۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے۔ کہ قبر کو چوکر بنانا یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔

ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جن میں چوکر بنانے کی ممانعت اس کے ساتھ ساتھ خود آپ کی قبر انور کا ستم ہونا، امام باقر رضی اللہ عنہ کی گواہی محمد بن حنفیہ کا عمل اور دوسری طرف اس کے خلاف، قبر کو چوکر بنانے کی تاکید (اور وہ بھی وقت کے امام خمینی کی طرف سے) یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، ائمہ اہل بیت کے اعتقادات و عملیات کے خلاف، نہیں توادر کیا ہے۔ اسی وجہ سے یہود و نصاریٰ کی مشابہت اپنائی گئی۔ حقیقت حال یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ائمہ اہل بیت اور صلحائے امت کی بجائے یہود و نصاریٰ سے دلی لگاؤ ہے۔ عبد اللہ بن سبا کی معنوی اولاد ہونے کے ناطہ سے انہیں ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا۔ یہود و نصاریٰ کی مخالفت گوارا نہیں لیکن احادیث رسول اور فرامین ائمہ کی مخالفت، ہو تو پرواہ نہیں۔ اسے ہی محبت رسول و آل رسول کہتے ہیں۔ اور اسی پر اہل تشیع کو ناز ہے۔ اللہ تعالیٰ حقائق سمجھنے اور انہیں قبول کرنے کی توفیق و ہمت عطا کرے۔ اور آخرت کو سنوارنے کا ذریعہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(فَاغْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ)

کتاب الزکوٰۃ

گزشتہ اوراق میں وہ فقہ جعفریہ کے جو مسائل مذکور ہوئے۔ ان کو دیکھ کر ہم تین امور پر یقین کر میں گئے۔ اول یہ کہ ان میں کچھ مسائل ایسے ہیں جنہیں عقل و نقل قبول نہیں کرتے۔ بعض مسائل ایسے ہیں جن میں سہولت اور تخفیف کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اور چند مسائل ایسے بھی ہیں جو محض اہل سنت کی مخالفت کرنے کے لیے تراشے گئے ہیں۔ گویا از اول تا آخر یہ فقہ من گھڑت، تخفیف کا مجموعہ اور اقوال رسول و ائمہ اہل بیت سے لاقطع ہے۔ بعینہ اسدکم ایک دوسرے دکن زکوٰۃ کے بارے میں بھی ان کے خیالات و عقائد اسی غلط فہم کے آئینہ دار ہیں۔

فقہ جعفریہ، میں مفرجہ سک کے سوا سونا چاندی پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

الفتا علی المذاہب الخمسہ

وَقَالَ الْإِمَامُ مِينَةُ تَجِبُ الزَّكَاةُ فِي الذَّهَبِ
وَالْفِئَسَةِ إِذَا كَانَ مَسْكُونَيْنِ بِسِكَّةِ النَّقْدِ
وَلَا تَجِبُ فِي السَّبَائِكِ وَالْحُلِيِّ وَاتَّفَقَ الْأَرْبَعَةُ
عَلَى أَنَّهَا تَجِبُ فِي السَّبَائِكِ كَمَا تَجِبُ فِي النَّقْدِ
الفقہ علی المذاہب الخمسہ ص ۴۸ کتاب الزکوٰۃ۔
ترجمہ: اہل تشیع کا کہنا ہے کہ سونے اور چاندی میں زکوٰۃ اس وقت لازم ہوگی جب وہ کئے کی شکل میں ہوں۔ اور ڈھلے ہوئے سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ نہیں پھیلا دیں ائمہ اہل سنت اس پر متفق ہیں۔
کو ڈھلے ہوئے سونے چاندی پر بھی زکوٰۃ اسی طرح واجب ہے جس طرح نقدی میں۔ جب ہے۔

وسائل الشیعہ:

عَنْ جَمِيلٍ عَنْ بَعْضِ اصْحَابِنَا اَنَّهٗ قَالَ
 لَيْسَ فِي التَّيْبِ زَكَاةٌ اِنَّمَا هِيَ عَلَى الدَّانِيَةِ
 وَالَّذِي رَاهِمِ..... عَنِ الرَّقَاعِ قَالَ سَمِعْتُ
 اَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ سَأَلَهُ بَعْضُهُمْ
 عَنِ الْحَلِيِّ فِيهِ زَكَاةٌ فَقَالَ لَا وَ لَوْ بَلَغَ مِائَةً
 اَلْفِ..... عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
 اَبِي عَمِيرٍ عَنْ معاوية بن عمار عن ابي عبد الله
 عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهُ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لَمْ لَهُ
 الْحَلِيِّ مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ وَالْمِائَةُ دِينَارٍ وَارَانِي
 قَدْ قُلْتُ ثَلَاثًا ثَمًا نَفْعٌ فَعَلَيْهِ زَكَاةٌ قَالَ لَيْسَ فِيهِ
 زَكَاةٌ.

(وسائل الشیعہ جلد ۱ کتاب الزکوٰۃ)

والفہم ص ۵۰۵ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

جس میں چارے بعض اصحاب سے روایت کرتا ہے کہ سونے کی
 ڈلی پر زکوٰۃ نہیں۔ زکوٰۃ نصرت دیناروں اور درہموں پر ہوتی
 ہے۔ رفاع کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا جب
 ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا زیورات پر زکوٰۃ ہے۔ فرمایا
 ہرگز نہیں۔ اگرچہ ان کی مائیت ایک لاکھ کی ہی کہوں نہ ہو۔

ابکذات اسناد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ ایک شخص سودینار کے اپنے گھر والوں کے لیے زیورات بناتا ہے۔ اور اس نے دو سو اور دینار مجھے دکھائے۔ میں نے کہا کہ کل تین سو دینار ہو گئے کیا ان پر زکوٰۃ ہے۔ فرمایا۔ ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

ملحہ فکریہ

مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ اہل تشیع کے ہاں زکوٰۃ نام کی (کھنے پڑھنے میں) کوئی چیز ہے تو بھی مگر اس پر عمل درآمد کے لیے بہت زیادہ رعایت برتی گئی ہے۔ ہزاروں لاکھوں تومہ یا سیروں و زنی سونا چاندی ہو۔ اس پر زکوٰۃ ہرگز نہیں۔ اگر ہے تو صرف درہم و دینار پر۔ اگر کسی کے پاس درہم و دینار ہوں۔ تو سال گزرنے کے قریب ان کے زیورات خرید لے لے۔ یا انہیں حمال کر ڈلی بنائے۔ تو زکوٰۃ اڑ جائے گی۔ کس قدر آسان طریقہ ہے زکوٰۃ سے بچاؤ کا۔ لیکن یہ سب باتیں ان کی خود ساختہ ہیں۔ حضرات ائمہ اہل بیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی قرآن کریم کی کوئی ایک آیت اس مفہوم پر اشارۃً بھی صراحت کرتی ہے۔ اس کے خلاف احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ سونے چاندی کی کوئی صورت ہو۔ اس پر نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ فرض ہے۔ جب کہ اُسے سال گزر جائے۔ چند احادیث اور فقہ حنفیہ کی کتب کے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

فقہ حنفی میں سونے چاندی پر زکوٰۃ فرض ہونے کے دلائل

علا البنایہ فی شرح الہدایہ

رَوَى أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْ خَالِدِ بْنِ حَارِثٍ
عَنْ حُسَيْنِ بْنِ مَعْلَمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا
فِي يَدِ ابْنَتِهَا مُسَكَّتَانِ خِلْطَانٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ
أَتُؤْتِيْنِي زَكَاةَ هَذَا قَالَتْ لَا قَالَ أَيْسُرُكَ
أَنْ يُسَوِّرَكَ اللَّهُ بِهِمَا سَوَارَانِ مِنَ النَّارِ فَعَلَقَتْهُمَا
وَعَلَقَتْهُمَا إِلَى النَّبِيِّ وَقَالَتْ هُمَا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ
وَالْمُسَكَّتَانِ تَنْتِيْبَةُ مُسَكَّةٍ بِالْفَتْحَاتِ السَّوَارِ
(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد سوم
ص ۷۰، الفصل فی الذہب مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

امام ابو داؤد اور نسائی نے روایت بیان کی کہ ایک عورت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنی بیٹی کے ہمراہ حاضر ہوئی۔ اس کی بیٹی کے ہاتھوں میں سونے کی دو وزنی لنگن تھے۔ آپ نے پوچھا۔ کیا تو اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہے؟ کہنے لگی نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ پھر کیا تو یہ چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں لنگنوں کے بدلے تجھے اُگ کے لنگن پہنائے؟ اُس نے ریشہ کر لنگن اتار کر آپ کے حوالہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ہیں۔

(۲) البنا یہ فی شرح الہدایہ

رَوَى أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ
عَلِيٍّ ابْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ
خَيْثَمِ بْنِ شَهْرٍ عَنْ حَوْشِبِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ زَيْدٍ
قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَخَالَتِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِمَا أَسْوَرَةٌ مِنَ الذَّهَبِ
فَقَالَ لَهُمَا أَلْعُطِيَانِ زَكَاةُهَا فَقُلْنَا لَا فَقَالَ
لَنَا مَا مَخَا فَنَابِ أَن يَسْوِرَكُمَا اللَّهُ مِنَ النَّارِ
أَدْرِيَا زَكَاةُهَا -

(البنا یہ فی شرح الہدایہ)

جلد سوم ص ۱۰۰ کتاب الزکوٰۃ

ترجمہ :

امام احمد نے اپنی مسند میں روایت ذکر فرمائی کہ اسامہ بنت نادر

کہتی ہیں۔ کہ میں اور میری خالہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوئیں۔ ہم دونوں نے سونے کے کلنگ پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا۔ کیا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ ہم نے عرض کیا نہیں۔ پس آپ نے فرمایا۔ کیا تمہیں خوف نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کلنگ پہنائے؟ ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔

(۳) البنا فی شرح الہدایہ

روای دارقطنی ایضا عن یحییٰ ابن اللیث عن حماد بن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ بن مسعود قال قلت لیلنجی صلی اللہ علیہ وسلم ان لا امرأتی حلیۃ من ذهب عشرون مثقالاً فقال اذ زکاتہ نصف مثقال۔

(البنا فی شرح الہدایہ جلد سوم)

(صفحہ نمبر ۱۰۹)

ترجمہ:

دارقطنی میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے۔ کہ میں (عبد اللہ بن مسعود) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضور! میری بیوی کے پاس سونے کے بیس مثقال موزنی زیورات ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی نصف مثقال زکوٰۃ دو۔

(۴) البنایہ فی شرح الہدایہ

رَوَى أَيْضًا تَبَيُّصَةً عَنْ سَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
 أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَتْ إِنَّ فِي حُلِيِّي وَإِنَّ لِي بَنِي أَخٍ وَإِنَّ زَوْجِي
 خَفِيفُ الْيَدِ فَتَجَزَّي عَنِّي أَنْ أَجْعَلَ زَكَاةَ الْحُلِيِّ
 فِيهِمْ قَالَ نَعَمْ

(البنایہ فی شرح الہدایہ)

جلد سوم ص ۸۰۸ فصل فی

الذهب

ترجمہ :

جناب قبیصہ نے حضرت علقمہ انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
 سے روایت کی کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں
 آئی۔ اور کہا۔ میرے پاس زیورات ہیں۔ اور میرا ایک بھتیجا غریب
 ہے۔ اور میرے خاندان کے ہاتھ بھی خالی ہیں کیا آپ کی طرف
 سے بارش سے کہ میں اپنے زیورات کی زکوٰۃ ان پر صرف
 کروں۔ یہ فرمایا۔ ہاں راجازت ہے

(۵) البنایہ فی شرح الہدایہ

رَوَى الدَّارِقُطْنِيُّ عَنْ أَبِي حَمَزَةَ عَنْ
 الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَبِيصٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ إِنَّ يَلْحَقِي زَكَاةٌ

والبنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۱

ص ۱۰۸ فصل فی الذہب

ترجمہ:

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے وارفتنی نے روایت کی کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زیورات پر زکوٰۃ ہے۔

لمنکرہ:

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف البنایہ فی شرح
الہدایہ میں مذکورہ احادیث سند کے ساتھ ذکر کیں۔ یہ تمام کی تمام مرفوع ،
احادیث ہیں۔ ان میں سونے چاندی کے کنگن (جو زیور ہیں) پر زکوٰۃ دینے
کا حکم دیا۔ اور پھر مطلقاً زیورات پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا ارشاد فرمایا۔ ان صریح
مرفوع احادیث پر اہل تشیع کی نظر نہیں پڑتی۔ کیونکہ ان سے تحفیف کا راستہ بند
ہو جاتا ہے۔ ورنہ زکوٰۃ نہ دینے کا کوئی بہانہ چاہیے۔ بے دے کے ایک روایت
پیش کی جاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو سو درہم اور بیس مثقال
دینار پر زکوٰۃ ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درہم اور دینار کا نام لیا ہے
اس لیے ان کے علاوہ سونے چاندی کی کوئی شکل ہو زکوٰۃ نہیں ہے۔ تاہم کرام
تحفیف کے پیش نظر ان کی بہت دھرمی اور دریں نہانوں۔ والی بات اپنے
ملاحظہ کر لی۔ یہ مختصر یہ کہ زکوٰۃ کو صرف سونے چاندی کے مکہ کے ساتھ مخصوص کرنا
در اصل زکوٰۃ سے ہی انکار کرنا ہے۔ اب جبکہ ہمارے اس ان دونوں دھاتوں
کا کوئی مکہ نہیں۔ تو کیا یہ فریضہ سرے سے اٹھ گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔

نوٹ:

بعض لوگوں نے صاحب البنا یہ کی مذکورہ احادیث پر ضعف کا اعتراض کیا ہے لیکن علامہ بدرالدین عینی نے ان اعتراضات کا تفصیلی جواب لکھ کر ثابت کر دیا کہ سونے اور چاندی پر زکوٰۃ کا وجوب احادیث سے بالتصریح ثابت ہے۔

الحاصل

دیگر مسائل کی طرح اہل تشیع نے سونے اور چاندی کی زکوٰۃ دینے سے کترانے کی کوشش کی۔ اور من گھڑت روایتوں کا سہارا لے کر زکوٰۃ کی ادائیگی سے جان چھڑائی۔ اور تخفیف کو اپنا ادھنا بھونا بنایا۔ اور پھر کمال ڈھٹائی سے ایسی روایات کو حضرات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر کے بغلیں بجاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ان کی اپنی گھڑی ہوئی فقہ ہے۔ حضرات ائمہ اہل بیت اس قسم کے احکام نہیں دے سکتے۔ جو صریح احادیث اور قرآنی احکام کے خلاف ہوں۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

کتاب الصوم

نوٹ

جبکہ ہمارے پیش نظر وہ فقہ جعفریہ کی حقیقت بیان کرنا ہے۔ اور ثنابت کرنا ہے۔ کہ اس فقہ کا امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کے اقوال و اعمال سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم اس موضوع سے متعلقہ مسائل فقہیہ ان کی ترتیب کے مطابق بیان کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس لیے ایک دو مہینے روزے کے متعلق سلسلہ کو قائم رکھتے ہوئے نقل کر رہے ہیں۔ اگرچہ یہ مسائل پہلے بھی فی الجملہ تحریر ہو چکے ہیں۔

عورت کے ساتھ وطی فی الدبر سے روزہ

_____ نہیں ٹوٹتا _____

وسائل الشیعہ

عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ بَعْضِ الْكُوفِيِّينَ

يَرْفَعُوهُ إِلَىٰ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الدَّجَلِ
يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي دُبْرِهَا وَهِيَ صَائِمَةٌ قَالَ لَا يَنْقُصُ
صَوْمُهَا وَلَا لَيْسَ عَلَيْهَا عُسْلٌ-

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد اول ص ۸۱، مشکوٰۃ المصابرات

الرباب الجنابہ)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد چہارم ص ۳۱۹

فی الزیادات)

ترجمہ:

احمد بن محمد کچھ اہل کوفہ سے مرفوع روایت ذکر کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو مرد عورت کی دُبُر میں خواہش نفس پوری کرنا
ہے۔ کہ اور عورت بجا ملت روزہ بھی ہو۔ تو اس سے نہ تو اس عورت کا روزہ
ٹوٹے گا۔ اور نہ ہی اس پر غسل آئے گا۔

بیٹی اور بیوی کا تھوک نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

وسائل الشیعہ

قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ إِذَا قَبِلْتُ بِنْتًا عَا
صَغِيرَةً وَآنَا صَائِمَةٌ فَسَدَّ حُلِّي فِي جَبْرِ فِي مِنْ
رَيْفَهَا شَيْئًا فَقَالَ لِي لَا بَأْسَ لَيْسَ عَلَيْكَ شَيْئٌ-

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۲۱، کتاب الصوم طبع تبریز طبع جدید)

ترجمہ:

میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ میں اپنی دو بیٹیوں کا
بوسہ لیتا ہوں۔ اور میرا روزہ ہوتا ہے۔ پھر کبھی کبھار ان کا نھوک میرے
مق میں چلا جاتا ہے۔ (اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا کوئی حرج نہیں تجھ
پر کوئی جرم نہ بھی نہیں۔

وسائل الشیعہ

عن علی بن جعفر عن اخیه موسیٰ بن جعفر علیہ السلام
قَالَ سَأَلْتُ عَنْ الرَّجُلِ الصَّائِمِ لَنْهُ اَنْ يَّمْضَ لِسَانُ
الْمَرْءِ اَوْ تَفْعَلَ الْمَرْءُ ذَٰلِكَ؟ قَالَ لَا بَأْسَ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۷۲ باب

جواز مضی اللسان امراتہ۔ الخ)

ترجمہ:

علی بن جعفر اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں
نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روزے دار مرد کے بارے میں
پوچھا۔ کہ کیا وہ عورت کی زبان چوس سکتا ہے یا عورت اس کی زبان
چوس سکتی ہے۔؟ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

الحنفیہ:

صاحب وسائل الشیعہ نے ان مذکورہ احادیث کے لیے جو باب باندھا
ہے۔ اس میں دو باتوں کا بطور خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ روزہ دار اپنی

بیٹی یا بیوی کی زبان چوس لیتا ہے۔ تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور دوسری بات یہ کہ اگر چوتھے وقت تھوک حلق میں چلا جائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ انہی دو باتوں کی تائید پر مذکورہ احادیث پیش کی ہیں۔ ان کے نزدیک روزہ نہ جانے کس طرح ٹوٹتا ہے روزہ دار عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کرنے سے اس کا روزہ باقی رہے۔ عورت کا تھوک چوس کر نگل گیا تو بھی روزہ باقی ہے۔ حالانکہ شرع میں کھانے پینے اور جماع سے عمدہ رکنے کا نام روزہ ہے۔ یعنی صبح صادق سے غروب آفتاب تک لیکن ایک شیعہ عورت کا تھوک ہڑپ کر جائے (اور عمدہ ہو) تو بھی یا روگ روزہ دار ہی رہتے ہیں۔ مزے کے مزے اور ثواب کا ثواب۔ ایک طرف یہ آزادی اور دوسری طرف یہ کہ پانی میں غوطہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ عقل و نقل کے دشمن ایسے ہی ہوتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

الفقہ علی المذاہب الخمسہ

قَالَ أَكْثَرُ الْأَمَّا حَيْثُ إِنَّ رِمَسَ تَمَامَ التَّائِسِ فِي الْمَاءِ
مَعَ الْبَدَنِ أَوْ يَدُوقُ يَدَهُ يُغْسِدُ الصَّوْمَ وَيُوجِبُ الْقَضَاءَ
وَالْكَفَّارَةَ وَ قَالَتْ بِقِيَّةِ الْمَذَاهِبِ لَا تَأْثِيرَ لِيَذَّالِكَ
فِي إِسْقَادِ الصَّوْمِ

(الفقہ علی المذاہب الخمسہ)

ص ۵۰۵ تذکرہ المفطرات

ترجمہ:

اہل تشیع کی اکثریت یہ کہتی ہے۔ کہ اگر کسی نے اپنا پورا سر مع بدن کے پانی میں ڈبو دیا۔ یا صرف سر ہی ڈبو یا۔ تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا

اور قضا و کفارہ واجب ہے۔ ان کے سوا دوسرے چار ائمہ اہل سنت کا کہنا ہے۔ کہ پانی میں غوطہ لگانا یا سر ڈبونا اس سے روزہ ٹوٹنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ اس بارے میں غیر مؤثر ہے۔

مفسر

ایک طرف دہلی فی الدہ برادر عورت کا تھوک نکلنا اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ نہ گناہ ہو نہ روزہ ٹوٹے۔ دوسری طرف پانی میں غوطہ لگانا بحالت روزہ اتنا بڑا جرم ہے۔ کہ روزہ بھی گیا۔ اور اس کی قضا کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی پڑ گیا۔ کیا ایسے اوٹ پٹانگ مسائل حضرات ائمہ اہل بیت کے ہو سکتے ہیں؟ عقل و نقل کے خلاف مسائل گھر گھر اہل بیت کو بدنام کرنے کے لیے ایسی فقہ کا نام "فقہ جعفریہ" رکھ دیا۔ غوطہ لگانے پر جو سزا دی گئی۔ اس سے سخت سزا تو اس کو دی جاتی ہے۔ جو ان کی فقہ میں روزہ رکھ کر جھوٹ بڑے یا جھوٹ لکھے۔ جو گناہ تو ہے۔ لیکن اس سے روزہ کو کون سا کھانے پینے کا سہارا مل گیا۔ جس کی بنا پر اس کی شامت آگئی۔ حوالہ ملاحظہ ہو

مذہب

قَالَ الْإِمَامُ مَيْمُونُ بْنُ قَعْبَةَ الْكَذَّابِ عَلَى اللَّهِ
وَرَأْسُهُ فَحَدَّثَنَا أَوْ كَتَبَ إِنَّ اللَّهَ وَالرَّسُولَ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَذَّابٌ أَوْ كَذَّابٌ
وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ كَذِبًا فِي قَوْلِهِ نَقْدُ فَسَدَ
سَرْمَدِهِ وَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ وَالْكَفَّارَةُ وَبِالْبَغِ
جَمَاعَةً مِنْ فَقْهَائِهِمْ حَيْثُ أَوْ جَبُّوا عَلَى

هَذَا الْكَذِبُ اِنَّهُ يَكْفُرُ بِالْجَمْعِ بَيْنَ عِنَقِ الرَّقْبَةِ
فِي مَيَامِ سَلَمَيْنِ وَاِطْعَامِ سِتَيْنِ مَسْكِينًا
وَمِنْ هَذَا اَيُّبَيْنُ مَعَنَاجِلُ اَوْ تَحَا مِلْمَ
مَنْ قَالَ بِانِّ الْاِمَامِ مَيْتَةً يُحْيِيَنَّوْنَ الْكَذِبَ
عَلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔

(مذاہب خمسہ ص ۱۵۶)

ذکر المفطرات)

ترجمہ:

اہل تشیع کہتے ہیں کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا۔ یا لکھا یا بیان کیا کہ اللہ اور اس کا رسول یوں کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔ تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اس پر اس کی قضا اور کفارہ ہو گا۔ شیعہ فقہاء کی ایک جماعت یہاں تک کہہ گئی کہ اس قسم کے جھوٹے پر لازم ہے غلام آزاد کرنا دو مہینوں کے متواتر روزے رکھنا اور ساٹھ مہینوں کو کھانا کھلانا، یتیموں کو کفارے بیک وقت ادا کرے اس سے اس شخص کی جہان اور اہل تشیع پر الزام تراشی بھی واضح ہو گئی جو یہ کہتا ہے کہ شیعہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا جائز قرار دیتے ہیں۔

۱

مؤمن کریہ

اس بات کو ہر شخص جانتا ہے کہ روزہ تین باتوں میں سے کسی ایک کے

واقع ہونے سے ٹوٹتا ہے۔ کھانا پینا اور جماع کرنا۔ بعض احادیث میں کئی ایک
 اخلاقی برائیوں کے صدور سے روزہ کی روح قائم نہیں رہتی۔ لیکن جھوٹ بولنے
 سے روزہ ٹوٹ جانا عقل و نقل کے خلاف ہے۔ زبان سے کسی چیز کو بوقتِ ضرورت
 کچھ کر تھوکر دینا، پانی سے کلی کرنا ان سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ہاں جھوٹ وغیرہ
 محرماتِ اخلاقیہ سے روزہ ٹوٹنے کا اس وقت قول کیا جاسکتا ہے۔ جب ان کے
 صدور سے کفر لازم آتا ہو۔ لیکن وہ بھی کفر کی وجہ سے روزہ ٹوٹے گا۔ اگر جھوٹ
 بولنے یا لکھنے کو کفر کہا جائے۔ تو ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ شیعہ ذاکرین و مرثیہ خواں اس سے
 ہرگز ہرگز بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ محافل و مجالس میں بہت سی جھوٹی باتیں ائمہ
 اہل بیت کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔ اور انہیں علم بھی ہوتا ہے۔ کہ ہم محض لوگوں کو
 خوش کرنے اور ان سے پیسے بٹورنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔ تو ان حالات
 میں نہ ان کا روزہ رہا۔ نہ ضرور قائم رہا اور نہ ہی نماز ادا ہوئی۔ آخر میں مذاہبِ خمسہ
 جو اذ مغلیہ نے جو اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ جھوٹ بولنے کا جہاں
 ہاں آنا شدید مجرم ہے۔ کہ اس سے روزہ تک ٹوٹ جاتا ہے۔ تو ایسے عقیدہ کے
 ہوتے ہوئے ہم پر یہ الزام دھرنا دو کہ شیعہ لوگ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ
 باندھتے ہیں۔ بالکل جہالت ہے۔ اور محض الزام تراشی ہے۔ سو اس بارے میں
 گزارش ہے۔ کہ آخر یہ تفتیہ۔ کس کا نام ہے۔ اس کی کب ضرورت پڑتی ہے۔
 اسی تفتیہ کرنے کو دیبول اہل تشیع امام جعفر نے یوں فرمایا۔ لَا دِیْنَ لِنَجْدٍ لَا
 تَقِیَّةَ لَنَا۔ جو تفتیہ نہیں کرتا اس کا دین ہے ہی نہیں۔ نیز فرمایا۔ کہ ہمارے
 آباؤ اجداد کا یہی وطیرہ رہا ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل محسنا اللہ عنہ امام جعفر علیہ السلام
 میں آچکی ہے۔ تفتیہ کے ہوتے ہوئے دو جھوٹ بولنے یا کہنے کی نفی کرنا بھی ایک
 جھوٹ ہے۔ اور لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِینَ۔ سنتے ہو! اللہ کی

پھٹکار ہے جھوٹوں پر۔

کیا یہ جھوٹ نہیں ہے؟

وسائل شیعہ جلد ۷ ص ۹۱ کا ایک حوالہ ذکر ہو چکا ہے۔ جس میں مذکور تھا۔ کہ
ڈبکی لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی کتاب میں چند صفحات آگے چل کر اسی
مسئلہ کو یوں لکھا گیا۔

وسائل الشیعہ

عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ ثَلَاثُ لَا يَحِلُّ عَبْدُ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ رَجُلٌ نَسَا زِيَمَةً تَمَسَّ فِي الْمَاءِ
مُتَعَمِّدًا عَلَيْهِ الْقَضَاءُ ذَلِكَ الْيَوْمَ قَالَ لَيْسَ عَلَيْهِ
قَضَاءٌ وَلَا يَعُودَنَّ۔

وسائل الشیعہ جلد ۷ ص ۲۷

ترجمہ:

اسحاق بن عمار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
پوچھا۔ اگر ایک شخص جان بوجھ کر پانی میں غوطہ لگائے۔ تو کیا اس پر
روزہ کی قضا ہے۔ جبکہ وہ روزہ سے ہو۔ فرمایا۔ اس پر اس دن
کے روزے کی قضا نہیں۔ اور نہ ہی وہ اسے لوٹائے گا۔

ان دونوں روایتوں میں سے ایک سچی اور دوسری جھوٹی ہے۔ یعنی غوطہ
لگانے سے روزہ بھی ٹوٹ جائے اور نہ بھی ٹوٹے یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہو
سکتیں۔ اب صاحب کتاب وسائل الشیعہ اپنی قوم کی صفائی پیش کر کے خود

بتا گیا۔ کہ اہل تشیع پر یہ الزام نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ اس کے رسول اور
حضرات ائمہ کرام پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ ان دونوں روایتوں سے جان چھڑانے
کا ایک ہی طریقہ باقی رہ جاتا ہے۔ کہ کہہ دیا جائے۔ کہ امام جعفر نے جو یہ فرمایا کہ غوطہ
لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ اصل مسئلہ ہے۔ اور نہ ٹوٹنے کی بات آپ نے
بطور تقیہ کہی۔ لیکن یہ بھی امام موصوف پر بہتان ہے۔ کیونکہ ہم تاریخی شواہد سے
اور وہ بھی کتب شیعہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حضرت امام کا زمانہ مذہب کے
عام پرچار کا زمانہ تھا اس میں کسی کا کوئی ڈرنہ تھا۔ اگر اسی طرح کے جوابات دیئے
جائیں۔ تو وہ فقہ جعفریہ کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہوگی۔ کیونکہ کسی مسئلہ کو معلوم کرنے
کے لیے کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔ ہمیں یہ ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ اس میں امام نے تقیہ
نہیں کیا۔ اور کلام میں امام نے تقیہ کیا۔ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے
کتنے جھوٹ بسنے پڑتے ہیں۔ یہی کچھ اہل تشیع کر رہے ہیں۔ خلاصی کا طریقہ صاف
اور سیدھا ہے۔ کہ مان لو۔ ہماری فقہ جھوٹی روایات کے پندے کا نام ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

کتاب الحج

دیگر ارکانِ اسلام کی طرح اہل تشیع نے رکنِ حج میں بھی دخل اندازی کی۔ اور کئی ایک عجیب و غریب مسئلے تراشے اور پھر انہیں امام صاحب کی طرف منسوب کر کے چھوڑا۔ چند ایک مسائل پیش خدمت ہیں۔ تاکہ تقابلی مطالعہ سے حقیقتِ حال سامنے آجائے۔

فقہ جعفریہ میں غیر مختون کا حج کرنا

باطل ہے

المبسوط :

وَلَا يَحْتَطِرُ فِي الزَّجْلِ بِالْبَيْتِ إِلَّا مَحْضُو نَأَمٍ

(المبسوط جلد اول ص ۵۸ کتاب الحج)

ترجمہ: جو شخص فتنہ شدہ نہیں اس کا طوافِ کعبہ قابلِ شمار نہیں۔

مذاہب خمسہ

قَالُوا أَيْضًا أَيْ إِلَّا مَا مِثْلَهُ يُشْتَرَطُ فِي الظَّائِفِ
الْخَتَانُ فَلَا يَصِحُّ الظُّلُوفُ مِنْ أَهْلِهِ رَجُلًا كَانَ
أَوْ صَبِيًّا۔

(مذاہب خمسہ ص ۲۳۲)

باب کیفیت الطواف

ترجمہ:

اہل تشیع یہ بھی کہتے ہیں کہ طواف کرنے والے کا قطنہ شدہ ہونا
شرط ہے۔ لہذا ہر اس شخص کا طواف نہیں ہوگا جس کا قطنہ نہ ہوا ہو
وہ مرد ہو یا بچہ۔

نوٹ

چونکہ طواف کعبہ (طواف زیارت) اہل تشیع کے نزدیک بھی فرض ہے
اس لیے جب طواف نہ ہو تو ایک فرض کے ادا نہ ہونے کی وجہ سے سرے
سے حج ہی نہ ہوگا۔ مندرجہ ذیل عبارت اسی کی تصدیق کرتی ہے۔

مذاہب خمسہ

وَاسْتَيْفَ بِرَبِّهِمْ رِثْمُونَ السَّنَةِ عَلَى أَنْ
هَذَا أَطُوفَةُ التَّلَاثَةِ مَشْرُوعَةٌ عَنْ
الثَّانِي وَهَذَا أَفْزَاكَ رُكْنًا مِنْ

اَرْكَانِ الْحَجِّ وَيَبْطُلُ بِتَرْكِهِ۔

(۱۔ مذاہب خمسہ ص ۲۳۰/اقسام طواف)

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۹ صفحہ نمبر ۳۶۵)

باب ان من ترك الطواف عمدا الخ

ترجمہ :

اہل تشیع اس پر متفق ہیں۔ کہ تین طواف مشروع ہیں۔ (طواف قدوم)

طواف زیارۃ، طواف وداع اور دوسرا طواف (طواف زیارۃ)

ارکان حج میں سے ایک رکن ہے۔ اور اس کے رہ جانے سے حج

باطل ہو جاتا ہے۔

بہذا معلوم ہوا کہ جس شخص کا عقدہ نہیں ہوا۔ اس کا طواف زیارۃ بھی نہ ہوا۔

اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کا سارا حج ہی باطل ہو گیا۔ اب اگر کوئی

شخص بلوغ کے بعد اسلام لائے۔ اور وہ بے چارہ عقدہ کراتا ہے۔ تو شرم دیا

اُڑ جاتی ہے۔ اور اگر بغیر عقدہ اسے حج پر جائے۔ تو طواف نہ ہونے کی

وجہ سے حج بھی بیکار۔ تو عدم ہوا۔ کہ یہ مسئلہ بھی دوسرے مسائل کی

طرح خود ساختہ ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

۱

عورت "محرم کے بغیر حج کر سکتی ہے"

بغیر محرم کے عورت کا حج پر روانہ ہونا جبکہ مسافت سفر کی مسافت سے زیادہ ہو، احناف کے نزدیک جائز نہیں۔ یا یوں کہہ لیا جائے کہ عورت پر حج کا فریضہ اگر کتاب لازم ہوتا ہے۔ جب دیگر شرائط کے ساتھ اس کا محرم بھی ساتھ ہو۔ لیکن اہل تشیع نے یہاں بھی ڈنڈی ماری ہے۔ اور بڑھی، جوان عورت کا امتیاز کیے بغیر بغیر محرم اس کا حج پر جانا جائز قرار دیا ہے۔ جس سے ان کی نفس پرستی اور خواہشات براری کے سیلوں کا پتہ چلتا ہے۔

فقہ الامام جعفر صادق

اِذَا اسْتَطَعَتِ الزَّوْجَةُ وَجَبَتْ عَلَيْهَا اَنْ
تَحُجَّ سِوَا اَذْنِ لَهَا الزَّوْجِ اَمْ لَمْ يَأْذَنْ
تَمَامًا كَمَا هِيَ حَالًا بِالنِّقَةِ اِلَى الصَّوْمِ وَالْعَلَقِ
وَالزَّكَاةِ وَلَقَدْ سِئِلَ الْاِمَامُ عَنْ امْرَأَةٍ مَرَّتْ بِهَا
مَنْزِلَةٌ اَتَتْ لَمْ تَكُنْ مَذْنُوبَةً لَمْ يَزِمَهَا
بِالنَّحْيِ قَالُ مَحْجُوزَاتُ الْمَذْنُوبَةِ بِالنَّحْيِ

فِي رِوَايَةِ أُخَرَ عَنِ عِنْدُ لَا طَاعَةَ لَدُ عَلَيْهَا فِي
حَاجَةِ الْإِسْلَامِ۔

(فقہ الامام جعفر صادق جلد دوم ص ۱۴۴)
مطبوعہ قم جدید

ترجمہ :

جب کسی کی بیوی صاحب استطاعت ہو جائے تو اس پر حج
کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ خواہ اس کا خاوند اسے اجازت دے
یا نہ دے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح اسے روزہ، نماز اور زکوٰۃ
کے لیے اپنے خاوند کی اجازت درکار نہیں ہوتی۔ امام جعفر صادق
سے پوچھا گیا کہ ایک عورت ابھی تک حج نہیں کر سکی۔ (اور صاحب
استطاعت بھی ہے) اور اس کا خاوند اسے حج کرنے کی اجازت
بھی نہیں دیتا۔ فرمایا۔ وہ حج ضرور کرے اگرچہ خاوند اجازت نہ بھی
دے۔ ایک اور روایت میں امام موصوف نے فرمایا۔ فرضی حج
ادا کرنے کے لیے عورت پر خاوند کی فرمانبرداری ضروری نہیں۔

المبسوط۔

قَدْ بَيَّنَّا أَنَّ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَاجِبَانِ عَلَى النِّسَاءِ
وَالرِّجَالِ وَشُرُوطُ وَاجِبُهُمَا عَلَيْهِنَ مِثْلُ
شُرُوطِ الرِّجَالِ سَوَاءٌ وَلَيْسَ مِنْ شَرْطِ الْوُجُوبِ
لَا مِنْ شَرْطِ صِحَّةِ الْأَدَاءِ وَجُودُ مَحْرَمٍ
بِهَا وَلَا زَوْجٌ وَمَنْحَى كَانَ لَهَا زَوْجٌ أَوْ ذُو مَحْرَمٍ

يَنْبَغِي أَنْ لَا تَخْرُجَ إِلَّا مَعَهُ فَإِنْ لَمْ يُسَا عِدْهَا
عَلَى ذَٰلِكَ جَازَ لَهَا أَنْ تُحَاجَّ حَاجَتَهُ الْإِسْلَامَ بِنَفْسِهَا
وَلَا طَاعَةَ لِرِزْوَجٍ عَلَيْهَا فِي ذَٰلِكَ -

(المبسوط جلد ۱ ص ۳۰۳)

ترجمہ:

ہم بیان کر چکے ہیں کہ حج اور عمرہ مرد اور عورت دونوں پر لازم ہیں اور ان کے وجوب کی شرائط عورتوں کے لیے بھی وہی ہیں جو مردوں کے لیے ہیں۔ حج کے وجوب اور ادائیگی کے لیے عورت کے ساتھ محرم کا ہونا کوئی ضروری نہیں اسی طرح خاوند کا بھی ساتھ ہونا کوئی شرط نہیں۔ اور اگر خاوند یا کوئی دوسرا محرم مل جائے۔ تو پھر ان کے ساتھ حج پر جانا چاہیے۔

تَبْصَرَةٌ

مذکورہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کو حج پر جانے کے لیے اگر کوئی مناسب محرم مل جائے۔ تو اس کے ساتھ ہو جانا چاہیے۔ لیکن یہ بھی ضروری نہیں۔ یعنی اگر محرم دستیاب نہ ہو۔ تو بھی حج کرنے ضرور جائے گی۔ لیکن اگر خاوند حج سے منع کرے تو اس کی پروا کیے بغیر وہ حج پر چلی جائے۔ خاوند کی نافرمانی کی مذمت نہ ہوگی۔ لیکن اس مسئلہ پر اہل تشیع نے ایک حدیث بھی پیش نہیں کی۔ جو مسند اور مرفوع ہو۔ اس کے برخلاف فقہ حنفی میں عورت کے بغیر محرم حج پر نہ جانے کے لیے بہت سی مسند اور مرفوع احادیث موجود ہیں۔ ایک حوالہ نامہ: ۵۰ ملاحظہ ہوں۔

فتح القدیر

من حدیث ابن عباس حد ثنا عمرو بن علی
 حد ثنا ابو عاصم عن ابن جریج اخبرنی
 عمرو و ابو دینار انہ سَمِعَ مَعْبَدَ امّولى ابنِ
 عباس یحَدِّثُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ
 صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَحِجُّ امْرَأَةً
 اِلَّا وَ مَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا نَبِیَّ اللّٰهُ اِنِّیْ اُكْبِتُ
 فِی عَشْرٍ وَ قَدْ كَذَبْتُ وَ امْرَأَتِی حَاجَتُنِیْ قَالَ اِرْجِعْ
 فَحِجِّ مَعَهَا۔

فتح القدیر جلد دوم ص ۲۶ کتاب الحج
 مطبوعہ مصر قدیم

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ان کا مولیٰ معبد روایت کرتا
 ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی عورت محرم کے
 بغیر حج کے لیے نہ نکلے۔ یہ سن کر ایک شخص بولا۔ یا رسول اللہ! میرا
 ام فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے۔ اور میں ادھر جانے کی نیازی میں
 ہوں۔ درمیری بیوی حج کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ فرمایا۔ باؤ۔
 اور اس نے ساتھ تم بھی حج کرو۔

فتح القدیر

فی الصحيحین عن قزح عن ابی سعید الخدری
 مَرَفُوعًا وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ بِيَوْمَيْنِ إِلَّا مَعَ
 زَوْجٍ بَا أَوْ ذُو مَحَرٍّ مِنْهَا وَ آخَرَ جَا عَنْ
 أَبِي مُرَيْرَةَ مَرَفُوعًا لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ
 تُسَافِرُ مِنْ بِلَادٍ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ سَيَرَةً
 يَوْمًا وَ لَيْلَةً إِلَّا مَعَ ذُو مَحَرٍّ عَلَيْهَا .

(فتح القدیر جلد دوم ص ۱۲۹)

ترجمہ:

حدیث مرفوع صحیحین میں ہے کہ کوئی عورت دو دن کا سفر اپنے
 خاوند یا محرم کے بغیر نہ کرے۔ ابو ہریرہ سے مرفوعاً آیا ہے
 کہ کسی عورت کے لیے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو یہ روز
 نہیں کہ وہ ایک دن اور ایک رات کے سفر پر بغیر محرم سے جائے۔

البدائع والسنائع

عن ابن عباس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَحْجُجْنَ امْرَأَةٌ إِلَّا بِأَمْرِ
 مَحَرٍّ مِنْهَا أَوْ ذُو مَحَرٍّ مِنْهَا وَلَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ
 إِلَّا بِأَمْرِ امْرِئٍ مَحَرٍّ مِنْهَا وَلَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ
 إِذَا سَفَرَتْ بِحُجَّتِهَا وَلَا تُسَافِرُ امْرَأَةٌ إِلَّا بِأَمْرِ
 مَحَرٍّ مِنْهَا أَوْ ذُو مَحَرٍّ مِنْهَا .

عَلَيْهَا..... وَالْخَوْفُ عِنْدَ اجْتِمَاعِهِمَا عَيْنًا أَكْثَرُ
وَلِذَا مُحْرَمَتٍ الْخُلُوعُ بِالْأَحْنَبِيَّةِ وَإِنْ كَانَ
مَعَ امْرَأَةٍ أُخْرَى..... إِنَّ الْمُحْرَمَ مَا وَالزَّوْجَ
مِنْ مُسْرُورَاتٍ حَقَّهَا بِمَنْزِلَةِ الزَّادِ وَالزَّاحِلَةِ
إِذْ لَا يُحْكِنُ لَهَا الْحَجَّ يَدُّوْنَهُ كَمَا لَا يُحْكِنُهَا
يَدُّوْنَ الزَّادِ وَالزَّاحِلَةَ۔

(البدائع والسنائع جلد دوم صفحہ نمبر ۱۳۲)

کتاب الحج فصل شہ لظ الحج

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں۔
اُپ نے فرمایا۔ خبردار! کوئی عورت محرم کے بغیر ہرگز ہرگز حج
پر نہ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی عورت تین دن تک
کاسفر بغیر محرم کے نہ کرے۔ یا اس کے ساتھ اس کا خاوند ہو۔ کیونکہ
جب اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہی خاوند ہو گا۔ تو اس کا امن تباہ
ہونے کا خطرہ ہے۔ اسی لیے اُس کا تنہا نکلنا درست نہیں ہے۔
اور اگر عورتیں ہی عورتیں مل کر جائیں۔ (مردان میں کوئی بھی نہ ہو)۔
تو خوف اور بڑھ جائے گا۔ اسی لیے اجنبی عورت کے ساتھ
تنہائی میں بیٹھنا حرام ہوا۔ اگرچہ اس کے ساتھ ایک ادھ عورت
اور بھی ہو۔ اور حج کی فرضیت دلی آیت ایسی عورتوں کو شامل
ہی نہیں ہے۔ جن کے خاوند یا محرم ساتھ نہ ہوں۔ کیونکہ تنہا عورت
اونٹ یا گھوڑے پر سوار ہونے اور اس سے اُترنے پر قادر

نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ کسی ایسے کی محتاج ہوگی۔ جو اسے سوا کرے اور بوقت ضرورت نیچے اتارے۔ اور ایسا کرنا فائدہ مند یا محرم کے بغیر کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں ہے۔ لہذا عورت (فائدہ مند یا محرم نہ ہونے کی صورت میں) صاحب استطاعت ہوئی۔ اس لیے قرآن کریم کی آیت مذکورہ میں وہ شامل نہ ہوگی۔

محرم یا فائدہ مند کا عورت کے ساتھ حج کے دوران ہونا یا عورت کی ضروریات حج میں سے ہے۔ جس طرح زادِ راہ اور سواری ضروریات میں سے ہیں کیونکہ محرم یا فائدہ مند کے بغیر عورت کا حج کرنا ناممکن ہے۔ جس طرح زادِ راہ اور راہِ عملہ کے بغیر ناممکن ہوتا ہے۔

لمحکمہ

حضرات قارئین کرام! اہل تشیع کی کتب سے اس بارے میں حوالہ جات آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کہ عورت پر حج فرض ہونے کے لیے وہی شرائط ہیں۔ جو مردوں کے لیے ہوتی ہیں۔ اگر محرم یا فائدہ مند ساتھ نہ بھی ہو تو بھی اسے حج ضرور کرنا چاہیے۔ لے دے کے ان لوگوں کو جو دلیل نظر آئی۔ وہ یہ کہ جب نماز روزہ اور زکوٰۃ کے لیے محرم کا ہونا اور اس کی اجازت درکار نہیں۔ تو پھر حج کے لیے یہ باتیں کیونکر شرائط بن سکتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ان کا یہ قیاس اتنا س کا مذاق اڑانا ہے۔ اگر قیاس اسی کا نام ہے۔ تو پھر نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے لیے حج کی طرح زادِ راہ اور سواری کا ہونا بھی لازمی امر ہونا چاہیے تھا۔ یعنی جس کے پاس سواری نہیں۔ چونکہ اس پر حج فرض نہیں ہوتا اس لیے نماز بھی حج کی طرح ایک رکنِ اسلام ہے۔ اس لیے یہ بھی معاف ہو جائے۔ روزہ بھی سواری نہ ہونے

کی صورت میں فرض نہ رہے۔ اس قیاس کو کہ ان بے وقوف تسلیم کرے گا۔ اسی لیے جب اہل تشیع کے پاس ایک حدیث بھی مسند اور مرفوع اس بارے میں نہ تھی تو احماد علی دہلوی۔ اور وہ بھی ایسی کہ جسے سن کر ہر دیلم ان کی بے وقوفی پر ہنس دے گا۔ اس کے برخلاف اہل سنت کے مسند پر ثبت سی احادیث ثلاث کرتی ہیں۔ جو گزشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ وہ دلائل زردے نعل قابل و نوق ہیں۔

دیجئے جب ہمارے اور اہل تشیع کے نزدیک بالاتفاق ہرج پر جانت والے کے لیے خرچہ اور سواری کا بندوبست ہونا لازمی ہے۔ اب یہی دو باتیں جب عورت کے لیے شرط ٹھہریں۔ تو سواری پر بٹھانا یا اس سے اترنے میں اس کی مدد یا سوائے مرد کے اور کون کر سکتا ہے۔ اگر مدد کرنے والا محرم یا اپنا خاوند ہو تو اس سے فتنہ کا کوئی خطرہ نہیں۔ اور اگر غیر محرم ہو۔ تو ہر طرح خطرہ ہی خطرہ ہو گا۔ گویا اہل تشیع عورت کو محرم کے بغیر حج پر بھیج کر اس کو اور اس کے گھر بار کو دیران کرنے پر تے ہوئے ہیں۔ خاوند اجازت نہیں دے رہا۔ دوسرا محرم کوئی ساتھ نہیں۔ ایسی حاجتیں جب حج سے فارغ ہو کر اپنے خاوند کے گھر آئے گی۔ تو کونسا منہ لے کر اس گھر میں داخل ہوگی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ خاوند اسے اس سرکشی پر فارغ کر دے۔ یہ کوئی خدمت نہیں۔ اور نہ ہی مزاج اسلام کے مطابق مسند ہے۔



فقہ الامام جعفر صادق

كَوْكَانَ عِنْدَهُ مِنْ أَمْوَالٍ مَا يَكْفِيهِ لِلزَّوْاجِ فَقَطَّ

أَوِ الْحَجِّ فَقَطَّ فَإِلَهُمَا يَقْدَمُ؟

الجواب: لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ أَنَّ الزَّوْاجَ مِنْ حَيْثُ
هُوَ سُورَةٌ مِنْ مُرُورِيَّاتِ الْحَيَاةِ تَمَّا مَّا
كَامُلْبَسٍ وَالْمُسْكَنِ فَمَنْ اِحْتَنَاجَ إِلَيْهِ أَوْ كَانَ
مِنْ أَمْثَالِهِ يَتَزَوَّجُونَ وَيَسْأَلُهُ النَّاسُ مَتَى
تَتَزَوَّجُ؟ فَيُؤَدِّمُ الزَّوْاجَ حَتَّى وَكَوْكَامُ يَخْمِنُ
الْعَتَّتِ وَالْمَرْغَضِ أَوْ ائْتَوْا تَرْغَعُ فِي الْبَيْتِ كَمَا قَيَّدَهُ
بَعْضُ الشُّعْبَاءِ بَلْ إِذَا اِحْتَنَاجَ أَوْ لَادَةُ الْحَوَا
الزَّوْاجَ جَارَ أَنْهُ أَنْ يُصْرَبَ وَمَا لَدَيْهِ مِنْ أَمْوَالٍ
فِي تَزْوِيجِهِمْ وَجَهَانِ هُمْ۔

(فقہ الامام جعفر صادق جلد ۱ ص ۱۲۲) بیورو نمبر ۱۰۰۰۰۰۰۰

ج جیسے رہ گیا جب یہ تعلق قائم ہو گیا سب اس کی اہمیت اور ضرورت ختم ہو گئی اور ج کی اہمیت غالب آگئی عجیب مناقضہ ہے۔ جب مرد کو ضرورت زندگی کے پورا کرنے کا وقت ملا۔ تو شیعہ فقہ عورت کو ج پر روانہ کر دیتی ہے۔ کیا فائدہ بیچارے کی زندگی یہاں تک ہی تھی۔ اور اس کی ضرورت ایجاب و قبول ہونے پر پوری ہو گئی؟ ان مسائل کو دیکھ کر ہر ذی عقل یہی کہے گا۔ کہ ان کا نہ کسی امام کے ارشاد میں اور نہ ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں کوئی وجود نظر آتا ہے یہ سب کچھ ”مجان علی“ کی اختراع ہے۔

”فقہ جعفریہ“ میں شیطان کو کنکریاں

مارنے میں رعایت

افعال ج میں سے یہ بھی ہے۔ کہ ذوالحجہ کی دس گیارہ اور بارہ تاریخ کو منی میں تینوں جگہوں پر شیطان کو کنکریاں ماری جائیں۔ جسے عربی اصلاح میں ”رمی الجمار“ کہتے ہیں۔ یہ فعل ائمہ اربعہ کے ردیک واجب ہے۔ اور اس کے تارک پر ایک نربانی بطور جبر نقصان دنیا لازمی ہے۔ لیکن فقہ جعفریہ کی رعایت ملاحظہ ہو۔

مذاہب خمسہ

قَالَ الْإِمَامُ مَيْمُونُ إِذَا نَسِيَ رَمَى جَمْرَةٍ أَوْ بَعْدَهَا
عَادَ مِنَ الْعَدَمِ ذَاتُ آيَاتِ الشَّيْطَانِ نَقِيًّا إِنَّ

فَبِمَا كَفَرْنَا بِهِ وَأَلَيْنَا عَلَىٰ آلِهَةٍ
وَجَبَ عَلَيْهِ الرُّجُوعُ إِلَىٰ مِنَّا وَلَٰكِن
إِنْ كُنْتُمْ آتِيَا مَرُاتِلًا فَيَكْفُرُوا
بِالْأَقْصَىٰ مِنَ السَّنَةِ الْقَادِمَةِ يَنْقُصُوا
عَنْهُ وَلَا كُنَّا رَءُوفِينَ

(مذاہب خمسہ ص ۲۷۶)

(الرحی ایام التشریق -)

ترجمہ:

اہل تشیع کہتے ہیں۔ کہ جب کوئی شخص جبرہ کی رمی کرنا بھول گیا۔ یا بعض رمی بھول گیا۔ تو دوسرے دن صبح واپس آکر رمی کرے جب تک ایام تشریق باقی ہیں۔ اور اگر تمام جمرات کی رمی بھول کر چھوڑ گیا۔ حتیٰ کہ مکہ میں چلا آیا۔ تو اس پر واپس منیٰ میں آنا واجب ہے۔ اور رمی کرے گا۔ اگر یہ ایام تشریق باقی ہیں۔ اور اگر یہ دن گزر گئے۔ تو آئندہ سال خود یہ شخص آکر رمی کو ادا کرے۔ یا پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔ بہر حال اس پر کفارہ نہیں ہے۔

محکم دلائل

حضرات ائمہ اربعہ کے نزدیک رمی جمرات کے چھوڑنے پر ایک دم دینا

یہ ہے۔ اس کے بغیر یہ نقصان پورا نہیں ہوگا۔ آپ اس سے اس فعل کی اہمیت

کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ لیکن اہل تشیع کے ہاں سر سے اس کا کفارہ ہے ہی

نہیں۔ یعنی کوئی اتنا بڑا جرم نہیں اور اتنا بڑا جج میں نقصان نہیں ہوا۔ کہ جس کے

پورا کرنے کے لیے دُومِ اقر بانی دینا پڑے۔ یا تو اگلے سال آگیا تو اس سال کی رمی ہوئی رمی کو پورا کر لے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ سے توبہ مانگے۔ بس نقصان پورا ہو گیا! ہل شیخ نے اپنی برادری کے لیے ایک بھاری اور مشکل کام بہت آسان کر دیا۔ ایام تشریق میں تینوں جہرات کی رمی اتھائی مشکل کام ہے۔ اور اسے یوں آسان بنا دیا گیا۔ جیسے مکھن سے بال نکال دیا جائے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

ذرائع بیان از

پیر طریقت را مبر شریعت و افاضہ حقیقت

پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیسیانوار شریف ضلع گوجرانوالہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

فقہ جعفریہ کی حقیقت کیا ہے؟ اس کو ائمہ اہل بیت اطہار کے ساتھ کیا نسبت ہے۔ اور یہ فقہ کس حد تک قابل عمل ہے؟ یہ امور بالتفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکے۔ جن کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ قارئین کرام نے پیش نظر کتاب کا مطالعہ کر کے بخوبی جان لیا ہو گا۔ کہ فقہ جعفریہ ان چند بے بنیاد روایات اور من گھڑت فقہی مساک کی مجموعہ ہے۔ جو شیعوں نے از خود وضع کر کے ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیے۔

فقہ جعفریہ کے بے بنیاد ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ائمہ اہل بیت کے اپنے فرامین کے مطابق ان کی وہی روایت قابل قبول اور قابل عمل ہے جو قرآن کے موافق ہو۔ ان کا ارشاد ہے کہ اگر ہماری طرف سے بیان کردہ کوئی روایت تمہیں کوٹے اور قرآن کے خلاف ہو تو اسے بزرگ تسلیم نہ کرو۔ شیعوں کی معتبر کتاب امامیہ مذکورہ میں ہے۔

امالی شیخ صدوق

عَنِ الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ (ع) عَنْ أَبِيهِ عَنْ
جَدِّهِ قَالَ قَالَ عَلِيُّ (ع) إِنَّ عَلَى كُلِّ حَقِّ حَقِيقَةً رُكِّلَ
صَوَابٌ نُورًا فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللَّهِ فَخَذُّوهُ وَمَا
خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ فَدَعُوهُ

(امالی صدوق المجلس التاسع
وخمسون ص ۲۲)

ترجمہ:

امام جعفر صادق اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت
کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ ہر حق بات کی حقیقت ہے اور ہر
صحیح روایت کے لیے درہے۔ تو جو روایت قرآن کے موافق ہو اسے
لے لو اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔
اسی طرح ایک اور جگہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔

رجال کشی

لَا تَقْبَلُوا عَلَيْنَا حَدِيثًا لَمْ يَأْتِ بِهٖ الْقِسْرَانُ
أَوِ السَّنَّةُ أَوْ تَجِدُون مَعَهُ شَاهِدًا مِنْ
أَحَادِيثِنَا الْمَتَّقَةِ فَإِنَّ الْمَغْيِرَةَ لَعْنَهُ اللَّهُ دَسَّ
فِي كِتَابِ أَصْحَابِ أَبِي حَادِيٍّ لَمْ يَحْدِثْ بِهَا ابْنُ -
(رجال کشی ص ۱۹۵: ۱۹۶ زبیر بن سعید)

ترجمہ:

اے لوگو! ہماری طرف کوئی روایت اس وقت قبول کرو جب وہ قرآن و سنت کے موافق ہو یا اس سے سابق روایات اس کی تائید کرتی ہوں۔ کیونکہ مغیرہ پر خدا لعنت کرے اُس نے میرے والد کے اصحاب کی کتابوں میں اپنی وضع کردہ احادیث داخل کر دی ہیں جو میرے والد نے ارشاد ہی نہیں فرمائیں۔

یاد رہے مذکورہ بالا عبارت میں لفظ سنت اور سابق روایات کے الفاظ سے کسی کو دھوکہ نہ ہو کیونکہ اس سے مراد بھی ائمہ اہل بیت کی وہی روایات ہیں جن میں مغیرہ جیسے شیعوں نے تحریف کاری کی ہوئی ہے۔ اور ان کی تصدیق و توثیق کے لیے بھی قرآن سے موافقت کا ہی ایک معیار ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ بقول ائمہ اہل بیت ان کی وہی روایت قابل قبول ہے۔ جو قرآن کے موافق ہو اور یاد رہے کہ قرآن شیعوں کے نزدیک تحریف شدہ ہے اور اس پر ان کی متواتر روایات موجود ہیں۔ دیکھئے۔

انوار نعمانیہ

ان تسلیم خرا تراها عن المعجی الالہی و کون
الکل قد نزل بہ الروح الامین بفضی الی
طرح الاخبار المستفیضة بل المتواترة الدالہ
بصر بجنہ اعلیٰ و فرغ التحریف فی القرآن کلاماً
وہدۃ راہ

۱ انوار نعمانیہ جلد ۲ ص ۲۵۷

ترجمہ:

اگر بیان لیا جائے کہ قرآن وحی الہی سے اب تک متواتر چلا آ رہا ہے اور یہ سارے کا سارا وہی ہے جو جبریل امین لے کر آئے تھے تو پھر ان تمام مستفیض بلکہ متواتر روایات کو چھوڑنا پڑے گا جو صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کہ قرآن اپنی عبارت۔ الفاظ و اعراب کے لحاظ سے تحریف شدہ ہے۔

یعنی فقہ جعفریہ کی روایات کی صحت قرآن پر موقوف ہے اور قرآن تحریف شدہ ہے نتیجہ یہ ہوا کہ فقہ جعفریہ کی کوئی بنیاد نہیں ہے بلکہ یہ من گھڑت اور خانہ ساز روایات کا مجموعہ ہے۔ اور اس کے من گھڑت ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ اگر اسے تسلیم کریں تو قرآن تحریف شدہ قرار پاتا ہے اور اگر قرآن کو صحیح مانیں تو فقہ جعفریہ کی روایات کو غلط کہنا پڑتا ہے۔ تو ایک عقل مند آدمی یہی فیصلہ کرے گا۔ کہ قرآن تو بے شک صحیح اور غیر تحریف شدہ کتاب ہے مگر شیعہ روایات اور ان پر مبنی فقہ مکمل طور پر من گھڑت اور موضوع ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

مسید محمد باقر علی

خادم آستان عالیہ حضرت کیلیا نوار شریف ضلع گوجرانوالہ

ۛ

رد شیعہ میں ہماری مہیومات کا مختصر تعارف

پہلی کتاب

تحفہ جعفریہ - ۵ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہ

اس کتاب کے تمام تر مضامین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فواکھ گرد گنجینہ ہیں

مضامین بعد اول | مقدمہ - اس بارہ میں کہ مشہور شیعہ مؤرخین کا اجماع ہے کہ شیعہ مذہب کا بانی جبرائیل بن سبا یہودی ہے۔ باب دوم اختلاف اس باب میں اولائشیوں کے وہ دلائل پیش کیے ہیں جو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر قائم کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ شیعہ کتب کی روشنی میں ان کا بنیادیت ٹھوس اور محققانہ رد کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر قرآن مجید اور شیعہ کتب و زنی دلائل درج کیے گئے ہیں۔ ہر دلیل اپنی جگہ ایک تحقیقی بتا رہا ہے۔ باب دوم - اس میں دو فصلیں ہیں پہلی فصل میں شیعہوں کے اس دعوے کی تردید کی گئی ہے کہ حضرت علی سے دست مہلبی اکبر پر جبرائیلیت لی گئی تھی۔ اور فصل دوم میں شیعہ کی تضاد بیانی واضح کی گئی ہے۔ کہ ایک طرف شیعہ حضرت علی کی طاقت و قوت خدا تک پہنچاتے ہیں اور دوسری طرف انہیں جہالت و نادانیت ثابت کرتے ہیں۔ باب سوم

اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کمال الامانی اور متقی ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیعہ سے نو حد و فوائدی دلائل ہیں۔ باب چہارم۔ یہ باب فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق ہے (فصل اول) میں فضائل جو صحابہ کرام از کتب شیعہ (فصل دوم) میں کتب شیعہ سے خلفاء ثلاثہ کے مشترک فضائل (فصل سوم) میں ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم تینوں صحابہ کے علیحدہ علیحدہ مناقب بیان کیے گئے ہیں جو مکمل طور پر کتب شیعہ سے لیے گئے ہیں۔ کوئی انصاف پسند انہیں پڑھ کر شیعہ نہیں رہ سکتا۔

مضامین جلد دوم

باب اول۔ خلفاء ثلاثہ کے نبی و آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاندانی و رشتہ جاتی تعلقات کے بارے میں ہے (فصل اول) اس میں ابو بکر صدیق اور ان کے اہل بیت کے نبی و آل نبی سات رشتہ داریاں کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہیں۔ (فصل دوم) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نبی و آل نبی سے رشتہ داریاں اس ضمن میں نکاح ام کلثوم کے بارے میں چار موبیل و عریض تحقیقی ابکات ہیں۔ (فصل سوم) عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نبی و آل نبی سے اٹھ رشتہ داریاں از کتب شیعہ۔ اس ضمن میں مسند بنات رسول پر کتب شیعہ کی روشنی میں بے مثل تحقیق المائی گئی ہے جو اس موضوع پر شیعوں کو عاجز کر دینے کے لیے کافی ہے۔ باب دوم۔ نبی مصلیٰ سلام علیہ تھے اور اہل بیت رسول سے خلفاء ثلاثہ کے خوشگوار تعلقات۔ یہ بات تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ باب سوم۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور غوامید کے اہل بیت رسول سے مذہبی تعلقات (فصل اول) شان امیر معاویہ کتب اہل سنت و اہل شیعہ سے (فصل دوم)

امیر معاویہ اور ان کے خاندان کے نبی جلیل السلام اور نبوہاشم سے نسب و خاندانی تعلقات۔ فصل سوم۔ دست امیر معاویہ پر حسین کریمین کی بیعت کا ثبوت از کتب شیعہ۔ باب چہارم۔ فضائل اہمات المؤمنین از واج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول۔ قرآن کی روشنی میں از واج رسول آپ کی اہلبیت میں داخل ہیں۔ فصل دوم۔ فضائل جملہ از واج از قرآن و کتب شیعہ فصل سوم۔ فضائل سیدہ ماکثرہ و خضہ رضی اللہ عنہا۔

مضامین جلد سوم

باب اول۔ (بحث فدک) اس میں آٹھ تفصیلات ہیں۔ فصل اول۔ باغ فدک کی تحقیقی بحث جغرافیائی حدود۔ فصل دوم۔ شمول فدک در مال فنی اور فنی کا حکم از قرآن کتب شیعہ۔ فصل سوم۔ سیدہ فاطمہ کی ابو بکر صدیق سے ناراضگی کی تحقیقی۔ فصل چہارم۔ نبی رسول کی ناراضگی استحقاق خلافت پر اثر انداز نہیں۔ فصل پنجم۔ ہبہ فدک کی سنی روایات کی جرح فصل ششم۔ انبیاء کی مالی میراث نہیں ہوتی۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہفتم۔ سیدہ فاطمہ رضہ صدیق اکبر سے راضی تھیں۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہشتم۔ جنازہ سیدہ فاطمہ میں صدیق و فاروق کی عدم شمولیت کے معنی کا جواب۔ باب دوم۔ سے باب ہفتم۔ ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی سیدہ ماکثرہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم پر شیعوں کے بعض اعتراضات کا نہایت ٹھوس اور منہ توڑ جواب ہے

مضامین جلد چہارم

جلد سوم کی طرح یہ بھی غلط صحابہ پر کیے گئے اعتراضات کے جواب

میں ہے۔ جلد سوم اور جلد چہارم میں درج شدہ بعض اعتراضات یہ ہیں۔ علامہ ابہ میدان احمد سے بھاگ گئے۔ ملا ابوبکر صدیقی سے سورہ برادہ کے اعلان کی ذمہ داری نبی علیہ السلام نے واپس لے کر علی المرتضیٰ کو دے دی تھی۔ ملا حدیث قرطاس۔ ملا عمر فاروق نے سیدہ فاطمہ کو زندہ جلا دینے کی دھمکی دی۔ ۵ اور سیدہ فاطمہ کے بطن پر دروازہ گرا کر حمل خالی کر دیا۔ ملا حضرت عمر فاروق کو مدینہ میں نبی کی رسالت میں شدید شک ہو گیا تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کی منہ توڑ تردید۔ بعض اعتراضات یہ ہیں۔ ملا مروان کو نبی علیہ السلام نے مدینہ سے نکالا اور عثمان نے واپس بلایا۔ ملا عثمان نے نسبت رسول ام کلثومؓ کو قتل کیا۔ اور اس کی لاش سے جماع کیا۔ (معاذ اللہ) ملا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو جلا وطن کر دیا۔ ملا عبد اللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کر دیا۔ ۵ مقتدر صحابہ کو معزول کر کے اپنے رشتہ داروں کو گورنریاں دے دیں۔ اس ضمن میں عثمانی گورنروں اور عمال کی فتوحات اور کارنامے شیوہ کتب سے مفصل پیش کیے گئے ہیں۔ ملا اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عطیات دیے، ربا قیبت لوگ مخالف ہو گئے اور عثمان غنی کو قتل ہونا پڑا۔ ۵ تین دن تک لاش کوڑے کرکٹ پر پڑھی رہی۔ اسی طرح سیدہ عائشہ مدینہ رضی اللہ عنہا پر اعتراضات کا جواب بھی قابل دید ہے۔ بعض یہ ہیں ملا پردہ کے احکامات کی مخالفت کی مدخلیہ برحق سے بغاوت کی ملا ام حسن کو دودھ رسول میں دفن نہ ہونے دیا اور لاش پر تیر پیسے۔ اس ضمن میں جنگ جمل اور جنگ صفین کا پس منظر اور بعض شہادت کا قابل مطالعہ انداز جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

تحفہ جعفریہ جلد پنجم: ان علیوں دو باب ہیں

باب اول: میر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے مطامن کے دندان شکن جوابات
طعن: حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دور خلافت میں غلیب حضرات کو حکم دے رکھا تھا
کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کیا کریں (معاذ اللہ)

طعن: حضرت امیر معاویہؓ نے عبد شمس کی کہ اور حضرت امام حسنؓ کو بجائے یزید کو ولی جہد بنایا
طعن: حضرت امیر معاویہؓ نے اس شرط کی مخالفت کی کہ اپنے بعد مسلمانوں کو شوریٰ پر تہیہ دینے کے
طعن چہارم: حضرت امیر معاویہؓ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زبردستی شہید کر دیا۔

طعن پنجم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے قاتل ہیں
طعن ششم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں یزید کو ولی جہد
بنا کر مسلمانوں کی خون ریزی کی بنیاد رکھی۔

طعن ہفتم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول جناب محمدؐ کی کوہِ وقیعہ پر قتل کیا۔
باب دوم: اہل تشیع کے مشہور مطامن و اعتراضات کے چند اہم تحقیقی جوابات کے ساتھ ساتھ
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی ایک اور جھلک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
وسیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باہم الفت کا تذکرہ اس باب میں بھی چند فصول ہیں۔
فصل: بکر بن ابی معیطؓ میں جانے والی ام کلثومؓ جو امام مسلم کی زوجہ تھیں۔ وہ سیدہ فاطمہ الزہراؓ
رضی اللہ عنہا کے صاحبزادی تھیں اور وہ ام کلثومؓ جو حضرت فاروق اعظمؓ کی زوجہ تھیں۔ وہ
فاتحہ جنت کے بطنِ اقدس سے تھیں۔

فصل: ام کلثومؓ بنت علیؓ کا عقد عمر فاروقؓ سے باہمی رضامندی سے ہوا۔
فصل: اس میں درج ذیل مطامن اور ان کے جوابات درج کیے گئے ہیں۔

طعن: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حسینؓ کو اچھا نہ سمجھتی تھیں۔

طعن: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علیؓ سے نفص و عناد تھا۔

طعن سوم: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علیؓ پر گالی گھونچ کئے جانے کو پسند کرتی تھیں۔

طعن چہارم: سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کو اپنی سوتیلی ماؤں سے شکایت رہتی تھی!

طعن پنجم: سیدہ عائشہ نے حضرت فاطمہ زہراءؓ کی وفات پر اظہارِ افسوس تک نہ کیا

طعن ششم: سیدہ زہراؓ کے جنازہ پر آنے سے سیدہ عائشہ کو زبردستی روکا گیا۔ اور

ابو بکر صدیقؓ کی سفارش بھی ٹھکرا دی گئی۔

طعن ہفتم: حضرت عثمان غنیؓ کے قتل میں جناب طلحہؓ اور زبیرؓ کے علاوہ ام المومنین سیدہ

عائشہؓ بھی لوث تھیں۔

طعن ہشتم: سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے قتل عثمانؓ کی کوشش کی۔

طعن نہم: حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ رضی اللہ عنہما ہی حضرت عثمانؓ کے قاتل ہیں۔

طعن دہم: حضرت عائشہ صدیقہؓ کا گھر فتنوں کی جگہ تھا۔

طعن یازدہم: حضرت طلحہؓ نے یہ تمنا کی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے

بے کر شیعہ فرقہ ہی امام حسینؓ دال بنی کا قاتل ہے۔

آگے فصل نہم سے سیزدہم تک امام زین العابدینؓ سے لے کر امام

مہدیؓ تک اپنے مقرر کردہ اماموں کی شان میں شیعوں کی بے ادبیاں اور

گستاخیاں درج کی گئی ہیں۔

باب دوم: مائت اہل بیت کی شیعوں سے بیزاری اور ان کے حق

میں ان کی بددعاؤں کا مفصل تذکرہ۔ جو تعجب خیز بھی ہے اور عبرت انگیز بھی

باب سوم: بحث بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم، فصل اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ قرآن کریم اور کتب شیعہ سے شمس و دلائل (فصل دوم)

چار عدد بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم روایات کے راویوں پر شیعہ مؤویروں کی

نامہ زنیہ کا جائز کن محاسبہ، فصل سوم: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو دیکھ

بعد ان کی زوجہ عائشہ صدیقہ سے شادی کروں گا۔

طعن دوازدهم: مکرر صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے نکاح کیا تھا
فصل چہارم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں اس پر چند تحقیقی حوالہ جات۔
فصل پنجم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی کتب شیعہ سے
مزید جھلکیاں۔

فصل ششم: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
کے مابین مثالی محبت و الفت۔

دوسری کتاب

عقائد جعفریہ ۳ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہ

یہ کتاب شیعہ فرقہ کے عقائد کا حقیقت نما آئینہ ہے

۱۔ صاحب بن جلد اول:

باب اول: شیعہ فرقہ کے گستاخانہ عقائد۔ (فصل اول) اللہ کی شان میں
شیعوں کی گستاخیاں۔ (فصل دوم) شانِ جلالِ نبیاء میں گستاخیاں (فصل سوم)
شانِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبیاں (فصل چہارم) شانِ اموات
المومنین و ریح میں شیعوں کی گستاخیاں (فصل پنجم) شانِ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں
شیعوں کی گستاخیاں (فصل ششم) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عظمت میں بے باکیاں
(فصل ہفتم) شانِ امام حسن میں گستاخیاں (فصل ہشتم) امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں
گستاخیاں۔ اس ضمن میں کتب شیعہ سے بڑی شرح و بسط کے ساتھ ثبوت کیا گیا

یعنی معض پر درودہ بیٹیاں ثابت کرنے پر شیعوں کے دلائل کا سخت ترین علمی محاسبہ۔

مضامین جلد دوم

باب اول۔ (بحث امامت) (فصل اول) مسئلہ امامت کے متعلق
سنی عقائد کا خلاصہ سادہ شیعوں کا یہ عقیدہ کہ بارہ اماموں میں سے کسی کی امامت
کا منکر یا ان کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کرنے والا یا اسے امام ماننے والا کافر و
مرتد ہے۔ یہ بارہ امام اللہ کی طرف سے مخصوص ہیں (فصل دوم) شیعوں کے ہاں
امامت کی شرط اول مخصوص من اللہ ہونے کی تردید پر مفصل دلیل۔ (دلیل اول)۔
آل رسول میں سے مقتدی شخصیات نے ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ کیا
چنانچہ اس دلیل میں ثابت کیا گیا کہ امام زین العابدین کے مقابلہ میں محمد
بن حنفیہ فرزند علی المرتضیٰ نے دعویٰ امامت کیا۔ امام باقر کے مقابلہ میں حضرت
زید بن امام زین العابدین نے۔ امام جعفر کے مقابلہ میں نفس زکیہ آل امام حسن نے
اور اسی طرح دیگر ائمہ کی امامت کا انکار کرتے ہوئے ان کے مقابلہ میں آل رسول
کی بزرگ تر شخصیات دعویٰ امامت کرتی رہیں۔ دلیل دوم۔ کسی خاص شخص کے
لیے امامت و خلافت کے مخصوص ہونے سے اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت اور دیگر ائمہ اہل بیت کا انکار از کتب شیعہ (فصل سوم) شیعوں کے
نزدیک امامت و خلافت کی دوسری شرط امام کے معصوم ہونے کی تردید
اقوال ائمہ اہل بیت کی روشنی میں۔

باب دوم شیعوں کی طرف اہل سنت پر امامت و خلافت سے متعلق بعض اعتراضات کا جواب
باب سوم۔ اس میں زید کو اہل سنت کا کام قرار دینے پر شیعوں کے
دلائل و اعتراضات۔ اور اہل سنت کے ہاں زید کی پست ترین حیثیت کا
بیان ہے۔ نیز اس ضمن میں شیعہ کتب میں ثابت کیا گیا ہے کہ زید نے

قتل حسین پر منہ پٹیا۔ سب پہلے ماتم کیا۔ اور یزید سے بڑا عجب، اہل بیت کا کوئی نہ قتل
مضامین جلد سوم: اس جلد میں تین امور پر بحث کی گئی ہے۔

- ۱۔ کرا اسلام کیا اور کتنا ہے۔ اور لفظ علی ولی اللہ کلمہ کا جز بنانا جائز ہے یا نہیں
 - ۲۔ تحریر قرآن کی طویل بحث۔ اس بحث میں شیعہ کتب سے شمار سے زائد
ہدایت وزنی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ شیعہ فرقہ کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں ہے۔
 - ۳۔ بحث آئینہ تفتیح کیا ہے شیعوں کے ہاں اس کی کیا فضیلت ہے اور اس کے بطلان کے دلائل۔
- عقائد جعفریہ جلد چہارم

یہ جلد چار ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ اور اس بارے میں چار مطاعن کا
جواب اس باب میں مذکور ہوئے۔

طعن اول: صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا۔

طعن دوم:

اگر صحابہ کرام میں محبت رسول تھی۔ تو آپ کی تدفین سے قبل خلافت کے لیے
دوڑ و دوپ کیوں کی؟

طعن سوم:

صحابہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے جنازہ رسول میں تاخیر ہوئی۔

طعن چہارم:

ابو بکر، عمر اس وقت لوٹے جب آپ کی تجہیز و تکفین ہو چکی تھی۔

ان مطاعن کے علاوہ ایک الزامی چیلنج کہ کوئی شیعہ کسی مسند مرفوعہ اور
سمیع حدیث سے یہ ثابت کر دکھائے۔ کہ تین ہی شیعہ حضرت علی المرتضیٰ کی نہ جنازہ

میں موجود تھے۔ تو منہ مانگا انعام پانچ

باب دوم فضائل اہل بیت میں

اس باب میں بارہ ائمہ اہل بیت کے فضائل و مناقب کتب اہل سنت سے پیش کیے گئے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ اہل بیت کے حقیقی محب اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔

باب سوم

بحث تہیہ۔ اس بحث کو چند فصول میں بیان کیا گیا۔
فصل اول: تہیہ کے متعلق شیعہ سنی نظریات۔

فصل دوم

اثبات تہیہ پر شیعہ دلائل اور ان کے جوابات۔

فصل سوم

اہل تشیع کے ہاں تہیہ کے فضائل اور اس کے ترک پر وعیدات۔

فصل چہارم

وسعت تہیہ۔

فصل پنجم:

تردید تہیہ میں قرآن کریم اور کتب شیعہ سے دلائل

فصل ششم:

دعا اور بخشش طلب کرنے وقت لعنت۔

فصل ہفتم:

تہیہ کی شکل میں ائمہ اہل بیت پر لعنت با نرے۔

باب چہارم: لفظ شیعہ اور سنی کی بحث۔ مذہب شیعہ کے حق ہونے کے رکن ارکان اور ان کا جواب۔
رکن اول: لفظ شیعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ لیکن لفظ سنی نہیں۔
رکن دوم: ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے۔
رکن سوم: کتب اہل سنت کہتی ہے کہ شیعہ جنت میں جائیں گے۔

جلد پنجم عقائد جعفریہ جمعہ ضمیمہ

یہ جلد دو ابواب اور چند فصول پر مشتمل ہے

باب اول:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق گفتگو۔

اس میں چند فصول درج ذیل ہیں

فصل اول: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کی ہر دور میں افضلیت

فصل دوم: آپ ان لوگوں میں منتقل ہوتے رہے۔ جزا جہنم تھے۔

فصل سوم: آپ کے آباؤ اجداد ازاد فطرت میں صاحبان ایمان اور توحید کے معتقد تھے

فصل چہارم: مودودی محدث ہزاروی وغیرہ سنی غامدوں کی پیرویوں

کے امیر معاویہ کی ذات پر اعتراضات کے دعوایہ شکی جوابات

فصل پنجم: امیر معاویہ کے بارہ میں اکابرین امت کے عقائد۔

فصل چہارم: اپنے اپنے الدین کو یمنین کو دوبارہ زندہ کیا۔ اور اپنا کلمہ پڑھوایا۔

فصل پنجم: ان احادیث و روایات جو اہل جن میں اپنے والدین کا دوزخی ہونا آیا ہے

فصل ششم: امام اعظم کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر کہا اس کی تردید۔ اور ملا علی قاری کی توبہ۔

باب دوم

ان کتب کا تذکرہ جو اہل تشیع دھوکہ دینے کے لیے ہم

اہل سنت کی مقبر کتاب کے عنوان پیش کرتے ہیں

- مثلاً۔ ۱۔ شرح ابن ابی حدید۔ ۲۔ مروضۃ الاحباب۔ ۳۔ حبیب السیر۔ ۴۔ تاریخ یعقوبی۔ ۵۔ الصفوۃ الصفوۃ ۶۔ مروج الذهب، تذکرۃ الخواص ۸۔ نیایع المودۃ ۹۔ فرائد السطین۔ ۱۰۔ مقتل ابن ابی مخنف۔ ۱۱۔ علیہ الاولیاء ۱۲۔ اخبار الطوال۔ ۱۳۔ روضۃ الشہداء ۱۴۔ مقاتل الطالبین۔ ۱۵۔ مودۃ القربی ۱۶۔ الملل والنحل، عقد الفرید ۱۸۔ تاریخ طبری ۱۹۔ الامامۃ والسیاستہ۔ ۲۰۔ خصائص نائی ۲۱۔ معارج النبرۃ۔ ۲۲۔ کتاب الفتوح اعظم کو فی۔ ۳۳۔ روضۃ الصفاء ۴۴۔ تاریخ الافداء ۲۵۔ مستدرک حاکم۔ وغیرہ

باب دوم:

اس باب میں ایک تحقیقی بحث ہے یعنی جب شیعوں کو اہل سنت و جماعت پر کوئی الزام قائم کرتے ہیں۔ یا اپنے مسلک کی توثیق پیش کرتے ہیں۔ تو لکھتے ہیں۔ کہ اہل سنت و جماعت کی فلاں فلاں معتبر کتاب میں یہ لکھا ہے۔ تو اس باب میں اس بات کی وفاحت کی گئی ہے۔ کہ یہ مذکورہ کتب

کیا اہل سنت کی ہیں یا اہل تشیع کی؟
اگر اہل سنت کی ہیں تو کیا معتبر ہیں یا نہیں۔

عقائد معفریہ جلد ششم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر لعن طعن کرنے والے سنی غلامیہ بندوں
مودودیوں، بریلویوں اور پیروں کا معتبر کتب اہل سنت سے محابہ۔
اس جلد میں ایک باب اور چند مندرجہ ذیل فصول ہیں۔

فصل اول: شان صحابہ: فصل دوم: صحابہ کرام پر لعن طعن کرنے والوں کا انجام
فصل سوم: امیر معاویہ کے صحابی ہونے پر مدلل ثبوت
فصل چہارم: امیر معاویہ کے فضائل و مناقب
فصل پنجم: امیر معاویہ پر لعن طعن کرنے والے کس زمرہ میں۔

فقہ جعفریہ کی جہاد کا تعارف

جہادِ اول میں مختلف موضوعات پر گفت گو کی گئی ہے۔ طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح و طلاق اور طلال و حرام کے مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان موضوعات میں بہت سے مسائل اہل تشیع نے ایسے درج کر دیئے ہیں۔ جو ان کے فائدہ ساز ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ”فقہ جعفریہ“ ان کی گھڑی ہوئی فقہ ہے۔ اجمالی طور پر ہم نے ان مسائل کے تعارف کے لیے تین فصول باقاعدگیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

فصل اول

”فقہ جعفریہ“ کی بنیاد اور مآخذ چار کتابیں ہیں۔ اصول کافی، تہذیب الاحکام، من لایضرہ الفقیہ اور الاستبصار۔ صاحب استبصار اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف نسبت کی وجہ سے فقہ جعفریہ کہلاتی ہے، کے مابین تقریباً تین صدیوں کا فاصلہ ہے۔ امام جعفر صادق اور ان کے والد گرامی سے جن لوگوں نے روایات بیان کی ہیں۔ وہ ان ائمہ کی زبانی معون اور مردود لوگ ہیں۔ ان لوگوں کی روایت کا حدیث سند کے اعتبار سے ناقابل اعتبار ہیں۔ کیونکہ حضرات ائمہ اہل بیت سے ان تک کے واسطے صحیح نہیں ہیں۔ یہ بات ”فقہ جعفریہ“ کے خود سارے قائلین کی واضح دلیل ہے۔

فصل دوم

اس میں اہل تشیع کے ایسے عقائد زیر بحث لائے گئے ہیں۔ جو توحید کے خلاف ہیں۔ اور مشرکانہ نظریات ہیں۔

فصل سوم

یہ فصل حضرات ائمہ اہل بیت کے ان ارشادات میں ہے۔ جن میں انہوں نے ”دین چھپانے“ کی تاکید کی۔ اور اس پر نہ عمل کرنے والے کو اپنا قاتل قرار دیا ہے

مآئل طہارت کے ضمن میں درج ذیل بحث
مذکور ہوئی

فصل اول

- ① پانی سے بھرے ہوئے ایک بڑے مکے میں خواہ کتنی ہی نجاست گر پڑے، وہ ناپاک نہیں ہوتا۔
- ⑦ استنجاء کے لیے جو پانی استعمال کیا گیا۔ وہ پاک ہے۔ اور اگر اس میں کوئی کپڑا وغیرہ گر پڑے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔
- ② گدھے اور خچر کا پیشاب، ودی اور مری اور علی جنابت کے لیے استعمال کیا گیا پانی پاک ہے۔
- ④ ہوا خارج ہونے سے وضو میں کوئی غلطی نہیں پڑتا۔

۵) پردہ صرف قبل اور دُبُر کا ہے۔ ان میں سے دُبُر خود جو تڑول میں پچھتی ہونے کی وجہ سے پردہ میں ہے۔ اور اگر کسی خمر گاہ پر اگر ہاتھ رکھ لیا جائے۔ یا بیوی کا ہاتھ رکھنے تو پردہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس پر کوئی چیز لپ دی جائے تو بھی پردہ ہو جاتا ہے۔ دُبُر میں دُٹی کرنے سے عورت کا نہ روزہ ٹوٹتا ہے۔ سادہ نہ ہی اُسے نہانے کی ضرورت ہے۔

۶) بول و بلاز پھرتے وقت قرآن کریم پڑھنا جائز ہے۔

۷) گتیا چروا اگر گھی یا چنڑ یا میں گر جائے تو اس سے طہارت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

۸) سورا اور کتا، زندہ یا مردہ دونوں مالتوں میں پاک ہے۔

فصل دوم

۱) تیمم میں منہ میں سے صرف ماتھے کا مسح اور ہاتھوں میں سے صرف ہتھیلی کا مسح کرنا کافی ہے۔

۲) وضو میں پاؤں دھونے کی بجائے ان پر مسح کرنے کا شیعہ عقیدہ اور اس کی تردید۔ پاؤں دھونے پر ہر دور کے علماء کا اتفاق رہا۔ نیز وضو میں ترتیب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ نے اختیار فرمائی اسی بجا اہل سنت کا عمل ہے۔

فصل سوم

اس میں افغان کے مسائل میں سے پہلے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ اذان میں ”علی ولی اللہ“ بڑھانے والا ملعون، گنہگار اور بدعتی ہے۔ نیز ضعیفی کے اذان کے حوالہ رحوالہ جات مذکور ہیں

کتاب الصلوٰۃ

اس موضوع کے ضمن چند مسائل بطور خاص یہ ہیں

فصل اول

- ۱۔ دوران نماز بچے کو دودھ پلانے سے ماں کی نماز نہیں ٹوٹتی۔
- ۲۔ لونڈی اور بیوی کو اگر نمازی دوران نماز جھاتی سے لگے تو نماز بدستور قائم رہتی ہے اسی طرح اگر تناسل سے کھینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- ۳۔ پلید ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔
- ۴۔ دوران نماز لعنت بھیجنا سنتِ ائمہ ہے۔

فصل دوم

- ۱۔ بے نماز کی سزا ستر دفعہ حقیقی ماں سے زنا کرنا، ستر بیغبروں کو شہید کر دینا ستر قرآن جلد دینا اور سات دفعہ بیت المعمور کو گانا، نماز نہ پڑھنے سے چھوٹے جرم ہیں۔
- ۲۔ بے نماز کتے، خنزیر اور کافر سے بدتر ہے۔ اس کی تجہیز و تکفین نہیں کرنی چاہیئے۔
- ۳۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت
- ۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرنے کا ثبوت۔
- چیلنج: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو نمازیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں ادا کیں مگر کوئی شیعہ یہ ثابت کر دے کہ انہوں نے وہ نمازیں

ہاتھ کھلے چھوڑ کر ادا کیں۔ تو اسے دس ہزار روپیہ سید انعام دیا جائے گا۔ نیز اتنا ہی انعام اس شخص کو دیا جائے گا۔ جو یہ ثابت کر دے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان نمازوں کو دوبارہ پڑھا۔ جو ابو بکر صدیق کی ابتداء میں اکیسے ادا فرمائیں۔

فصل سوم

”التحیات لله والصلوات والطیبات“ کے الفاظ کا ثبوت کتب شیعہ سے۔

نماز تراویح شیعہ لوگوں کے نزدیک اگر بدعتِ عمری ہے۔ تو حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں اسے ختم کیوں نہ کیا۔ حضرت علی ہمیشہ اس کی تعریف کرتے رہے۔ ائمہ اہل بیت ہمیشہ نماز تراویح ادا کرتے رہے۔

فصل چہارم

- ۱۔ میت کو غسل دیتے وقت اس کے پاؤں قبل کی طرف ہونے چاہئیں۔
- ۲۔ مرنے کے فوراً بعد مرنے والے (شیعہ) کے مُنہ یا آنکھ وغیرہ سے منی نکلتی ہے۔
- ۳۔ جو بھی میت کو ہاتھ لگا دے۔ اس پر غسل واجب ہے۔
- ۴۔ غسل دیتے وقت میت کی نگوںوں میں کٹڑی رکھی جائے اور اس کی ٹانگیں مضبوط باندھ لی جائیں۔
- ۵۔ مٹی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے شرمگاہ ڈھانپنا شرط نہیں ہے۔
- ۶۔ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں اور رفع یدین کی تردید

۱۔ قبر کو چوکور شکل بنانا خلاف شرع ہے۔

کتاب الزکوٰۃ

۱۔ مرد جسکے کے بغیر سونے چاندی پر زکوٰۃ نہیں۔

کتاب الصوم

۱۔ بیوی یا بیٹی کا تھوک ننگے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

۲۔ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

کتاب الحج

۱۔ جس کا فتنہ نہ ہو۔ اس کا حج باطل ہے۔

۲۔ عورت کو حج کرنے کے لیے محرم کا ساتھ ہونا ضروری نہیں۔

کتاب النکاح

۱۔ عورت کی شرمگاہ کا بوسہ لینا، اس میں انگلی پھیرنا، اس کی دُور میں دُلی کرنا سب جائز ہیں۔

۲۔ خوبصورت سے بے غم ختم ہو جاتی ہے۔

۳۔ معصوم اگر مسجد میں دُلی کرے تو جائز ہے۔

۴۔ پیغمبروں کی خصوصیات مُرغیہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔

۵۔ ریشمی کپڑا آلہ تناسل پر لپیٹ کر محرم عورتوں سے بھی دُلی جائز ہے۔

۶۔ ماں، بیٹی اور بہن وغیرہ محلام سے دُلی کرنا ایک طرح جائز اور دوسری

طرح ناجائز ہے۔

۷۔ باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے وطی کریں تو اس سے حرمت نہیں آتی۔

۸۔ سید زادی کے ساتھ چوہڑے چھاڑ تک کا نکاح جائز ہے۔

۹۔ کتب شیعہ میں نکاح کے لیے شہادت شرط نہیں۔

۱۰۔ اہل سنت کے ساتھ اہل تشیع نکاح کو حرام سمجھتے ہیں۔ شیعہ لوگوں کے

نزدیک اہل سنت و ہدود و نصاریٰ، حرام زنا سے اور کتے سے بھی بدترین۔ لہذا شیعوں کو بھی شیعوں سے رشتہ نا طہر ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔

کتاب الحدود

۱۔ رضامندی سے زنا پر کوئی حد نہیں لگ سکتی۔

۲۔ بھول کر نکاح چھوڑ دینے کی صورت میں بھول کر وطی کر لینے سے بھی کوئی حد نہیں لگے گی۔

۳۔ چوری کی حد میں صرف ہاتھ کی انگلیاں کاٹی جائیں گی۔

”فقہ جعفریہ“ — جلد دوم

”فقہ حنفی“ پر لگائے گئے اعتراضات، امام اعظم کی شخصیت پر دھرے گئے الزامات کا تفصیلی تذکرہ، خاص کر غلام حسین نجفی شیعہ کی کتاب ”وہ حقیقت“ فقہ حنفیہ، کاترکی بہ ترکی جواب اس جلد کی مخصوص بحثیں ہیں۔

ان اعتراضات و الزامات کا ایک اجمالی خاکہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ فقہ حنفی کے ماخذ ثنائی یعنی احادیث و روای مجمرح ہونے کی بنا پر

یہ فقہ بے اصل ہے

۲۔ تاریخ بغداد میں ابو حنیفہ کو کافر لکھا گیا۔ اور ان کا ایمان و اسلام کو جسب زیادہ نقصان پہنچانا۔

۳۔ ابو حنیفہ کا فقہ ابلیس اور دجال کے فتنے سے بھی بڑا ہے۔ اس فقہ نے اسلامی مضبوطی کو ختم کر دیا۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حنیفہ کی باتوں پر عمل کرنے سے منع کیا ہے

۵۔ ان کی کتاب ”کتاب الجبل“ نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دکھایا۔

۶۔ ابو حنیفہ کی مجلس درود و سلام سے خالی ہوتی تھی۔ اور ان کے فتاویٰ حق کے خلاف ہیں۔

۷۔ ابو بکر صدیق کی گواہی کا ابو حنیفہ نے وحی کو بدل ڈالا ہے۔

۸۔ امام اعظم کے جوازے پر پادریوں کا اجتماع

۹۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے (ابو حنیفہ)

۱۰۔ باپ کا قاتل اور ماں سے نکاح کرنے والا مومن ہے۔

۱۱۔ ایمان ابو بکر صدیق اور ایمان ابلیس ایک ہی ہے۔ (معاذ اللہ)

ان اعتراضات والزامات کے علاوہ پچاس کے قریب ایسے ہی لغویات

کا جواب اس حصہ میں مذکور ہے۔ اور ”تاریخ بغداد“ کے حوالہ حات سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت شان، اور کتب شیعہ سے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی منزلت بیان کی گئی ہے۔

فقہ جعفریہ جلد سوم

بحث ائمہ کو شرح و بسط کے ساتھ اس جلد میں ذکر کیا گیا جس کا

اجمالی خاکہ اس طرح ہے۔

فصل اول

اہل سنت کے نزدیک حضرات اہل بیت کی تعزیریت کا مسنون طریقہ کیا ہے

فصل دوم

مروجہ ماتم کے ثبوت پر اہل تشیع کے گیارہ دلائل کا سکت جواب۔

فصل سوم

قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ اہل بیت سے مروجہ ماتم کی تضحیح کئی۔

فصل چہارم

اتم کس کی ایجاد ہے؟ اس کا فقہی حکم اور انجام کیا ہے؟ مروجہ ماتم پر شیخ قمی کی بحث اور مروجہ ماتم کی تردید۔

فصل پنجم

اتم کرنے والوں کی نشانیاں۔ (دراڑھی چٹ، مونچھیں لمبی، لباس سیاہ اور لوہے کے کڑے) ان علامات کی کتب شیعہ سے تردید۔

فصل ششم

تغزیہ لگانے کی تاریخ، اس کی شرعی حیثیت اور ذوالجناح برآمد کرنے اور اس کی حقیقت کی تفصیلی بحث۔

نوٹ:

غلام حسین نخچی شیعہ نے ثبوت ماتم پر ایک کتاب بنام دعائم اور صحابہ، لکھی جس میں اس نے کمال عیاری اور مکاری سے گندی زبان کا سہارا لے کر مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ تقریباً ستائسی ہدایات ذکر کیے۔ ہم نے اُن کا پورا محاکمہ کیا۔ اس تفصیلی بحث کے بعد درجہ ذیل بات نظر آئے گی۔

فقہ فریہ جلد چہارم = متعہ کی بحث

بحث متعہ کو کمال خوبی کے ساتھ درج ذیل فصول میں مکمل کیا گیا ہے

فصل اول متعہ کا رواج زمانہ جاہلیت تھا۔

فصل دوم: کتب اہل سنت سے متعہ کی حقیقت۔

فصل سوم: تعارف متعہ از کتب شیعہ

فصل چہارم: متعہ کے جواز پر اہل تشیع کے چار دلائل اور ان کا دندان شکن جواب

فصل پنجم:

متعہ کے حرام ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیعہ سے اٹھ دلائل قاطعہ۔

فصل ششم: اہل تشیع کے ہاں بے حیائی کے عجیب و غریب طریقے۔

فصل ہفتم:

”جواز متعہ“ نامی کتاب میں پچیس کے قریب مذکور اُن مغالطوں اور دھوکے بازوں

کا بے مثل جواب جو جواز متعہ پر دیئے گئے۔ جن کے مطالعہ کے بعد حرمت میں ہر دم

از خود ختم ہو جاتا ہے

marfat.com